مختصر تاریخ

خلافتِ اسلامیہ

۱۱ سنہ ھ / ۶۳۲ء میں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
لے کر آخری خلیفہ امیر المومنین سلطان عبدالمجید خان ثانی
کی معزولی ۱۳۴۲ سنہ ھ / ۱۹۲۴ء تک

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

مکتبہ قاسم العلوم

Marfat.com

Marfat.com

مختصر تاریخ

خلافتِ اسلامیہ

سنہ ۱۱ھ/۶۳۲ء میں خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے

لے کر آخری خلیفہ امیر المؤمنین سلطان عبد المجید خان ثانی کی

معزولی سنہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء تک

مولانا عبد القدوس ہاشمی

مکتبہ قاسم العلوم

ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۱۲۹۲۰۱۱
۴۹ م خ
۱۲۶۴۲۶
۱/

نام کتاب

مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ

مصنف

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

اہتمام ———— ملک اسد علی قاسمی

مطبع ———— گنج شکر پریس

ناشر ———— مکتبہ قاسم العلوم

ڈسٹری بیوٹرز

ملک اینڈ کمپنی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، پاکستان

042-37231119 , 0321-4021415

Marfat.com

فہرست مضامین

فہرست مضامین ۳

تقدیم ا جناب ڈاکٹر انعام اللہ خان صاحب سیکریٹری جنرل موتمر العالم الاسلامی ۱۱

عرضِ مؤلف ۱۳

خلافت اسلامیہ ۱۵

فہرست خلفائے اسلام ۲۹

حضرۃ الصدیق اکبر رض ۴۸

حضرۃ عمر الفاروق رض امیر المومنین ۴۷

حضرۃ عثمان ذوالنورین رض " ۹۳

الطالبیون:

حضرۃ علی المرتضی رض " ۱۰۳

حضرۃ حسن بن علی رض " ۱۱۰

السفیانیون:

حضرۃ معاویہ بن ابی سفیان رض " ۱۱۱

امیر المومنین یزید بن معاویہ رح " ۱۱۴

حضرۃ عبداللہ بن الزبیر رض ۱۱۵

مروانی خلفا کا شجرۂ نسب ....

امیر المومنین مروان بن الحکم ...... بانی خلافت مروانیہ ۱۱۵

" عبدالملک بن مروان ۱۱۷

Marfat.com

امیرالمومنین ولید بن عبدالملک ۱۱۹

" سلیمان بن عبدالملک ۱۲۱

" عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم ۱۲۲

" یزید بن ثانی بن عبدالملک ۱۲۴

" ہشام بن عبدالملک ۱۲۵

" ولید ثانی بن یزید ۱۲۶

" یزید ثالث بن ولید ثانی ۱۲۷

" ابراہیم بن الولید ۱۲۷

" مروان ثانی بن محمد۔ مروانیوں کا آخری خلیفہ ۱۲۸

خلافت بنی عباس ۱۳۱

عباسی خلفا کا شجرۂ نسب (۱) عباسیہ بغداد ۱۳۵

" " " (۲) عباسیہ مصر ....

امیرالمومنین ابوالعباس السفاح (پہلا عباسی خلیفہ) ۱۳۵

" ابوجعفر عبداللہ المنصور العباسی ۱۳۸

" ابوعبداللہ محمد المہدی ۱۴۵

" ابومحمد موسیٰ الہادی ۱۵۰

" ابوجعفر ہارون الرشید ۱۵۱

" ابوموسیٰ محمد الامین ۱۵۳

" ابوجعفر عبداللہ المامون ۱۵۵

" ابراہیم بن المبارک بن المہدی ....

" ابواسحٰق محمد المعتصم ۱۵۹

Marfat.com

—— العباس بن المامون المدعی العباسی ....

—— محمد بن القاسم المدعی العلوی ....

امیر المومنین ابو جعفر ہارون الواثق باللہ ۱۶۱

" ابو الفضل جعفر المتوکل علی اللہ ۱۶۲

" ابو جعفر محمد المنتصر باللہ ۱۶۶

" ابو العباس احمد المستعین باللہ ۱۶۷

" محمد المعتز باللہ ۱۶۸

" ابو اسحق محمد المہتدی باللہ ۱۶۹

" ابو العباس احمد المعتمد علی اللہ ۱۷۰

" ابو العباس احمد المعتضد باللہ ۱۷۱

" ابو محمد علی المکتفی باللہ ۱۷۳

" ابو الفضل جعفر المقتدر باللہ ۱۷۴

—— ابو العباس عبد اللہ المرتضیٰ ....

—— ابو المنصور محمد القاہر ۱۷۵

امیر المومنین " " " ....

" ابو العباس احمد الراضی باللہ ۱۷۵

" ابو اسحق ابراہیم المتقی ۱۷۷

" ابو القاسم عبد اللہ المستکفی ۱۷۸

" ابو القاسم الفضل المطیع للہ ۱۷۹

" ابو الفضل عبد الکریم الطائع ۱۸۰

" ابو العباس احمد بن اسحق القادر باللہ ۱۸۲

Marfat.com

امیرالمومنین ابوجعفر القایم بامراللہ ۱۸۴
البساسیری کی بغاوت اور ہنگامہ .... " "
" ابوالقاسم عبداللہ المقتدی بامراللہ ۱۸۵
" ابوالعباس احمد المستظہر ۱۸۶
" ابوالمنصور الفضل المسترشد ۱۸۸
" ابوجعفر المنصور الراشد ۱۸۹
" ابوعبداللہ محمد المقتفی ۱۹۰
" ابوالمظفر یوسف المستنجد ۱۹۲
" ابومحمد حسن المستضیٔ ۱۹۳
" ابوالعباس احمد الناصر ۱۹۵
" ابونصر محمد الظاہر ۱۹۸
" ابوجعفر المنصور المستنصر ۱۹۸
" ابواحمد عبداللہ المستعصم باللہ ۲۰۰
خلافت عباسیہ مصر ۲۰۴
امیرالمومنین ابوالقاسم احمد المستنصر باللہ ۲۰۴
" ابوالعباس احمد بن علی الحاکم بامراللہ اول ۲۰۶
" ابوربیعہ سلیمان۔ المستکفی باللہ اول ۲۰۸
" ابواسحٰق ابراہیم۔ الواثق باللہ اول ۲۰۸
" ابوالعباس احمد۔ الحاکم بامراللہ ثانی ۲۰۹
" ابوالفتح ابوبکر۔ المعتضد اول ۲۱۰
" ابوعبداللہ محمد۔ المتوکل اول ۲۱۱

Marfat.com

امیرالمومنین ابویحییٰ زکریا المعتصم ۲۱۲

〃 ابوحفص عمر الواثق ثانی ۲۱۲

〃 ابوالفضل عباس المستعین ۲۱۳

〃 ابوالفتح داؤد المعتضد ثانی ۲۱۵

〃 ابوربیعہ سلیمان المستکفی ثانی ۲۱۶

〃 ابوبکر حمزہ القایم بامراللہ ۲۱۶

〃 ابوالمحاسن یوسف المستنجد ۲۱۷

〃 ابوالاعز عبدالعزیز المتوکل ثانی ۲۱۹

〃 ابوالصبر یعقوب المستمسک ....

المتوکل ثالث ۲۲۰

سلاطین عثمانیہ قبل خلافت عثمانیہ ۲۲۱

خلافت عثمانیہ (قسطنطنیہ) ....

امیرالمومنین سلیم اول (پہلا عثمانی خلیفہ) ۲۳۲

〃 سلیمان الاول ۲۳۳

〃 سلیم ثانی ۲۳۴

〃 مراد ثالث ۲۳۶

〃 محمد ثالث ۲۳۶

〃 احمد اول ۲۳۷

〃 مصطفیٰ اول ۲۳۹

〃 عثمان ثانی ۲۳۹

〃 مراد رابع ۲۳۹

Marfat.com

امیرالمومنین ابراہیم بن احمد ۲۴۱
" محمد رابع (اوجی بن ابراہیم) ۲۴۳
" سلیمان ثانی ۲۴۵
" احمد ثانی ۲۴۶
" مصطفی ثانی ۲۴۷
" احمد ثالث ۲۴۹
" محمود اول ۲۵۱
" عثمان ثالث ۲۵۲
" مصطفی ثالث ۲۵۳
" عبدالحمید اول ۲۵۵
" سلیم ثالث ۲۵۶
" مصطفی رابع ۲۵۹
" محمود ثانی ۲۶۱
" عبدالمجید اول ۲۶۳
" عبدالعزیز بن محمود ۲۶۵
" مراد خامس ۲۶۷
" عبدالحمید ثانی ۲۶۸
" محمد سادس ۲۷۱
" عبدالمجید ثانی بن عبدالمجید اوّل ۲۷۲

Marfat.com

کتابیات

یہ مختصر سی فہرست خلفائے اسلام بڑی محنت کے ساتھ ایک سو چالیس سے زیادہ عربی، ترکی اور اردو کتابوں کے مطالعہ اور تنقیح روایات کے بعد تیار ہو سکی ہے۔ اگر ان تمام کتابوں کی مکمل فہرست مع اسمائے مصنفین دی جائے بلکہ حسب طریقۂ عام ہر ہر بیان کے لئے الگ حوالے شامل کئے جائیں تو کتاب کے مختصر اور سہل الاستفادہ کا مقصد ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہیں کہیں اس کتاب کا نام و مصنف کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ باقی وہی عام کتب تاریخ ہیں جن سے ہر تعلیم یافتہ شخص پوری طرح واقف ہے۔

جو لوگ زیادہ تفصیلات کا مطالعہ کرنا چاہیں ان سے عرض ہے کہ حسب ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس فہرست میں کوئی جدید اور عجیب بات نہیں ہے۔ جو کچھ اس میں ہے وہ حسب ذیل کتب میں مل جائے گا۔

(۱) احادیث و آثار کے متداول مجموعے۔ خصوصاً کتب ستہ
(۲) تاریخ ابن کثیر الدمشقی
(۳) تاریخ ابن خلدون
(۴) تاریخ ابوالفداء
(۵) العبر فی خبر للذہبی
(۶) شذرات الذہب للحکری
(۷) المنتظم لابن جوزی
(۸) تاریخ الدولۃ العلیہ للمحامی المصری مع اضافہ و تکمیل از ڈاکٹر احسان حقی
(۹) تاریخ الاسلام مصنفہ ابراہیم حسن
(۱۰) خطبات تاریخ الاسلام للشیخ الحضری

Marfat.com

یہ سب عربی کتابیں ہیں۔ اُردو کتابوں میں سے

(۱) تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی

(۲) تاریخ الاسلام از معین الدین ندوی

(۳) خلافت راشدہ، دارالمصنفین اعظم گڑھ

(۴) تاریخ دولت عثمانیہ

(۵) تاریخ الاسلام از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی

(۶) تاریخ الاسلام از عباسی گورکھپوری

(۷) تاریخ الجواہر از مولانا ابوظفر ندوی

ترکی کتابیں آٹھ مطالعہ میں آئیں۔ ان میں سے حسب ذیل تین کتابوں میں دولت عثمانیہ کی تفصیلی تاریخ دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱) تاریخ دولت عثمانیہ، از اسمٰعیل صدقی پاشا

(۲) تاریخ الدولۃ العلیہ از علی بن رستم ترکی

(۳) تاریخ دولت عثمانیہ از احمد جواد القروی

وما توفیقنا الا باللہ العظیم

Marfat.com

جناب ڈاکٹر انعام اللہ خاں
سیکرٹری جنرل موتمر العالم الاسلامی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ مختصر سی کتاب خلفائے اسلام کی فہرست ہے۔ اسلام میں قائد حقیقی اور مطلقاً واجب الاتباع صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا جاتا ہے۔ نہ اس ذات مقدس کے سوا کسی کو ہادی و قائد حقیقی تسلیم کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کی ہر بات میں مطلقاً اتباع کی جاسکتی ہے

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک انتظامی سربراہ کی ضرورت تھی جو شیرازۂ امت کو بکھرنے سے بچائے اور اللہ و رسول ؐ کے اوامر و نواہی کو نافذ کرے۔ اس کام کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین یعنی خلیفہ منتخب فرمایا اور انہیں خلیفۃ رسول اللہ ؐ کہنے لگے۔ اس طرح ادارۂ خلافت اسلامیہ وجود میں آگیا۔ پھر ۱۳۳۱ سال تک یہ ادارہ قائم رہا اور ملت اسلامیہ کے مرکز کا کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں مشہور ترکی قائد اتاترک مصطفےٰ کمال پاشا نے ادارۂ خلافت کو ختم کردیا۔

یہ ادارہ جب تک قائم رہا۔ اپنی قوت وجلال کے زمانہ میں بھی اور کمزوری و اضمحلال کے دور میں بھی ملت اسلامیہ کا مرکز رہا۔ اتحاد اسلامی کے لئے یہ ایک نشان تھا اور جب تک یہ نشان قائم رہا۔ اپنا کام کرتا رہا۔

جب ادارۂ خلافت کو ختم کردیا گیا تو امت اسلامیہ کے حساس بزرگوں نے جن میں مولانا محمد علی جوہر، مفتی امین الحسینی، علامہ سید سلیمان ندوی، روس کے موسیٰ جار اللہ، مصر کے محمد علی علوبہ پاشا، انڈونیشیا کے سعد. عمر شکر و منتو، اور

مصر کے سید رشید رضا مدیر المنار وغیرہم جیسے بزرگ تھے۔ باہم صلاح و مشورہ کے بعد ایک مرکز امت کے طور پر ایک جمعیت بمقام مکہ مکرمہ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء کے حج کے اجتماع میں قائم کی اور اس کا نام مؤتمر العالم الاسلامی رکھا۔ الحمد للہ کہ مؤتمر العالم الاسلامی اب بھی قائم اور فعال ہے۔ کراچی (پاکستان) میں اس کے مرکزی دفتر کے علاوہ دنیا کے ۶۲ ملکوں میں اس کی شاخیں یا ملحقہ ادارے موجود ہیں جو اتحاد اسلامی کے لئے ادارۂ خلافت اسلامیہ پھر سے قائم کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔

میں نے مشہور محقق، مصنف اور موتمر العالم اسلامی، مرکزی دفتر کے ڈائرکٹر مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ ایک مختصر سی کتاب خلافتِ اسلامیہ کے تعارف اور تاریخ پر لکھی جائے جو اگرچہ ایک فہرست ہی کی حیثیت رکھتی ہو مگر اس میں خلفائے اسلام کے نام و نشان آجائیں۔

شاید اس سے بعض وہ غلط فہمیاں بھی رفع ہو جائیں جو خاص خاص غرض سے تاریخ لکھنے والوں نے پھیلادی ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقت بہت ہی کم لوگوں کو ملتا ہے، پھر تفصیلات یاد بھی نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے ایک ایسی مختصر سی کتاب، امید ہے کہ انشاء اللہ مفید ثابت ہو گی۔

اسکولوں کالجوں اخبار نویسوں اور عام شائقین کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ یہ کتاب معلومات افزا اور کارآمد ہو گی۔

الحمد للہ یہ کتاب تیار ہو گئی اور اب طبع ہو کر شائع ہو رہی ہے ہماری دعا ہے کہ لوگوں میں اسکے مطالعہ سے تاریخ کا ذوق پیدا ہو جائے اور تفصیلی تاریخوں کے مطالعہ کیطرف لوگ متوجہ ہوں۔

وَالْأَمْرُ بِيَدِ اللّٰهِ

کراچی — یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ
یکم ستمبر ۱۹۸۱ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع انبیائہ ولاسیما علیٰ نبیہٖ الکریم محمد الذی جعلہ خاتم النبیین وعلیٰ کل من اتبعہ الیٰ یوم الدین ۝

امابعد، یہ چھوٹی سی کتاب جو پیش کی جا رہی ہے خلفائے اسلام کی ایک مختصر سی فہرست ہے، یہ کوئی وسیع تاریخ نہیں ہے۔ اس کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ بڑی بڑی ضخیم تاریخوں میں سے خلفائے اسلام کے زمانہ اور نام ولقب کی تلاش میں آسانی ہو جائے۔ اور بڑی کتابوں کی عدم موجودگی میں یہ فہرست عہد کی تعیین میں مدد دے اور فوری طور پر یہ معلوم کیا جا سکے کہ ۱۱ھ/۶۳۲ء ہجری سے لے کر ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء تک کون سا زمانہ کس خلیفۂ اسلام کا عہد تھا۔

خلافتِ اسلامیہ کا سلسلہ ۱۱ھ/۶۳۲ء میں وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند گھنٹوں کے بعد ہی حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے انتخاب سے شروع ہوا اور ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء تک یعنی ۱۳۳۱ سال تک قایم رہا۔ آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی عثمانی ترکی تھے جن کو مصطفیٰ کمال ترکی قہرمان نے معزول کر دیا۔ خلافت کا ادارہ ختم کر کے ترکی میں لادینی جمہوریہ قایم کر دی۔

اس طویل مدت میں دربارِ خلافت پر مختلف دور قوت واقتدار اور بے طاقتی کے آئے۔ اسی طرح اس کے اختیارات کے دائرے بھی وسعت کے اعتبار سے بڑھتے اور گھٹتے رہے لیکن ادارۂ خلافت کسی نہ کسی صورت میں قایم رہا۔ اور اس کو احترام ومرکزیت بھی مختلف صورتوں میں حاصل رہی۔

Marfat.com

چونکہ پچھلے دنوں کئی اہلِ علم حضرات نے خلافت اور خلفاء سے متعلق متعدد تاریخی سوالات پیش کئے، اس لئے میرے مکرم و محترم دوست جناب ڈاکٹر انعام اللہ خانصاحب امین عام موتمر العالم الاسلامی نے مجھ سے فرمائش کی کہ ایک چھوٹی سی فہرست خلفائے اسلام کی تیار کر دی جائے تاکہ اہلِ علم کو عموماً اور طلبہ کو خصوصاً یہ فہرست کام آئے۔ الحمدللہ اب یہ فہرست تیار ہو گئی ہے، اسے طباعت کے لئے دے رہا ہوں، اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو مفید اور کارآمد بنا دے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ،

یکم محرم الحرام سنہ ۱۴۰۱ھ
۹ر نومبر سنہ ۱۹۸۰ء

عبدالقدوس ہاشمی
الف - ۳۴۸ - رقبہ (د)
شمالی ناظم آباد - کراچی - ۳۳،

Marfat.com

خلافت

خلافت اور خلیفہ کا مادۂ لغوی خ۔ل۔ف ہے۔ اس مادہ کے اصل لغوی معنی جانشیں ہونا، ایک کی جگہ دوسرے کا آنا ہے۔ یہ مادہ مختلف ابواب کے صیغوں سے کئی بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور خصوصیات ابواب کے بموجب اپنے اصلی معنی میں از دیاد کے ساتھ اس سے معانی مفہوم ہوتے ہیں۔ لفظ خلیفہ قرآن مجید کی حسب ذیل دو آیتوں میں ہے۔

(۱) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)	اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔
(۲) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ؕ (سورۃ ص آیت ۲۶)	اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تو لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلے کرو۔ اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو، یہ تم کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے گمراہ ہوجاتے ہیں، ان کے لئے شدید عذاب ہے کیونکہ یہ لوگ حساب کے دن کو بھلا بیٹھے ہیں۔

پہلی آیت اس واقعہ سے متعلق ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا۔ اور دوسری آیت اس وقت سے متعلق ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور حکمرانی عطا فرمادی۔

اس طرح لفظ خلیفہ کی جمع خلائف چار آیتوں میں اور خلفاء دو آیتوں میں ہے۔ سورۂ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ اور سورۂ النور کی آیت نمبر ۵۵ میں تاکید کے ساتھ يَسْتَخْلِفَنَّكُمْ فِي الْاَرْضِ اور يَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ بھی ہے جس کے معنی ہیں "ہم تمہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائیں گے"

اور دوسری شکلوں میں یہ مادہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے اصل مادہ کے معنی، یعنی "ایک کی جگہ دوسرے کا آنا" موجود ہے۔

تاریخ اسلام میں خلافت اس ادارہ کو کہتے ہیں جو امت اسلامیہ کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہو، چاہے یہ مرکز قوی مرکز ہو یا ضعیف۔ اور خلیفہ اس ادارہ کے سربراہ کو کہتے ہیں جو سرداری و سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوتا ہے۔ دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود اپنے لئے امیر المؤمنین کا لقب تجویز فرمایا تھا جس کے معنی ہیں مسلمانوں کا صاحب حکم شخص، اور اس کے بعد سے ہر خلیفہ کو امیر المؤمنین کہا جانے لگا۔

اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ وفات رسول صلعم کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق خلیفہ ہوئے تو لوگ اُن کو خلیفۂ رسول اللہ یعنی اللہ کے رسول کا جانشین کہا کرتے تھے۔ ۱۳ھ میں جب ابوبکر رضؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں بھی خلیفۂ رسول کہنا شروع کیا۔ ایک دن حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا کہ میں حضرت رسول اللہ کا نہیں بلکہ حضرت صدیق اکبر کا خلیفہ ہوں، حضرت رسول اللہ کے جانشین حضرت صدیقؓ اکبر تھے، میں صدیق اکبرؓ کی جگہ پر ہوں۔ اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ تم سب مؤمنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں اس طرح وہ امیر المؤمنین کہلائے اور یہ لفظ اتنا پسند کیا گیا کہ اُن کے بعد سارے ہی خلیفہ اس لقب سے ملقب ہوئے بلکہ یہ لفظ شخصی لقب کی بجائے عہدۂ خلافت پر متمکن ہونے والے کا عہدہ بتانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

دار الہجرۃ مدینہ منورہ میں جو حکومت عہد نبویؐ میں قائم ہوئی تھی وہ نہ تو کسی ایک نسل کی تنظیم کا نتیجہ تھی، نہ کسی ایک وطن والوں کی تنظیم کا ادارہ تھا، اور نہ یہ کسی فاتح کی فاتحانہ یلغار سے وجود میں آئی تھی۔ عرب اس وقت سینکڑوں مستقل بالذات قبائل میں منقسم تھے۔ ان کی تنظیم سے ایک ایسی حکومت کے وجود میں آنے کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ان میں صہیب رومیؓ، سلمان فارسیؓ، بلال حبشیؓ اور سیکڑوں غیر عرب لوگ مساوی درجہ

Marfat.com

کے حامل ہی نہیں بلکہ بہت سے عربوں، بلکہ مکیوں اور قریشیوں سے بھی زیادہ معزز اور بااختیار ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے قیصر، ایران کے کسریٰ، حبشہ کے نجاشی کو تبلیغی خطوط بھیجے اور مسلمان ہوجانے کی دعوت دی۔ وہ بھی یہ واضح کرتے ہیں کہ مدینہ کی حکومت کوئی نسلی یا وطنی حکومت نہ تھی۔ اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تصریح کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ عربوں کو عجمیوں پر، یا عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت و امتیاز حاصل نہیں ہے تو کون کہہ سکتا ہے مدینہ کی حکومت کسی قبائلی، نسلی، یا وطنی تنظیم کا نتیجہ تھی۔ اسی طرح جب ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ اور ان کے مہاجر صحابہ آئے تھے وہ فاتح نہیں بلکہ مہاجر کی حیثیت سے آئے تھے۔ ان کی تعداد بھی مقامی باشندوں سے کم اور بہت ہی کم تھی۔ دولتمند بھی نہ تھے، فاقہ کش اور بے خانماں لوگ تھے۔ اور جب دس سال کے بعد رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو اس وقت مدینہ کے علاوہ تقریباً ۹ لاکھ ستائیس ہزار مربع میل کا رقبہ حکومت مدینہ کے ماتحت تھا۔ اس وسیع رقبۂ حکومت میں سے جبال الشمر کے دامن میں واقع خیبر، شہر مکہ کا شہری رقبہ اور دو ایک چھوٹے چھوٹے رقبہ جات کے علاوہ کوئی مفتوح علاقہ شامل نہ تھا، اور سارے مفتوحہ علاقہ کا مجموعی رقبہ تین ہزار مربع میل سے بھی کم تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں کی فوجی طاقت نے مدینہ میں ایک حکومت کو وجود بخشا تھا۔

مدینہ کی حکومت اطاعت رسولؐ کا ادنیٰ دنیاوی صلہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا تھا۔ اور حکومت و سلطنت حقیقتہً اتنی بڑی اور جاودانی چیز بھی نہیں جسے اچھے اور دین دار لوگ اپنی اللہ سے وابستگی کا مکمل صلہ قرار دیں۔ حکومت و سلطنت کا مقصد قرآن حکیم کی رہنمائی کے بموجب عدل و انصاف، امن عام اور مساواتِ نوعِ انسانی کا قیام ہے۔ اور جب مسلمانوں کو حکومت عطا ہوئی تو ان پر یہ فریضہ عاید کیا گیا کہ وہ نمازیں قایم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، دوسروں کو اچھی باتوں کا حکم دیں، اور بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکیں۔ اس طرح حکومت ایک بڑے مقصد کے حصول کا ذریعہ تو ہے لیکن خود اپنی جگہ پر

Marfat.com

مقصد نہیں ہے۔

حکومتیں تو ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں قائم ہوتی ہی رہتی ہیں۔ افراد سے عائلات، عائلات کے باہمی تعاون سے معاشرے اور معاشرے کے کسی رقبہ میں پوری طرح منظم ہو جانے سے اسٹیٹ یا ریاست وجود میں آہی جاتی ہے اور پھر اُن اسباب و وجوہ کی بنا پر جو تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہیں، مٹ کر ختم بھی ہو جاتی ہیں۔

مدینہ منورہ میں بھی دس سال کے قلیل عرصہ میں ایک حکومت پیدا ہو گئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی دو حیثیتوں کی حامل تھی۔ ایک تو صاحبِ وحی رسول برحق کی، اور دوسری اس نئی حکومت کے سربراہ اور مرکز ادارہ کی، اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ جل جلالہٗ کا تسلیم کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضیٔ الٰہی کے ترجمان اور اس کے نفاذ کے لئے اعلیٰ ترین سربراہ تھے۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پہلی حیثیت میں ان کی جانشینی کا خیال کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ سب کا ایمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین تھے اور وحی رسالت کا سلسلہ اُن پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اب نہ کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے اور نہ ایسی حیثیت کا مالک ہو سکتا کہ اُس کا ہر حکم مطلقاً واجب التعمیل ہو، حضورؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی جانشینی صرف ریاست مدینہ کے سربراہ کی حیثیت میں جانشینی کی تھی، ایک خلیفہ چاہئے تھا جو امت مسلمہ میں شریعتِ اسلامی کے نفاذ کا افسرِ اعلیٰ ہو، اور بس۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتخاب کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں وضاحت کے ساتھ کہہ دیا کہ :-

> لوگو! خدا کی قسم میرے دل میں حاکم و امیر بن جانے کی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی، میں نے خفیہ یا علانیہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے کوئی دعا بھی کبھی نہ کی۔ لیکن صرف اس خطرہ کی وجہ سے کہ کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔

Marfat.com

میں اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔

"لوگو! میں تم پر حاکم تو بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کج روی کروں تو مجھے سیدھا کر دو،

خطبہ کے ان چند ابتدائی کلمات سے تین اصول وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجاتے ہیں۔

(الف) خلیفہ کا انتخاب کسی ذاتی استحقاق کی بنا پر نہیں ہوتا۔

(ب) خلیفہ کی اطاعت کوئی اطاعت مطلقہ نہیں ہوتی بلکہ صرف ان امور میں ہوتی ہے جو اللہ و رسولؐ کی نظر میں اچھے ہوں۔

(ج) خلیفہ اگر کبھی اللہ و رسولؐ کی بتائی ہوئی مستقیم راہ سے کج روی اختیار کرے تو اس کو سیدھی راہ پر لانے کا فریضہ اُمت مسلمہ پر عاید ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سلطان ترکی عبدالمجید تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور ۱۳۴۱ سال کی طویل مدت میں ۱۰۴ خلفاء ہوئے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس طویل فہرست میں کوئی بُرا نہیں تھا، یہ سارے خلفاء سب کے سب اچھے ہی تھے، یقیناً ان میں جہاں نیکوکار اور نیک اندیش افراد ملتے ہیں وہاں بُرے اور بد اندیش بھی موجود ہیں۔ اور یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ادارۂ خلافت کو ہر زمانہ میں یکساں مقام و مرتبہ حاصل نہ رہا، کبھی یہ بااقتدار مضبوط مرکز کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ کبھی کمزور بلکہ نہایت کمزور اور محض نام کے لئے باقی رہا۔ ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کرۂ ارضی پر نوع انسانی کی تاریخ سے الگ نہیں ہے، دنیا عالم اسباب ہے اور اسباب کی تبدیلی سے اس میں تغیر و تبدل آتا ہی رہتا ہے۔ بڑی بڑی زبردست سلطنتیں قایم ہوتی ہیں اور فنا ہو جاتی ہیں۔ گھنے جنگل صحرائے ریگستان میں بدل جاتے ہیں۔ اور سمندر ہرے بھرے کھیتوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ؎

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے — یہی دنیا کا کارخانہ ہے

Marfat.com

ادارۂ خلافت قوی بھی رہا اور کمزور بھی، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگرچہ اس کی افادیت میں کمی بیشی ہوئی لیکن ادارہ بالکل بے کار کبھی نہیں ہوا۔ اس سے مسلمانوں کی ایک مرکزیت قایم تھی، اور کچھ نہ کچھ لوگ رقبہ جاتی بہبود سے بلند ہو کر سوچا ہی کرتے تھے، اور اس مرکز سے افادی کام بھی بہت سے ہوا کرتے تھے۔ مسلمان چاہے کسی ملک کی اقلیت ہی کیوں نہ تھے مگر ادارۂ خلافت کو اپنا مرکز سمجھتے تھے، اور خلافت کی طرف سے بھی ان کی امداد تعلیمی اداروں کے قیام اور دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے مالی امداد وغیرہ کی صورت میں کی جاتی تھی، اسی چودھویں ہجری کی ابتدا میں بھی یہ ہوا کہ چین کے صدر مقام پر خلافت عثمانی کے اخراجات سے دینی مدرسہ قایم کیا گیا۔ اور اس کے اخراجات جب تک خلافت قایم رہی خلافت کی طرف سے ادا کئے جاتے رہے۔ ۱۹۱۸ء تک بیسیوں ادارے لبنان، شام، حجاز اور عراق میں خلافت کی امداد سے چلتے رہے۔ خلافت کے عطیات سے استنبول اور قاہرہ میں بہت سی علمی کتابیں شایع ہوئیں۔ اور بہت سے علماء کو وظائف عطا ہوئے۔ دور افتادہ ممالک تک میں خلافت عثمانی کی طرف سے بارہا کتابیں تقسیم کی گئیں اور ارباب علم و فضل کی قدر افزائی ہوتی رہی۔

ان تمام کاموں کی فہرست بڑی طویل ہے جو ۱۹۱۸ء (۱۳۳۷ھ) تک خلافت کی طرف سے ہوتے رہے۔ ان کارہائے خیر کے علاوہ سب سے بڑا کام جو خلافت کی طرف سے انجام پذیر ہوتا تھا وہ یہ تھا کہ رقبہ جاتی قومیت کا یہ جنون جس نے ایک ایک صوبہ نہیں بلکہ ایک ایک ضلع کو متحارب گروہوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا، خلافت کے وجود سے بڑی حد تک یہ جنون اعتدال پر رہا اور اس میں وہ شدت نہیں پیدا ہو سکی جو ہمیں ۱۹۱۸ء کے بعد سے دکھائی دیتی ہے۔

بہرحال، ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال کی ضد اور ناعاقبت اندیشی سے یہ مفید ادارہ ختم کر دیا گیا، اب مسلمانوں کا کوئی مرکز باقی نہیں رہا۔ دو سال کے اندر ہی اہل نظر نے یہ

Marfat.com

محسوس کر لیا کہ اگر فوراً مسلمانوں کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے کے لئے کچھ نہ کیا گیا تو وطنیت کا زہرناک اثر جو بُری طرح سرایت کر رہا ہے نہ جانے اور کیا کیا صورتیں پیدا کر دے گا۔ اس لئے مختلف ملکوں کے اہلِ نظر مختلف جماعتیں، کانفرنسیں اور ادارے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء میں مکہ مکرمہ میں مسلمان علماء و زعماء جمع ہوئے اور موتمر العالم الاسلامی کی بنیاد رکھی گئی۔ بعد میں مرحوم حسن البناء نے مصر میں اخوان المسلمین کی جماعت بنائیں، الجزائر اور مراکش میں جماعتیں بنیں، اور دوسرے مقامات پر بھی لامرکزیت کو محسوس کر کے خالص اسلامی بنیادوں پر جماعتیں بنائی گئیں تاکہ وطن پرستی کی تنگ ظرفیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ ساری مخلصانہ مساعی بعض مجبوریوں کی وجہ سے کچھ بہت زیادہ کارآمد ثابت نہ ہوسکیں۔ فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ ہوگیا اور سارے مسلمان دیکھتے رہے۔ کچھ نہ کر سکے۔ بیسیوں بے جان اور بے کار ریاستیں چھوٹے چھوٹے رقبوں میں پیدا ہوگئیں۔ ان کے زعماء وطنیت کی زہرناک شراب سے ایسے مست ہیں کہ ساری دنیا تو الگ رہی وہ ابھی تک صرف عربی بولنے والوں کو بھی کسی بات پر متفق نہیں کر سکے۔ ہر معاملہ میں وطن اور وطن کی مصلحتیں آڑے آرہی ہیں۔ اور جب آفاقیت اور انسان دوستی کے سب سے بڑی مدعی مسلمانوں کا یہ حال ہے تو دوسری اقوام کو کیا کہا جائے جن کے نمائندہ ادارۂ اقوام متحدہ میں بیٹھ کر بھی عدل وانصاف کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتے، ایک ایک ملک بنا کر ان کو ایسا تنگ نظر اور خود غرض بنا دیا گیا ہے کہ یہ کند ذہن لوگ عام انسانوں کی بھلائی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ایسی کوئی بات ان کے ذہن میں آہی نہیں سکتی۔

ادارۂ خلافت کے ختم کر دینے سے مسلمانوں کو تو نقصان پہنچا ہی غیر مسلم اقوام کیلئے بھی سوچنے اور محسوس کرنے کا طریقہ بدل گیا۔ اب یہ حال ہے کہ امریکہ اگر کسی کی امداد کرتا ہے تو صرف امریکہ کا تسلط جمانے کے لئے اور روس اگر کسی کی ہمنوائی کرتا ہے تو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے۔ انسانیت کی بہبود کا کوئی خیال نہ ان کے دماغوں میں کہیں موجود

Marfat.com

سے ہے اور نہ اُن کے۔

وطنیت اور رقبہ جاتی وابستگی کے اس جنون کو اعتدال پر لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بین الاقوامی ادارے زیادہ سے زیادہ قایم کئے جائیں، لوگوں کو بار بار بتایا جائے کہ امن عام اور عالمی خوش حالی کے بغیر کسی ایک ملک کی ترقی پائیدار نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ کون کرے، مسلمان خود وطن کی دیوی کے سامنے سربسجود ہے۔ تو غیر مسلموں کو کیا کہا جائے۔

اس وقت ماشاء اللہ ۴۹ چھوٹے بڑے مسلم ممالک آزاد ممالک کی فہرست میں داخل ہیں۔ اگر پائیدار امن اور کامیاب دفاع کے لئے یہ پھر سے ادارۂ خلافت قایم کرلیں تو شاید دنیا کی تقدیر بدل جائے۔ یہ کام مشکل ہے لیکن محال نہیں ہے۔ اس وقت سب سے ضروری اور سب سے اہم کام یہی ہے۔ اس کے بغیر نہ مسلم ممالک کی معاشی ترقی ممکن ہے اور نہ ان کا سیاسی وقار قایم رہ سکتا ہے۔ اس وقت جو اسلامی ادارے بین الاقوامی انداز کے قایم ہیں مثلاً موتمر العالم الاسلامی، رابطۃ العالم الاسلامی، اسلامی کانفرنس وزرائے خارجہ وغیرہ وغیرہ وہ انتہائی اخلاص اور تن دہی کے ساتھ کام کرکے بھی وہ مقاصد نہیں حاصل کر سکتے جو ادارۂ خلافت کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس لئے ضروری ہے مجلس خلافت ہی کے نام سے ایک ادارہ قایم کیا جائے ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس وقت جو قائدین مسلم ممالک کی قیادت پر فائز ہیں وہ سب کے سب اس کے لئے فوراً راضی نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ انہیں ادارۂ خلافت سے وابستہ ہو کر بہت سی پابندیاں قبول کرنی پڑیں گی۔ لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ ابتداء ہی سے سب کے سب اس میں شریک ہو جائیں، اور یہ کون کہتا ہے کہ قایم ہوتے ہی یہ ادارہ خلافتِ راشدہ کی طرح بااختیار مرکز بن جائے گا۔ ابتداء میں تو لوگ اس کا مذاق اُڑائیں گے لیکن اگر یہ قایم ہو جائے تو تھوڑے ہی دنوں میں ایک موثر ادارہ ثابت ہو سکتا ہے۔

میں نے بعض مسلمانوں کو یہ کہتے بھی سُنا ہے کہ جب سارے مسلمان متفق ہو جائیں گے تو

۱۲۳۶۷۷۴۶

Marfat.com

ادارۂ خلافت قایم ہوگا۔ یہ محض ٹال مٹول کی باتیں ہیں اور شرط مقدم کی ایک شکل صورت ہے۔ اگر چار حکومتیں بھی ایک معاہدہ کے ذریعہ ادارۂ خلافت قایم کرلیں تو مرکز کی ایک شکل پیدا ہوجائے گی، اور دوسری حکومتیں بھی دیر سویر اس ادارہ سے وابستہ ہوجائیں گی، ابتداء میں لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، لیکن چند آزاد ممالک باہمی تعاون اور یک جہتی کے لئے اگر کوئی ادارہ قایم کرلیں تو اس کے مفید ہونے میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جسے اس ادارہ کا سربراہ منتخب کیا جائے اور امیر المؤمنین کے لقب سے ملقب ہو، وہ ساری زندگی کے لئے منتخب کیا جائے۔ پانچ، سات سال کے لئے بھی کسی کو خلافت کے عہدہ کیلئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ باری باری سے مختلف ملکوں سے انتخاب بھی ہوسکتا ہے۔ یہ تفصیلات ایک مشترک کمیٹی میں طے ہوسکتی ہیں۔

غرض یہ کہ ایسے ادارہ کے قیام میں ہمارے زعماء کی بزدلی، کم ظرفی اور خود غرضی کے سوا کوئی اور بات مانع نہیں ہے۔ یہ لوگ لفظ خلافت سے ڈرتے ہیں، اس لئے کبھی مجلس وزرا نام رکھتے ہیں اور کبھی مجلسِ اقتصاد اور کبھی مجلس تعاون۔ باوجود تمنائے دلی کے، شاید ان میں لفظ خلافت کے استعمال کی جُرأت نہیں ہے۔

یہ فہرست اب تک خلیفہ کہے جانے والوں کی مختصر اور غیر مفصّل فہرست ہے۔ اس میں ایک سلسلہ تو وہ ہے جو عام طور پر تسلیم شدہ خلفاء کا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہوکر سلطان عبدالمجید ثانی آخری عثمانی خلیفہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں جملہ ۱۰۴ خلفائے کے نام ہیں۔

خاندانی اعتبار سے ابتدائی تین خلفاء تین مختلف خانوادوں سے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی تیم سے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنی عدی سے اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ بنی امیہ سے تھے، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اولادِ ابی طالب بنی ہاشم سے تھے۔ ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہؓ اولادِ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے اور بنی امیہ سے تھے۔ اس کے بعد مروان بن حکم اور اُن کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی بنو امیہ سے تھے اور انہیں مروانی خلفاء کہا جاتا ہے۔ پھر عباسی خلفاء کا دور شروع ہوتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے اور ہاشمی تھے، ان کا پہلا خلیفہ ابوالعباس السفاح تھا اور آخری المتوکل علی اللہ۔ اس سلسلہ کے بعد ترکی کے عثمانی خلفاء کا دور آتا ہے۔ یہ لوگ عثمان بن اُرخان ترکی فرماں روا کی اولاد میں تھے۔ ان کا پہلا خلیفہ سلطان سلیم عثمانی تھا، اور آخری سلطان عبدالمجید ثانی۔ اس بڑے سلسلہ کا شمار یہ ہے۔

مختلف خانوادوں کے صحابہ کرام	۳
بنی طالب،	۲
بنی سفیان	۲
بنی مروان	۱۲
بنی عباس (بغداد)	۳۷
ایضاً (القاہرہ)	۱۷
بنی عثمان (استنبول۔ قسطنطنیہ)	29

ان میں سے چھ بزرگ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذی النورینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسن بن علیؓ، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کبار تھے۔ انہیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے۔ اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۱ھ سے ۶۰ھ یعنی حضرت صدیق اکبر کی خلافت سے شروع ہو کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی وفات تک شمار ہوتا ہے۔

بنی عباس کے عہد میں بعض سیاسی وجوہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروان ثانی تک خلفاء کو خلفائے بنو امیہ کہا گیا اور ان کے عہد کو خلافتِ بنی امیہ کا نام دیا گیا یہی اموی

Marfat.com

خلافت کا دور کہلاتا ہے۔ اس طرح خلافتِ راشدہ کے عہد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ تک محدود کر دیا گیا۔ بنو عباس کے عہد میں مورخین نے جو کتابیں لکھیں، ان میں سے اکثر میں عہدِ خلافت کی تقسیم اس طرح ہوئی اور یہی اب تک رائج ہے۔

(۱) عہد خلافتِ راشدہ۔ ۴۰ھ تک، دار الخلافہ، مدینہ منورہ۔ د۔ کوفہ

(۲) عہد خلافت بنو امیہ۔ ۴۱ھ (عام الجماعۃ) سے ۱۳۲ھ تک، دار الخلافہ دمشق

(۳) عہد خلافت بنو عباس۔ ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ یعنی (بربادی بغداد تک۔ دار الخلافہ انبار و بغداد

(۴) عہد خلافت بنو عباس ۶۵۸ھ سے ۹۲۳ھ تک، دار الخلافہ، قاہرہ (مصر)

(۵) عہد خلافت عثمانیہ ۹۲۳ھ سے ۱۳۴۲ھ تک، دار الخلافہ، استنبول (قسطنطنیہ)

ان پانچوں ادوار میں جملہ ۱۰۴ خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت خلافت ہوئی۔

(۱) خلفائے راشدہ ــــ ۴

(۲) خلفائے متنازعہ ــــ

(۳) خلفائے بنو امیہ ــــ

(۴) خلفائے بنو عباس (انبار و بغداد) ۳۷

(۵) خلفائے بنو عباس (قاہرہ) ۱۷

(۶) خلفائے عثمانیہ۔ ۲۹

۱۳۴۱ سال کی اس طویل مدت میں کچھ اور فرماں رواؤں نے بھی خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا اور امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا، بعض نے بڑے بڑے علاقوں میں اپنی خلافت کا اثر قایم کیا، اور بعض نے چھوٹے علاقوں میں۔ ایسے خلفاء میں سے یہ تین سلسلے قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) خلفائے بنو امیہ، اندلس میں،

(۲) خلفائے بنو فاطمیہ، مصر میں،

Marfat.com

(۳) خلفائے موحدین:

ان تین خاندانی سلسلوں کے علاوہ جنہوں نے مرکز سے اپنا رشتہ توڑ لیا تھا، باقی جو بھی مسلمانوں میں حکمراں ہوئے، وہ مضبوط یا برائے نام روحانی رشتہ خلافت بنی عباس یا خلافت عثمانی سے قایم رکھتے تھے اور اسے مسلمانوں کا مرکز سمجھتے تھے۔ اگرچہ ان کا عملی الحاق نہ ہوتا تھا۔ اور وہ حکمرانی میں آزاد تھے۔

مگران کا اخلاقی و روحانی تعلق مرکزِ خلافت سے رہتا تھا۔ اور بہت سے فرماں رواوں نے تو اس وقت تک تخت فرماں روائی پر قدم بھی نہیں رکھا جب تک کہ خلیفۂ وقت سے حکمرانی کی سند اور خلعت فرماں روائی انہیں حاصل نہ ہو گیا۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے چند علماء سندِ حکمرانی اور خلعت فرماں روائی لے کر آئے اور انہوں نے بھرے دربار میں بادشاہ کو یہ سند و خلعت عطا فرمائی، اس کے بعد بادشاہ نے خلیفہ کے نام پر حکومت کی باقاعدہ کارروائی کی۔ یہ ایک رسم ہی تھی لیکن اس رسم کا اثر عوام پر بہت ہی گہرا ہوتا تھا۔ خود بادشاہ بھی اس موقع پر خلافت کے وفادار رہنے کی قسم کھاتا تھا۔

غرض یہ کہ ادارۂ خلافت ایک مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب یہ قوی ہوتا اور با اختیار مرکز کی حیثیت سے کام کرتا تو ساری دنیائے اسلام کی رقبہ جاتی اور نظریاتی دونوں سرحدوں کی حفاظت کرتا اور جب تشتت و انتشار کا شکار ہو کر یہ بے اختیار ہو جاتا اُس وقت بھی اس کا وجود افادیت سے خالی نہ ہوتا۔ کم از کم نظریاتی حدود کے تحفظ میں اس کا بڑا دخل ہوتا تھا۔ نگاہ و نظر کی نامسلمانی کو روکنے میں بڑی مؤثر خدمات انجام دیتا تھا۔ دربارِ خلافت سے وابستہ علماء کا فیصلہ سب سے زیادہ قابلِ احترام فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔ اور عوام اس کے مقابلہ میں ہر قول کو باطل سمجھ کر ٹھکرا دیتے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اگر اب بھی مسلمان ادارۂ خلافت قایم کر لیں تو اس کی کمزوری کے باوجود بہت کچھ فائدے اُس سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری

Marfat.com

ہے یہ ادارہ ادارۂ خلافت ہی کے نام سے موسوم ہو، یہ نام بہت سے تصورات کا حامل ہے اور تاریخ کے طویل عرصہ نے اس نام کو خاص قسم کے معانی عطا کئے ہیں۔ کسی دوسرے نام سے بنایا ہوا ادارہ نہ اتنے معانی اپنے لئے مہیا کر سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کے ذہن و دماغ پر کسی دوسرے نام سے وہ اثر مرتب ہو سکے گا جو لفظ خلافت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے ۱۹۲۴ء سے اب تک مختلف ناموں سے بین الاقوامی ادارے بنا کر دیکھ لیا ہے۔ یہ ادارے مفید تو ہوتے ہیں لیکن ہمہ گیر معانی کے حامل نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کی افادیت کا دائرہ بہت ہی تنگ رہ جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ الخلافۃ الاسلامیۃ کے نام سے ایک ادارہ قایم کر دیا جائے۔ اس وقت جو ادارے مختلف ناموں اور محدود خدمات کے لئے قایم ہیں وہ کچھ دنوں کے تذبذب اور کشمکش و پیچ کے بعد بالآخر ادارۂ خلافت سے تعاون کریں گے یا فنا ہو جائیں گے۔

یہ اصطلاح کہ حضرت معاویہؓ سے لے کر مروان ثانی تک سب کو خلفائے بنی امیہ کہا جائے۔ عہد عباسی کے خوشامدیوں نے بنائی ہے تاکہ عباسیوں کی خوشنودی حاصل کریں۔ ورنہ تاریخی اور عقلی دونوں بنیادوں پر یہ اصطلاح غلط ہے اگر مقصود یہ ہے کہ یہ سب امیہ بن عبدالشمس کی اولاد میں تھے تو حضرت عثمانؓ بھی امیہ بن عبدالشمس کی اولاد میں سے تھے، خلافت بنی امیہ میں انہیں کیوں نہ شمار کیا گیا۔ اور اگر مقصود یہ ہے کہ سارے بنو امیہ ان کے طرفدار تھے تو تاریخی طور پر یہ بھی غلط ہے۔ بہت سے بنی امیہ نے ان کے خلاف ہو کر جنگیں کی تھیں۔ اس لئے صحیح اصطلاح یہی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسن کو طالبین، حضرت معاویہ اور یزید اول کو سفیانیین اور مروان اول سے مروان ثانی تک کے ۱۲ خلفا کو مروانیین کہا جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست خلفائے اسلام (خلافت اسلامیہ)

شمار	نام ولقب	تاریخِ بیعت	دارالخلافہ	کیفیت
۱	الصدیق رض، حضرت ابوبکر عبداللہ العتیق بن ابو قحافہ عثمان رض	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ / ۶۳۲ء	مدینہ منورہ	
۲	الفاروق رض امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رض	۲۲ رجمادی الآخرۃ سنہ ۱۳ھ / ۶۳۴ء	〃	
۳	ذوالنورین رض 〃 عثمان بن عفان رض	یکم محرم الحرام سنہ ۲۴ھ / ۶۴۴ء	〃	
۴	المرتضیٰ 〃 علی بن ابی طالب رض	۱۷ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ / ۶۵۶ء	کوفہ	آپ نے شہر کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔
۵	السبط المجتبیٰ 〃 حسن بن علی رض	رمضان سنہ ۴۰ھ / ۶۶۱ء	〃	
۶	امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیان رض	ربیع الاول سنہ ۴۱ھ / ۶۶۱ء	دمشق	سنہ ۴۱ھ کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے اور اسی سال سے خلافت بنی اُمیہ کا عہد شمار کرتے ہیں۔
۷	〃 یزید الاول بن معاویہ رح	رجب سنہ ۶۰ھ / ۶۸۰ء	〃	
۸	〃 عبداللہ بن زبیر العوام رض	یکم ربیع الثانی سنہ ۶۴ھ / ۶۸۳ء	مکہ مکرمہ	تا ۱۵ رجمادی الاول سنہ ۷۳ھ / ۶۹۲ء

Marfat.com

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت		دار الخلافہ	کیفیت
۹	امیر المؤمنین مروان الاول بن الحکم رح	۳ ر ذی قعدہ	سنہ ۶۴ھ / ۶۸۳ء	دمشق	
۱۰	〃 عبد الملک بن مروان رح	۲۷ ر رمضان	سنہ ۶۵ھ / ۶۸۵ء	〃	
۱۱	〃 الولید الاول بن عبد الملک رح	۱۴ ر شوال	سنہ ۸۶ھ / ۷۰۵ء	〃	
۱۲	〃 سلیمان بن عبد الملک رح	۱۵ ر جمادی الآخر	سنہ ۹۶ھ / ۷۱۵ء	〃	
۱۳	〃 عمر بن عبد العزیز رح	۱۰ ر صفر	سنہ ۹۹ھ / ۷۱۷ء	〃	
۱۴	〃 یزید الثانی بن عبد الملک رح	۲۰ ر رجب	سنہ ۱۰۱ھ / ۷۲۰ء	〃	
۱۵	〃 ہشام بن عبد الملک رح	۲۶ ر شعبان	سنہ ۱۰۵ھ / ۷۲۴ء	〃	
۱۶	〃 الولید الثانی بن یزید الثانی رح	۶ ر ربیع الثانی	سنہ ۱۲۵ھ / ۷۴۳ء	〃	

Marfat.com

خلافتِ اسلامیہ

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۱۷	امیر المؤمنین یزید الثالث بن الولید الثانی رح	۲۷ر جمادی الآخر سنہ ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء	دمشق	
۱۸	″ ابراہیم بن الولید الثانی رح	۷ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء	″	
۱۹	″ مروان الثانی بن محمد رح	۱۴ر صفر سنہ ۱۲۷ھ / ۷۴۴ء	″	بنی امیہ کا آخری خلیفہ، ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں بہ مقام بوصیر (مصر) میدان جنگ میں شہید ہو گیا۔
۲۰	″ السفاح، ابو العباس عبد اللہ بن محمد العباسی	۱۳ر ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء	کوفہ ہاشمیہ	بنی عباس کا پہلا خلیفہ۔
۲۱	″ المنصور، ابو جعفر عبد اللہ بن محمد	۱۳ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء	بغداد	المنصور نے بغداد کا شہر تعمیر کرایا اور اسے مدینۃ السلام کا نام دے کر دار الخلافہ قرار دیا۔
۲۲	″ المہدی ابو عبد اللہ محمد بن المنصور	۶ر ذی الحجہ سنہ ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء	″	
۲۳	″ الہادی ابو محمد موسیٰ بن المہدی	۲۲ر محرم الحرام سنہ ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء	″	
۲۴	″ الہارون الرشید ابو جعفر بن المہدی	۱۶ر ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء	″	

Marfat.com

خلافتِ اسلامیہ

شمار	نام ولقب	تاریخِ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۲۵	امیر المؤمنین الامین، ابو موسیٰ محمد بن الرشید	۳ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء	بغداد	
۲۶	" المامون، ابو جعفر عبد اللہ بن الرشید	۲۶ر محرم سنہ ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء	"	
۲۷	" المعتصم باللہ، محمد بن الرشید	۱۶ر رجب سنہ ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء	"	
۲۸	" الواثق باللہ، ابو جعفر ہارون بن المعتصم	۱۸ر ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ / ۸۴۲ء	"	
۲۹	" المتوکل علی اللہ، ابو الفضل جعفر بن المعتصم	۲۳ر ذی الحجہ سنہ ۲۳۲ھ / ۸۴۷ء	"	
۳۰	" المنتصر باللہ، ابو جعفر محمد بن المتوکل	۴ر شوال سنہ ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء	"	
۳۱	" المستعین باللہ، ابو العباس احمد بن محمد بن المتوکل	۳ر ربیع الثانی سنہ ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء	"	
۳۲	" المعتز باللہ، ابو عبد اللہ محمد بن المتوکل	۴ر محرم سنہ ۲۵۲ھ / ۸۶۶ء	"	یا اواخر ذی الحجہ سنہ ۲۵۱ھ

Marfat.com

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۳۳	امیر المؤمنین المہتدی باللہ، ابو اسحٰق محمد بن الواثق	۲۷ رجب سنہ ۲۵۵ھ ۸۶۹ء	بغداد	
۳۴	" المعتمد علی اللہ ابو العباس احمد بن المتوکل	۱۸ رجب سنہ ۲۵۶ھ ۸۷۰ء	"	
۳۵	" المعتضد باللہ، ابو العباس احمد بن الموفق ابن المتوکل	۲۰ رجب سنہ ۲۷۹ھ ۸۹۲ء	"	
۳۶	" المکتفی باللہ، ابو محمد علی بن المعتضد	۲۲ ربیع الثانی سنہ ۲۸۹ھ ۹۰۲ء	"	
۳۷	" المقتدر باللہ، ابو الفضل جعفر بن المعتضد	۱۲ ذی قعدہ سنہ ۲۹۵ھ ۹۰۸ء	"	
۳۸	" القاہر باللہ، ابو المنصور محمد بن المعتضد	۲۷ شوال سنہ ۳۲۰ھ ۹۳۲ء	"	
۳۹	" الراضی باللہ، ابو العباس احمد بن المقتدر	۶ جمادی الاول سنہ ۳۲۲ھ ۹۳۴ء	"	
۴۰	" المتقی للہ، ابو اسحٰق ابراھیم بن المقتدر	۲۰ ربیع الاول سنہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء	"	

Marfat.com

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۴۱	امیر المؤمنین، المستکفی باللہ، ابوالقاسم عبداللہ بن المکتفی ۲۰ر صفر	سنہ ۳۳۳ھ / ۹۴۴ء	بغداد	
۴۲	″ المطیع للہ، ابوالقاسم الفضل بن المقتدر ۱۲ر جمادی الآخرۃ	سنہ ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء	″	
۴۳	″ الطایع للہ، ابوالفضل عبدالکریم بن المطیع ۱۳ر ذی قعدہ	سنہ ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء	″	
۴۴	″ القادر باللہ، احمد بن اسحٰق بن المقتدر ۱۹ر رجب	سنہ ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء	″	
۴۵	″ القایم بامر اللہ، ابوجعفر عبداللہ بن القادر باللہ ۱۱ر ذی الحجہ	سنہ ۴۲۲ھ / ۱۰۳۱ء	″	
۴۶	″ المقتدی بامر اللہ، ابوالقاسم عبداللہ محمد بن القایم ۱۳ر شعبان	سنہ ۴۶۷ھ / ۱۰۷۵ء	″	
۴۷	″ المستظہر باللہ، ابوالعباس احمد بن المقتدی ۱۵ر محرم	سنہ ۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء	″	
۴۸	″ المسترشد باللہ، ابوالمنصور الفضل بن المستظہر ۱۶ر ربیع الثانی	سنہ ۵۱۲ھ / ۱۱۱۸ء	″	

Marfat.com

شمار	نام و لقب	تاریخِ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۴۹	امیر المؤمنین، الراشد بامر اللہ، ابوجعفر المنصور بن المسترشد	۱۷ر ذی قعدہ سنہ ۵۲۹ھ / ۱۱۳۵ء	بغداد	
۵۰	〃 المقتفی لامر اللہ، ابو عبداللہ محمد بن المستظہر	۱۸ر ذی قعدہ سنہ ۵۳۰ھ / ۱۱۳۶ء	〃	
۵۱	〃 المستنجد باللہ، ابو المظفر یوسف بن المقتفی	۲ر ربیع الاول سنہ ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء	〃	
۵۲	〃 المستضیٔ بامر اللہ، ابو محمد الحسن بن المستنجد	۹ر ربیع الثانی سنہ ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء	〃	
۵۳	〃 الناصر لدین اللہ، ابو العباس احمد بن المستضیٔ	۲ر ذی قعدہ سنہ ۵۷۵ھ / ۱۱۸۰ء	〃	
۵۴	〃 الظاہر بامر اللہ، ابو نصر محمد بن الناصر	۳۰ر رمضان سنہ ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء	〃	
۵۵	〃 المستنصر باللہ، ابو جعفر المنصور بن الظاہر	۱۴ر رجب سنہ ۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء	〃	
۵۶	〃 المستعصم باللہ، ابو احمد عبداللہ بن المستنصر	۱۰ر جمادی الآخرہ سنہ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء	〃	

Marfat.com

محرم ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں ہولاکو ولد تولی ولد چنگیز خان ایک بُت پرست تاتاری نے طویل محاصرہ کے بعد ابن علقمی وزیر کی غداری اور نصیرالدین طوسی کی تحریض پر شہر بغداد کو فتح کر لیا۔ سارے شہر کو قتل عام کے بعد جلا دیا۔ اور ۱۴؍صفر ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء کو خلیفہ المستعصم کو بھی شہید کر دیا۔ اسی حادثہ پر حضرت سعدی شیرازی کی وہ نظم لکھی گئی ہے جس کا پہلا شعر ہے ؎

آسماں را حق بود گر خون ببارد بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین

المستعصم باللہ کی شہادت پر خلافتِ عباسیہ بغداد کا دور ختم ہوگیا۔ یہ دور ۱۳۲ھ/۷۵۰ء سے ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء تک رہا۔
تقریباً ساڑھے تین سال کے بعد بہ تاریخ ۱۳؍رجب ۶۵۹ھ (مطابق ۱۳؍جون ۱۲۶۰ء) کو قاہرہ (مصر) میں امیر المؤمنین المستنصر باللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس وقت سے خلافتِ عباسیہ مصر کا دور شروع ہوا۔ یہ دور ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء تک رہا۔ جب کہ خلیفۂ عثمانی سلطان سلیم اول کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔

Marfat.com

شمار	نام و لقب		تاریخ بیعت		دار الخلافہ	کیفیت
	خلافتِ عباسیہ مصر میں جملہ سترہ (۱۷) خلفاء ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔					
۵۷	المستنصر باللہ،	ابو القاسم احمد بن الظاہر بامر اللہ	۱۳ رجب	سنہ ۶۵۹ھ / ۱۲۶۰ء	القاہرہ	
۵۸	الحاکم بامر اللہ (الاوّل)	ابو العباس احمد بن الحسن	۸ محرم	سنہ ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء	〃	
۵۹	المستکفی باللہ (الاوّل)	ابو ربیعہ سلیمان بن الحاکم	جمادی الاولیٰ	سنہ ۷۰۱ھ / ۱۳۰۲ء	〃	
۶۰	الواثق باللہ (الاوّل)	ابو اسحٰق ابراہیم	۶ ذی قعدہ	سنہ ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء	〃	
۶۱	الحاکم بامر اللہ (الثانی)	ابو العباس احمد بن المستکفی	۱۲ ذی الحجہ	سنہ ۷۴۰ھ	〃	
۶۲	المعتضد (الاوّل)	ابو الفتح ابوبکر بن المستکفی	جمادی الآخرہ	سنہ ۷۵۳ھ / ۱۳۵۲ء	〃	
۶۳	المتوکل (الاوّل)	ابو عبد اللہ محمد بن المعتضد	جمادی الاولیٰ	سنہ ۷۶۳ھ / ۱۳۶۲ء	〃	

شمار	نام ولقب	تاریخ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
۶۴	المعتصم، ابو یحییٰ زکریا بن الواثق الاول	ربیع الاول سنہ ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء	القاہرہ	
	المتوکل الاول (دوبارہ)	ربیع الثانی سنہ ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء	″	
۶۵	الواثق الثانی ابو حفص عمر بن الواثق الاول	رجب سنہ ۷۸۵ھ ۱۳۸۳ء	″	
	المعتصم (دوبارہ)	۱۹ر شوال سنہ ۷۸۸ھ ۱۳۸۵ء	″	
	المتوکل (سہ بارہ)	۱۰ر جمادی الاولیٰ سنہ ۷۹۱ھ ۱۳۸۸ء	″	
۶۶	المستعین، ابو الفضل عباس بن المتوکل	رجب سنہ ۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء	″	
۶۷	المعتضد الثانی، ابو الفتح داود بن المتوکل	۱۶ر ذی الحجہ سنہ ۸۱۶ھ ۱۴۱۴ء	″	
۶۸	المستکفی الثانی، ابو ربیعہ سلیمان بن المتوکل	۳ر ربیع الاول سنہ ۸۴۵ھ ۱۴۴۱ء	″	

Marfat.com

شمار	نام ولقب		تاریخ بیعت	دارالخلافہ	کیفیت
۶۹	القائم ، ابوبکر حمزہ بن المتوکل	محرم	سنہ ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء	القاہرہ	
۷۰	المستنجد ، ابوالمحاسن یوسف بن المتوکل	رجب	سنہ ۸۵۹ھ / ۱۴۵۵ء	″	
۷۱	المتوکل الثانی ، ابوالاعز عبدالعزیز بن المستعین	۲۶ر محرم	سنہ ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء	″	
۷۲	المستمسک ، ابوالصبر یعقوب بن المتوکل الثانی	صفر	سنہ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء	″	
۷۳	المتوکل الثالث بن المستمسک		سنہ ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء	″	
	المستمسک (دوبارہ)		سنہ ۹۲۲ھ / ۱۵۶۶ء	″	
	المتوکل الثالث (دوبارہ)		سنہ ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء	″	

سنہ ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں ترک عثمانی سلطان سلیم الاول نے مصر کو فتح کر کے دولت چراکسہ مصر

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت	دار الخلافہ	کیفیت
	کا خاتمہ کر دیا اور خلیفہ المتوکل الثالث کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ (استنبول) لے گیا۔ المتوکل الثالث نے تبرکات خلافت سلطان سلیم الاول کے سپرد کر کے اُن کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لی۔ اس وقت سے خلفائے عثمانیہ ترکی کا دور شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں ۲۹ خلفاء ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔			
۷۴	سلیم الاول ، یاوز بن بایزید	سنہ ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء	استنبول	پہلا عثمانی خلیفہ ،
۷۵	سلیمان بن سلیم الاول (سلیمان القانونی) ۱۵ شوال	سنہ ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء	〃	
۷۶	سلیم الثانی بن سلیمان الاول ۸ ربیع الاول	سنہ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء	〃	

Marfat.com

خلافتِ اسلامیہ

شمار	نام ولقب	تاریخ بیعت		دارالخلافہ	کیفیت
۷۷	مراد الثالث بن سلیم	۷ر رمضان	سنہ ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء	استنبول	
۷۸	محمد الثالث بن مراد	۹ر جمادی الآخر	سنہ ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۵ء	〃	
۷۹	احمد الاول بن محمد الثالث	۱۷ر رجب	سنہ ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء	〃	
۸۰	مصطفیٰ الاول بن محمد الثالث	۲۲ر ذی قعدہ	سنہ ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء	〃	
۸۱	عثمان الثانی بن احمد الاول	یکم ربیع الاول	سنہ ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء	〃	
	مصطفیٰ الاول (دوبارہ)	۷ر رجب سنہ ۱۰۳۱ھ	سنہ	〃	
۸۲	مراد الرابع، غازی بن احمد	۱۳ر ذی قعدہ	سنہ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء	〃	
۸۳	ابراھیم بن احمد	یکم ذی قعدہ	سنہ ۱۰۴۹ھ / ۱۶۴۰ء	〃	

Marfat.com

شمار	نام ولقب	تاریخ بیعت		دار الخلافہ	کیفیت
۸۴	محمد الرابع، اوچی بن ابراہیم	یکم شعبان	سنہ ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء	استنبول	
۸۵	سلیمان الثانی بن ابراہیم	۲ر محرم	سنہ ۱۰۹۹ھ / ۱۶۸۷ء	"	
۸۶	احمد الثانی بن ابراہیم	۲۶ر رمضان	سنہ ۱۱۰۲ھ / ۱۶۹۱ء	"	
۸۷	مصطفیٰ الثانی بن محمد عثمانی	۹ر جمادی الآخرہ	سنہ ۱۱۰۶ھ / ۱۶۹۴ء	"	
۸۸	احمد الثالث بن محمد	۲۳ر شعبان	سنہ ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء	"	
۸۹	محمود الاول بن مصطفیٰ	۱ر ربیع الاول	سنہ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء	"	
۹۰	عثمان الثالث بن مصطفیٰ	۲۳ر صفر	سنہ ۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء	"	
۹۱	مصطفیٰ الثالث بن احمد	۲۸ر ربیع الاول	سنہ ۱۱۷۱ھ / ۱۷۸۷ء	"	

Marfat.com

خلافتِ اسلامیہ

شمار	نام ولقب	تاریخِ بیعت		دار الخلافہ	کیفیت
۹۲	عبد الحمید الاول بن احمد	۸ر شوال	سنہ ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء	استنبول	
۹۳	سلیم الثالث بن مصطفیٰ	۱۱ر رجب	سنہ ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۹ء	"	
۹۴	مصطفیٰ الرابع بن عبد الحمید		سنہ ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء	"	
۹۵	محمود الثانی بن عبد الحمید		سنہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء	"	
۹۶	عبد المجید الاول بن محمود	۲۵ر ربیع الثانی	سنہ ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء	"	معمارِ حرم
۹۷	عبد العزیز بن محمود	۱۵ر ذی الحجہ	سنہ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۱ء	"	
۹۸	مراد الخامس بن عبد المجید	۵ر جمادی الآخرہ	سنہ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء	"	
۹۹	عبد الحمید الثانی بن عبد المجید	۱۰ر شعبان	سنہ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء	"	

Marfat.com

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت		دار الخلافہ	کیفیت
۱۰۰	محمد الخامس، رشاد بن عبد المجید	۶ ربیع الثانی	سنہ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء	استنبول	
۱۰۱	محمد السادس، وحید الدین بن عبد المجید	۲۳ رمضان	سنہ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء	"	
۱۰۲	عبد المجید الثانی بن عبد العزیز	ربیع الاول	سنہ ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء	"	تا سنہ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء

Marfat.com

خلافتِ فاطمیہ (العبیدیہ) (الاسماعیلیہ)

شمار	نام و لقب	تاریخ بیعت	کیفیت
۱	الامام عبداللہ المہدی، عبیداللہ بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن محمد بن جعفر الصادق بن الامام محمد باقر بن الامام علی زین العابدین بن الامام حسین بن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے ۲۹۷ھ / ۹۱۰ء میں افریقیہ حکومت حاصل ہوتے ہی ۲۹۷ھ / ۹۱۰ء میں اپنا لقب المہدی باللہ امیر المؤمنین اختیار کر کے اپنی خلافت کا اعلان فرمایا۔	ربیع الآخر ۲۹۷ھ ابتدائً مقام رقادہ (افریقیہ) اور ۳۰۳ھ سے نو تعمیر شہر المہدیہ (قریب تونس، افریقیہ)	شیعہ اسماعیلیہ کے گیارہویں امام، ولادت بمقام سلمیہ (قریب حمص، ملک شام) ۲۶۰ھ۔
۲	القایم بامر اللہ، محمد نزار ابو القاسم بن عبید المہدی باللہ	المہدیہ ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء	
۳	المنصور بنصر اللہ، ابو طاہر اسمٰعیل بن القایم بامر اللہ محمد نزار	۱۲ شوال ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء "	
۴	المعز لدین اللہ، ابو تمیم معد بن اسمٰعیل بن القایم بامر اللہ	۲۹ شوال ۳۴۱ھ / ۹۵۳ء " والقاہرہ	ان کے غلام جوہر نے مصر فتح کر کے شہر القاہرہ بسایا اور یہی شہر فاطمیوں کا دار الخلافہ قرار پایا۔

Marfat.com

خلافتِ فاطمیہ (العبیدیہ) (الاسماعیلیہ)

شمار	نام ولقب			تاریخ بیعت	کیفیت
۵	العزیز باللہ ابو المنصور نزار بن معد،	(القاہرہ)	۱۴ ربیع الآخر	سنہ ۳۶۵ھ / ۹۷۵ء	
۶	الحاکم بامر اللہ منصور بن نزار بن معد،	"	۲۸ رمضان	سنہ ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء	ان کی وفات پر ایک شیعہ فرقہ دروزیہ وجود میں آیا۔
۷	الظاہر لاعزاز دین اللہ، ابو الحسین علی بن منصور	"	۲۷ شوال	سنہ ۴۱۱ھ / ۱۰۲۱ء	
۸	المستنصر باللہ ابو تمیم معد بن الظاہر	"	۱۵ شعبان	سنہ ۴۲۷ھ / ۱۰۳۶ء	
۹	المستعلی باللہ، ابو القاسم احمد بن المستنصر	"	۱۸ ذی الحجہ	سنہ ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء	ان سے اختلاف کر کے شیعوں کا ایک فرقہ نزاریہ پیدا ہوا جو آج کل آغا خانی کہلاتا ہے۔
۱۰	الآمر باحکام اللہ ابو علی	"	۱۷ صفر	سنہ ۴۹۵ھ / ۱۱۰۱ء	
۱۱	ابو القاسم محمد طیب المستور	"	۳ ذی الحجہ	سنہ ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء	
۱۲	الحافظ لدین اللہ، ابو المیمون عبد المجید بن محمد المستنصر	"		سنہ ۵۲۸ھ / ۱۱۳۴ء	یہ دو سال تک ابتداءً امام طیب کے نائب تھے۔ جب امام طیب نہ ظاہر ہوئے تو ۵۲۸ھ میں خود امام و امیر المؤمنین ہو گئے

Marfat.com

خلافتِ فاطمیہ (العبیدیہ) (الاسماعیلیہ)

شمار	نام و لقب	تاریخِ بیعت	کیفیت
۱۳	الظافر یوسف بن عبدالمجید الحافظ	سنہ ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء	
۱۴	الفائز بنصر اللہ	سنہ ۵۴۹ھ / ۱۱۵۴ء	
۱۵	العاضد لدین اللہ	سنہ ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء	سنہ ۵۶۷ھ / ۱۱۷۱ء میں خلافت فاطمیہ ختم ہوگئی اور سارے عالم اسلامی کی طرح القاہرہ میں بھی عباسی خلیفۂ بغداد کی خلافت کا خطبہ ہونے لگا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ (مطابق ۷ جون ۶۳۲ء) کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اور اسی دن شام کو حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کو باتفاق صحابہ آپؐ کا جانشین (خلیفہ) منتخب کیا گیا۔ صحابہ کرام نے انھیں اللہ و رسول کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے سربراہِ حکومت بنا کر ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی، اور اقرار کیا کہ بہ شرط اتباع رسول وہ اُن کے احکام کی تعمیل کریں گے۔ اسی وقت سے خلافتِ اسلامیہ کی ابتدا ہوئی۔

نام: حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان ہے۔ پہلے ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبداللہ کر دیا۔ ابوبکر ان کی کنیت ہے اور الصدیق و العتیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کئے ہوئے القاب ہیں۔ ان کا خاندانی تعلق قبیلۂ قریش کی شاخ بنی تیم سے ہے۔ ساتویں پُشت میں ان کا نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مِل جاتا ہے۔ پورا نسب نامہ یہ ہے۔ ابوبکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک، فہر کا لقب قریش ہے۔ اور مرہ بن کعب کے دوسرے فرزند تیم کے بھائی) کلاب ہی کی اولاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ولادت: بمقام مکہ مکرمہ سنہ ۵۱ قبل الہجرۃ (سنہ ۵۷۳ء)

اسلام:- جب سنہ ۶۱۰ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور

Marfat.com

قرآن مجید کی اولین آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی فوراً تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں الصدیق کا لقب دیا۔ ان سے پہلے صرف ام المؤمنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ دوسرے انسان اور اولین مردِ مسلمان ہیں۔ اس وقت سے ہر مشکل و آسانی میں۔ میدانِ جہاد اور مسجد میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار وفادار اور رفیق جاں نثار رہے اور ہجرت کے خطرناک وقت میں تو صرف ایک ابوبکرؓ ہی رسولؐ کے ساتھ تھے جو غار ثور میں اور سفر مدینہ میں ہر جگہ ساتھ رہے، حضرت ابوبکرؓ نے اسلام لانے سے پہلے بھی نہ کبھی بت پرستی کی، نہ شراب خواری نہ کبھی قمار بازی یا فسق و فجور میں کوئی حصہ لیا۔ یہ رسول اللہؐ سے صرف ڈھائی سال چھوٹے تھے، اور بچپن کے رفیق اور دوست تھے۔ دونوں کے مزاج اور اطوار میں بڑی یکسانی تھی، حضرت ابوبکر نے ابتداء ہی سے اپنا مال اور اپنی جان کو تبلیغِ اسلام کے لئے وقف کر رکھا تھا، بہت سے غلاموں کو کافروں سے خرید کر آزاد کیا، تمام غزوات میں شریک رہے، ہر موقع پر اپنی دولت کو مقاصد اسلامی پر قربان کیا، وہ تمام تکالیف اور سختیوں میں رسول کے رفیق رہے۔ انھیں ہمیشہ رسول اللہؐ کے رفیق ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ ۹ھ میں حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے امیر الحج ہوئے، خود آپ نے ان کو اپنا نائب اور امیر بنا کر مدینہ سے بھیجا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں ان ہی کو نمازوں کے لئے اپنی جگہ امام مقرر فرمایا تھا۔ نہایت مضبوط ارادہ کے نرم خو آدمی تھے۔ متانت اور سنجیدگی کے علاوہ فکر صحیح کے لئے مشہور تھے۔

اسلام سے پہلے مکہ مکرمہ کے حاکم ادارہ دار الندوہ کے یہ ایک محترم و معزز رکن تھے، اور سارے عرب میں ان کا احترام کیا جاتا تھا، اور اسلام کے بعد

Marfat.com

بھی انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے قریب مشیر سمجھا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ سب سے زیادہ محترم اور بزرگ آدمی تھے۔ یہ دس جنتی (عشرہ مبشرہ) میں اولین صحابی تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

خلافت دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ (۷ جون ۶۳۲ء) کو مدینہ منورہ میں ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔

وفات شبِ شنبہ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ (۲۳ اگست ۶۳۴ء) بمقام مدینہ منورہ بہ عارضۂ تپ محرقہ، بوقت شب وفات پائی۔ قبر حجرۂ بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پہلو میں ہے۔ نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ مدتِ خلافت، دو سال، تین ماہ اور دس دن،

اہم واقعات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ منتخب کیا جا چکا اور مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تو آپ نے اپنا پہلا خطبہ دیا جس میں فرمایا:

"لوگو! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں کبھی امارت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی، نہ کبھی میں نے امیر بنائے جانے کی خفیہ یا علانیہ دعا کی، لیکن اس خطرہ کی وجہ سے کہ اختلاف پیدا ہو کر فتنہ برپا نہ ہو جائے میں امارت کا بوجھ اُٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔

لوگو! میں تمہارے کاموں کے لئے والی تو بنا دیا گیا ہوں لیکن میں تمہاری جماعت میں سب سے اعلیٰ نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میری اطاعت کرنا، اور اگر میں کوئی ٹیڑھی چال چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔

سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارا کمزور شخص میری نظر میں قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلا دوں اور تمہارا قوی ترین فرد میری نظر میں کمزور رہے جب تک دوسروں کا حق اُس سے

Marfat.com

نہ وصول کروں۔ اگر اللہ و رسول ؐ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اللہ و رسول ؐ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت کسی پر واجب نہیں ہے"

صحابہ کرام نے یہ خطبہ سُنا ان کے لئے یہ کوئی عجیب بات نہ تھی، وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وحی نبوت کا سلسلہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا۔ آپ کا جو بھی جانشیں ہو گا وہ حکومت کی سربراہی کے لئے ہو گا۔ اس کی اطاعت صرف اُسی وقت واجب ہو گی جب کہ وہ خود اللہ و رسول ؐ کا مطیع و فرمان بردار رہو۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ابو بکر الصدیق رضؓ جماعت میں سب سے بہتر ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ خلیفہ جماعت کا افضل ترین فرد ہو۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ ؐ کے خلیفہ کا اولین فریضہ امن اور عدل قایم رکھنا ہی ہے۔

بعض جعلی روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضؓ کے ہاتھ پر چھ ماہ تک بیعت نہیں کی، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بے جا اور غلط الزام ہے۔ انہوں نے اسی دن حضرت ابو بکر رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی جس دن دوسرے صحابہ نے بیعت کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ ہی سے حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کی امامت میں نمازیں ادا کرتے تھے، وہ بیعت سے کیوں انکار کرتے۔ بعض فسانہ گویوں نے یہ افسانہ بھی تراشا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ نے کبھی بیعت ہی نہیں کی اور چھ ماہ کے بعد وفات پا گئے۔ یہ محض افسانہ ہے، حضرت سعد رضؓ نے وہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کرلی تھی۔ لیکن چونکہ وہ بیمار تھے اور اسی بیماری میں وفات پا گئے۔ اس لئے ان کا ذکر عہد صدیقی میں نہیں ملتا ہے۔ وہ بیماری ہی میں مدینہ منورہ کے ایک قریبی گاؤں میں بغرض صحت چلے گئے تھے جہاں چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

مشکلات حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کا تقریباً سوا دو سال کا زمانۂ خلافت بڑی بڑی مشکلات سے بھرا ہوا ہے۔ ادارۂ خلافت کا اولین فریضۂ امن عام قایم رکھنا اور

Marfat.com

مسلمانوں کے دین اور اُن کی جان و مال کی حفاظت کرنا ہے جسے ہم دوسرے لفظوں میں ریاستِ اسلامی کے زمینی حدود اور نظریاتی حدود کے تحفظ سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں، اس فریضہ کے بعد دوسرے درجہ پر دینی و دنیاوی ترقی کے لئے دیگر اعمال اجتماعی کی انجام دہی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو پہلے ہی دن سے داخلی وخارجی فتنوں سے دوچار ہونا پڑا جن سے انھوں نے ہمت، جرأت اور اس حرارتِ ایمانی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ اپنی وفات تک صرف دو سال اور ڈھائی مہینہ میں تمام داخلی فتنوں کو دبا کر ریاستِ اسلامی کی بنیادوں کو مضبوط و استوار کر دیا۔

اسلامی ریاست ریاستِ اسلامی تاریخِ انسانی میں پہلی ریاست تھی جو کسی وطنی یا نسلی رابطہ کی بنیاد پر نہیں قایم ہوئی تھی، بلکہ اس کی بنیادیں ایمان و یقین پر تھی۔ ایک رابطۂ ایمانی اور نظری رشتہ تھا جس نے لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا تھا۔ عام طور پر دنیا میں جہاں کہیں اور جب کبھی کوئی ریاست وجود میں آتی ہے اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ افراد کو ایک نسلی رابطہ جوڑ دیتا ہے، یا ایک وطنی رابطہ کلمہ جامعہ کا کام کر دیتا ہے، اور لوگ ایک ساتھ مل کر جد و جہد کرتے ہیں، نسل اور وطن کے ہیرو کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے پہلے اندرونی تنظیم وجود میں آتی ہے اور پھر بیرونی فتوحات کے ذریعہ حدود مملکت میں توسیع ہو کر ایک بڑی ریاست وجود میں آجاتی ہے۔ لیکن اس کلیہ میں پہلی بار استثنائی صورت عہدِ رسالت میں پیدا ہوتی تھی کہ ہر نسل اور ہر وطن کے افراد کو دین اسلام قبول کرکے اس ریاست میں بہ حق مساوی شرکت کا موقع دے دیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ کسی فاتح کے ساتھ اس حیثیت سے نہیں آئے تھے۔ نسلاً بھی یہ لوگ عدنانی تھے اور مدینہ کی آبادی قحطانی تھی۔ ان دونوں نسلی گروہوں کے مابین مدت دراز سے چشمک اور عناد موجود تھی، یہ عناد و چشمک صدیوں بلکہ ہزار سال سے قایم تھی۔ لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ کے قحطانیوں نے

Marfat.com

اپنے دشمن عدنانیوں کا مہمانوں کی طرح استقبال کیا۔ اور حقیقی بھائیوں کی طرح ان کے ساتھ سلوک اور امداد کر کے انصار (مدد کرنے والے) کا لقب زبان وحی سے حاصل کیا قرآن مجید میں اس کا ذکر کئی آیتوں میں موجود ہے جن میں سے یہ آیت آج تک مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا نشان بنی ہوئی ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ
لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا
حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲-۱۰۳)

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ط لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ط وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

(سورۃ انفال، آیت - ۶۳)

(ترجمہ) اے وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہو، اللہ سے ایسے ڈرتے رہو، جیسے ڈرنا تم پر واجب ہے۔ اور تم کو موت صرف اس حالت میں آئے کہ تم اللہ کے فرمان بردار ہو، ۔ اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو، اور آپس میں تفرقہ نہ کرو، اپنے اوپر اللہ کی نعمت (ایمان) کو یاد تو کرو، (ایک دن وہ تھے) کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہارے

Marfat.com

دلوں کو جوڑ دیا تو پھر تم اس کی نعمت (ایمان) کی وجہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے، اور تم تو جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے (کہ اب جا گرے) تو اللہ نے تم کو اس سے نجات دی، اللہ اسی طرح اپنی نشانیوں کو تمہارے لئے ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔ (آل عمران)

اور اللہ نے ایمان والوں کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اے نبی، اگر آپ زمین کی ہر چیز کو اس مقصد کے لئے صرف کر دیتے پھر بھی آپ ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ بلاشبہ اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ (الانفال)

غرض یہ کہ زمانۂ قدیم سے نسلی منافرت بلکہ عداوت عدنانیوں اور قحطانیوں کے مابین موجود تھی اور پھر ان دونوں نسلوں کی مختلف شاخوں میں بھی موجود تھی، بنی کنانہ اور قریشیوں کے مابین بیر تھا تو اوس و خزرج کے مابین اس سے بھی زیادہ عداوت تھی۔ اس حالت میں جس قوتِ جامعہ نے ان سب کو جوڑ کر ایک امت بنا دیا تھا وہ ایمان اور نظریۂ اسلامی کے سوا کوئی اور چیز نہیں تھی۔ اسی نظریہ سے وابستگی نے ریاست اسلامی کو جنم دیا تھا۔ اس لئے یہ ایک نظریاتی ریاست تھی۔

حملہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوتے تو ریاست اسلامی کے حدود ارضی پر بھی حملہ ہونے لگا اور اس سے کہیں زیادہ اس ریاست کے نظریاتی حدود کی پامالی کے لئے لوگ تیار ہو گئے۔ بعض عرب قبائل نے نسلی تنظیم و اتحاد کی بنیاد پر خود مختاری کا دعویٰ کیا، اور بعض نے حدود وطن کی بنیاد پر اپنی ریاست قایم کر لی۔ اور بعض قبائل کے قسمت آزماؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثالی کامیابی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اگر وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر دیں تو انہیں بھی ایسی ہی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ ایسے لوگوں نے نسلی تنظیموں کا سہارا لے کر بڑی قوت پیدا کر لی۔ یہود

Marfat.com

انتقامی کارروائیں اور تیز ہو گئے۔ انہوں نے عرب قبائل میں منافرت پھیلانے کی جتنی کوششیں کیں، اس سے زیادہ ملحقہ حکومتوں، روم کی عیسائی حکومت اور ایران (فارس) کی آتش پرست حکومت کو ریاستِ اسلامی کے قیام سے مستقبل کے خطرات کا بھیانک نقشہ جا جا کر سمجھایا۔ یہودی اس سے پہلے عرب قبائل کو بھڑکا کر مدینہ پر حملے کرا چکے تھے۔ غزوۂ احزاب میں بہت سے قبائل کا متحد ہو کر مدینہ پر حملہ یہودیوں کا بڑا عظیم کارنامہ تھا۔ لیکن اس محاصرہ کی ناکامی کے بعد، اور جب کہ مسلمانوں نے ان کے مرکز خیبر پر قبضہ کر لیا، پھر دو ہی سال کے اندر قریش کے مرکز مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو انھوں نے یہ سمجھ لیا عرب میں اب کوئی قوت مسلمانوں کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی، اس لئے انھوں نے اپنے نقشۂ انتقام کو اور وسعت دی۔ یمن اور دوسرے قحطانی قبائل کو تیار کر کے اسلام کے نظریۂ اتحاد پر نظریاتی حملہ کی صورت پیدا کر دی، اور عرب کے جوار میں دو ہی بڑی اور قوی حکومتیں تھیں، ایک رومی حکومت اور دوسری فارس کی ساسانی حکومت، ان دونوں حکومتوں میں یہود کا ایک مدت سے اچھا رسوخ تھا، ان دونوں کو اسلامی ریاست کے زمینی سرحدوں پر حملہ کے لئے تیار کر دیا۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو انھیں ان دونوں قسم کے حملوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی مدینہ کی ریاست نوزائیدہ اور کمزور تھی، ایسی کہ دارالخلافہ سے قریب ہی بسنے والے قبیلے بنی عبس اور ذبیان مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت کر بیٹھے۔ وہ مقام ذی القصہ تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ نہایت مستعدی سے فوراً اپنے رفیقوں کا دستہ لے کر ذی القصہ پہنچے اور پوری قوت سے حملہ کر کے ان کی جمعیت کو شکست دی، ذی القصہ کو ایک حفاظتی چوکی قرار دے کر مجاہدین کے ایک دستہ کو وہاں متعین کر دیا۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کے عہد خلافت میں کچھ نومسلم قبائل تو مرتد ہو کر الگ ہو گئے، کچھ نے اسلام سے وابستگی کا اقرار کرتے ہوئے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اور کچھ

Marfat.com

قسمت آزماؤں نے اپنی خود ساختہ نبوتوں کا اعلان کرکے اپنے گرد فسادیوں کو جمع کرلیا۔ اس کے بعد لوٹ، مار اور غارتگری کا دور شروع ہوگیا۔ ختم نبوت کا انکار حقیقۃً نظریۂ اسلام سے ایسی شدید بغاوت تھی کہ جس کو دبانے کے لئے مسلمانوں کے پاس بہ ظاہر قوت موجود نہ تھی، مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور امداد سے ان سب پر قابو پالیا۔ اور اسلام پر اس شدید ترین نظریاتی حملہ کا پامردی، جرأت اور مستقل مزاجی سے پورا مقابلہ کیا اور پوری طرح کامیاب رہے۔

جھوٹے نبی عہدِ صدیقی میں حسب ذیل پانچ شخصیتوں نے دعوائے نبوت کیا۔ یہ پانچوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صادق تسلیم کرتے تھے لیکن یا تو اپنے آپ کو نبوت میں شریک قرار دیتے تھے، یا رسول اللہ کی تائید میں مبعوث کیا جانے والا نبی کہتے تھے صرف ایک مسیلمہ کذاب ایسا مدعی نبوت تھا جو ابتدا میں تو شریک فی النبوت بنا تھا لیکن جب اُس کی جمعیۃ بہت بڑھ گئی اور وہ بڑی قوت کا مالک ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنے آپ کو مستقل نبی کہنے لگا۔ اس نے عبادات میں من مانی خفیف بھی کردی اور قرآن مجید کے ہم پلہ ایک کتاب بھی بناکر پیش کردی۔ یہ پانچ مدعیان نبوت یہ تھے؛

(۱) مسیلمہ کذاب، یہ بنو بکر کی ایک شاخ بنو حنیفہ کا ایک شخص تھا۔ اور یمن اس کا وطن تھا۔ اور وہیں اپنی بڑی جمعیت جمع کرکے سونے کا تاج پہن کر بنی اور بادشاہ بن بیٹھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے خلاف حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل، حضرت شرجبیلؓ اور حضرت خالد بن الولیدؓ کی سرکردگی میں متعدد فوجیں بھیجیں، پھر حضرت زبیر بن العوامؓ کی قیادت میں امدادی دستے بھیجے۔ مسلمانوں نے ایک طویل عرصہ تک جنگ کرکے شکست اور فتح سے گزر کر بہت سے مجاہدین کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن الولیدؓ کی قیادت میں اس فتنہ کو ختم کیا۔ حضرت حمزہؓ

Marfat.com

کے قاتل حضرت وحشی نے جواب مسلمان تھے، مسیلمہ کذاب کو قتل کردیا۔
مسیلمہ کذاب نے نسلی تنظیم اور نسلی منافرت پر اپنی جمعیۃ کو قایم کیا تھا، اس کے متبع شاعروں نے نسلی منافرت کو ہوا دی تھی۔ اب تک ان کے بعض اشعار موجود ہیں۔

(۲) طلیحہ اسدی، یہ قبیلۂ اسد کا سردار تھا۔ اسے بھی حضرت خالدہی نے زیر کیا۔ یہ بعد کو مسلمان ہوگئے، اور خلافت فاروقی میں انھوں نے بحیثیت مجاہد مسلمانوں کے ساتھ کارہائے نمایاں انجام دیے۔

(۳) اسود عنسی، یمن کا رہنے والا اور قحطانی قبیلۂ عنس کا ایک شخص تھا۔ اس نے بڑی قوت حاصل کرلی اور یمن کے صدر مقام صنعاء پر قابض ہوگیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ اس کے مقابلہ پر متعین ہوئے۔ خود اس کی بیوی اور سپہ سالار نے اس کے خلاف سازش کرکے اس کو قتل کرا دیا۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے قتل کئے جانے کی اطلاع اس دن مدینہ منورہ پہنچی جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ یہ عہدِ خلافتِ صدیقی میں قتل کیا گیا۔ بہرحال اس کے متبعین کو راہ راست پر لانے کا کام عہدِ صدیقی میں اتمام کو پہنچا۔

(۴) لقیط بن مالک، یہ عمان کا رہنے والا تھا۔ وفاتِ رسولؐ کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بڑی جمعیت اکٹھا کرلی، بڑی بڑی مشکلات کے بعد مسلمانوں نے اس پر فتح حاصل کی، یہ مہم حضرت حذیفہ رضؓ کی سرکردگی میں سر ہوئی۔

(۵) سجاح یہ بنو تمیم کی شاخ یربوع کی ایک حسین، چالاک اور طرار عورت

Marfat.com

تھی۔ اس کی کنیت اُم صادر تھی، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت جلد اچھی خاصی قوت پیدا کرلی، اس کے بعد مسیلمہ کذاب سے اس نے اپنی شادی کرلی اور اس کی بیوی بن گئی۔ جب مسیلمہ کذاب مارا گیا تو یہ بھاگ کر کہیں روپوش ہوگئی۔ اس کے بہت دنوں کے بعد یہ توبہ کر کے مسلمان ہوگئی۔ یہ عورت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت تک زندہ تھی۔ اس کا قبیلہ سرحدِ عراق پر آباد تھا اور وہیں اُس نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے مسلمان ہونے کے بعد اچھی اور ناقابلِ اعتراض زندگی بسر کی۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ نے اِن پانچوں مدعیان نبوت کا استیصال کرنے، عام ارتداد کو دبانے اور مانعین زکوٰۃ کو قابو میں لانے کے ساتھ ریاستِ اسلامی کی سرحدوں کی طرف بڑھنے سے رومی اور ایرانی حکومت کو بھی روکا، انھیں پیچھے ہٹایا۔ اور ان کے تقریباً ۵۰ ہزار مربع میل رقبہ پر قبضہ کر کے اسلامی ریاست میں ان علاقوں کو شامل کرلیا۔ اس سلسلہ میں رومیوں کی عظیم اور تربیت یافتہ فوجوں سے کئی بار معرکے ہوئے اور رومیوں کو شکست ہوئی، یہاں تک کہ رومیوں کے اہم ترین مشرقی شہر دمشق کا مجاہدینِ اسلام نے محاصرہ کرلیا۔ اسی محاصرہ کے زمانہ ہی میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، اور اس کے کچھ دنوں کے بعد عہدِ خلافتِ فاروقی میں دمشق فتح ہوا۔

ہمسایہ مملکتیں ریاستِ اسلامی کے جوار میں اس وقت دو بڑی حکومتیں تھیں حکومتِ روم اور حکومت فارس (ایران)، حکومت روم اس وقت ملک شام پر قابض تھی، اس کا مغربی دارالسلطنت شہر قسطنطنیہ تھا، اور مشرقی دارالسلطنت انطاکیہ تھا۔ اس زمانہ میں رومی بادشاہ اور اُن کی رعایا مذہب عیسائیت کے پیرو ہی نہیں بلکہ عیسائیت

Marfat.com

کے پرجوش حامی اور مبلغ بھی تھے۔ رومی مقبوضات کے قریب عرب کی چند ریاستیں تھیں جو دولتِ روم کے ماتحت بعض خراج گزار تھیں اور بعض پر سے خراج تو معاف کر دیا گیا تھا مگر وقت پر رومی حکومت کی امداد اور چند پابندیاں عاید تھیں۔ رومی حکومت مدینہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کو اپنی بالادستی کے لئے خطرہ سمجھنے لگی تھی۔ اس لئے وہ نہیں پسند کرتی تھی کہ عرب کے قبائل دینِ اسلام کے ماتحت منظم ہو کر رومی بالادستی کے لئے خطرہ ثابت ہوں۔ تقریباً سارا ہی عرب جو عملاً رومی حکومت کے ماتحت نہ تھا وہ بھی رومی حکومت کی بالادستی کو کسی نہ قدر تسلیم کرتا تھا۔ لین دین میں رومیوں ہی کے سکے مقبول و متداول تھے۔

دوسری طرف فارس کی مجوسی (آتش پرست و ستارہ پرست) حکومت تھی۔ اس زمانہ میں جو خاندان تختِ شاہی پر جلوہ افروز تھا۔ اس کی ابتداء اردشیر بابکان کی بادشاہی ۲۲۳ء میں ہوئی تھی خلافت صدیقی کی ابتداء ۱۱ھ (۶۳۲ء) تک اس خاندان کی حکومت کو چار سال سے زیادہ مدت ہو چکی تھی۔ یہ ساسانی خاندان کہلاتا ہے۔ اور اس کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا۔

اس زمانہ میں یہ خاندان عراق پر بھی حاکم تھا اور شاہانِ ساسانی کا دارالسلطنت موجودہ شہر بغداد سے متصل شہر مدائن تھا کیونکہ اُن کے ایرانی دارالسلطنت اصطخر کو سکندر اعظم نے جلا کر خاک کر دیا تھا۔ عرب کا صوبہ یمن بھی چند سال پہلے تک اسی کے ماتحت تھا اور عہدِ رسالت میں بغیر کسی فوجی کارروائی کے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ کی مرکزی تنظیم سے وابستہ ہو گیا تھا۔

اگرچہ رومی حکومت کے فرمانروا اور حکام بھی عربوں کو ذلیل اور کمتر درجہ کی قوم سمجھتے تھے لیکن ساسانی بادشاہ تو عربوں کو اس قدر کمتر درجے کے لوگ سمجھتے تھے کہ

Marfat.com

اُن کے بادشاہ خسرو پرویز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی گرامی نامہ کو پھاڑ دیا تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۶ھ کا ہے۔ اسے غصہ تھا کہ ایک عام آدمی نے بادشاہ ایران کو خط لکھنے کی جرأت ہی کیوں کی۔ اُس نے اپنے ماتحت بازان حاکم یمن کو فرمان بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے گرفتار کر کے مداین کے ایرانی دربار میں بھیج دے تاکہ بادشاہ کو خط لکھنے سے جو ساسانی بادشاہ کی بے ادبی ہوئی ہے اس کی سزا خط لکھنے والے کو دی جائے۔ اور گورنر یمن نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں کچھ سرکاری آدمی مدینہ بھیجے بھی تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ کی ناراضی سے مطلع کر کے معذرت نامہ اور معافی کی درخواست آپ سے لکھوائیں۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اسی شب کہ جب کہ یمن کے یہ لوگ مدینہ منورہ میں مہمان تھے، خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ صبح کو جب آپ نے یمن کے اُن قاصدوں کو خسرو پرویز کے قتل کی اطلاع دی تو یہ لوگ واپس یمن چلے گئے۔ خسرو پرویز کے قتل کے بعد دربار ایران تنازعہ تخت نشینی میں مبتلا ہو گیا۔ حصولِ اقتدار کے لئے سازشیں ہوتی رہیں۔ شاہی خاندان کے بہت سے افراد قتل کئے گئے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں دعوتِ اسلام کے لئے مبلغ بھیجے اور یمن کے لوگ مسلمان ہو گئے دربار ایران سے اُن کا تعلق منقطع ہو گیا۔

آویزش عراق سے متصل عرب علاقہ میں بعض قبائل کی نیم آزاد ریاستیں قائم تھیں جو ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت دیسی ریاستوں کا درجہ رکھتی تھیں، ان میں سے بنو بکر کے سردار مثنیٰ بن حارثہ شیبانی مسلمان ہو گئے تو ان کے خلاف دربار ایران نے فوجی کارروائی کی یہ بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے مدد کے طالب ہوئے خلیفہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو انکی مدد کیلئے حکم دیا۔ اسطرح دربار کسریٰ سے مسلمانوں کی آویزش شروع ہوئی۔ رومی حکومت سے مسلمانوں کی آویزش سنہ ۸ھ سے شروع ہوئی۔ سنہ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلعم نے تبلیغی گرامی نامے بادشاہوں اور امرا کو بھیجے تھے تو ایک خط شرحبیل بن عمر رئیس بلقاء کو ارسال کیا تھا یہ مکتوب لیکر حضرت حارث

Marfat.com

کو قتل کر دیا تھا۔ یہ ریاست قیصرِ روم کے ماتحت تھی۔ کسی نامہ بر یا سفیر کا قتل کر دینا ایسی ظالمانہ اور بیہودہ حرکت تھی کہ رئیس بلقا اس کے ردِعمل کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس نے متوقع انتقامی کارروائی سے تحفظ کے لئے اپنے آقا قیصرِ روم کو اطلاع دے کر اُس سے مدد کا طالب ہوا۔ قیصر نے اس کی امداد کی اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ فوجیوں کا ایک لشکرِ جرار شرجبیل بن عمرو رئیس بلقا کے پاس جمع ہو گیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روکنے کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضؓ کی سپہ سالاری میں تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر بھیجا۔ یہ غزوہ تاریخِ اسلام میں غزوۂ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس غزوہ میں تین جلیل القدر صحابہ یکے بعد دیگرے اسلامی فوج کے سپہ سالار ہو کر شہید ہوئے۔ اول حضرت زید بن حارثہ رضؓ، دوم حضرت جعفر طیار رضؓ، اور سوم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ، اس کے بعد حضرت خالد بن الولید رضؓ نے مجاہدین کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی، اور اس ترکیب کے ساتھ پسپا ہو کر بقیہ مجاہدین کو اتنی بڑی فوج کے نرغہ سے نکال لائے کہ دشمن کو تعاقب کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ کارنامہ اس قدر شاندار تھا کہ اس کی انجام دہی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضؓ کو سیف اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا۔

اس وقت تو رومی سپاہیوں کو مدینہ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن اپنے منصوبہ سے غافل بھی نہ ہوئے، انھوں نے قیصر ہرقل کی ہدایات پر جنگی تیاریاں جاری رکھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود شدید گرمی اور شدید قحط کے تیس ہزار صحابہ کے ساتھ رجب ۹ھ ۶۳۱ء میں مدینہ منورہ سے سرحد شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اسے تاریخِ اسلام میں غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین کرام میدانِ تبوک میں خیمہ زن ہوئے تھے، آپؐ یہاں بیس روز تک مقیم رہے۔ یہاں رومیوں سے کوئی جنگ نہیں ہوئی، اس لئے کہ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر رومی علاقہ پر حملہ کرنا اس وقت مناسب نہ سمجھا۔ اور رومی حکومت نے بھی اپنی تیاری کو نامکمل پا کر مسلمانوں کے خلاف کوئی پیش قدمی نہیں کی۔ دونوں فوجیں اپنے

Marfat.com

اپنے علاقوں میں اور ایک دوسرے سے دور پر خیمہ زن رہیں۔ اس بیس دن کے عرصہ میں ایلہ کے عیسائی رئیس یوحنا نے اسلامی ریاست کی اطاعت کا اقرار نامہ لکھ کر جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا۔ اور اسی طرح دو عیسائی قبیلوں جربا اور اذرح نے بھی اطاعت نامہ لکھ دیا۔ آپ نے یہیں سے حضرت خالد بن الولیدؓ کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس لئے کہ یہ رومی ریاستوں میں ایک ہی رئیس تھا جو مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کو فوراً ضروری قرار دے کر تیار ہو چکا تھا۔ خالد بن الولیدؓ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور لے کر مدینہ منورہ آئے، کیونکہ رسول اللہؐ اس اثنا میں تبوک سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ اکیدر نے مدینہ پہنچ کر اطاعت کا اقرار کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کوئی فتنہ نہیں پیدا کرے گا۔ دومۃ الجندل کا حاکم اپنے عہد و اقرار پر قائم نہیں رہا، اس لئے عہد خلافت صدیقی میں اسے سرکشی کی سزا ملی۔

۱۱ھ؍۶۳۲ء میں وفات رسولؐ کے بعد جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو سرحدِ شام کی صورت حال تشویشناک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ روز پہلے حضرت اُسامہؓ بن زید کی قیادت میں ایک لشکر سرحد شام کی طرف روانہ کرنے کا فیصلہ کر کے حکم صادر فرما دیا تھا۔ حضرت اُسامہؓ مدینہ سے باہر خیمہ زن تھے اور مجاہدین جمع ہو رہے تھے۔ ابھی یہ فوج روانہ نہیں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اب سوال یہ درپیش تھا کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد مختلف قبائل بغاوت کر چکے ہیں۔ خود مدینہ پر حملہ کے لئے بعض قریبی قبیلے تیار ہیں۔ کیا ایسے نازک وقت میں حضرت اُسامہ کے لشکر کو سرحد شام پر بھیجا جائے یا نہیں۔ بعض اکابر صحابہ بھی مدینہ کی حفاظت کا خیال کر کے بالفعل اس لشکر کی روانگی کے خلاف تھے۔ اور عام رائے بھی یہی تھی۔ ان بزرگوں کے خطرات غلط نہ تھے۔ لشکر اُسامہؓ کی روانگی کے بعد دو بار مدینہ پر حملہ ہوا جس کے مقابلہ کے لئے خود صدیق اکبرؓ کو فوجی قاید بن کر جہاد میں شریک ہونا اور مدافعت کے فرائض انجام دینے پڑے۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے تھی کہ اُسامہؓ لشکر لے کر سرحدِ شام پر جائیں اور ضرور جائیں۔

Marfat.com

انھوں نے فرمایا:۔

جس مہم کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا ہے۔ ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت صدیق رضؓ) کی یہ مجال نہیں کہ اس مہم کو روک دے۔ مدینہ رہے یا مٹ جائے، خلافت قایم رہے یا نابود ہو جائے، اللہ کے رسول کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ میں ایسا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں، تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا ہے، ہرگز نہیں روک سکتا۔

حضرت صدیق رضؓ کے اس عزم صمیم کو دیکھ کر سب نے اپنی رائیں بدل دیں۔ حضرت اُسامہ بن زید رضؓ لشکر لے کر اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور حضرت صدیق رضؓ اس فوج کو روانہ کرنے کے لئے دور تک گئے۔ اور اس طرح گئے کہ خلیفہ پیدل تھے اور امیر لشکر اُسامہ رضؓ سواری پر تھے اُسامہ رضؓ کے اصرار پر بھی نہ انھیں سواری سے اُترنے کی اجازت دی اور نہ خود سوار ہوئے۔ رخصت کرتے ہوئے انھیں نصیحت فرمائی۔

(۱) کبھی خیانت نہ کرنا، (۲) کسی کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، (۳) بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، (۴) پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، (۵) کھانے کے لئے ذبیحہ کرنا مگر اس کے سوا کسی مقصد کے لئے جانوروں کو ذبح نہ کرنا۔

(۶) تارک الدنیا فقیروں کو نہ چھیڑنا، (۷) حلال غذا کھانا اور بسم اللہ کر کے کھانا، (۸) جو لڑے اُس سے لڑنا، (۹) جو نہ لڑے اُس پر ہاتھ نہ اُٹھانا، (۱۰) ہر وقت اللہ کو یاد رکھنا اور اس سے ڈرتے رہنا۔

جاؤ، اللہ کا نام لے کر جاؤ، اللہ تمہیں دشمنوں کے نیزوں اور وبا سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

حضرت اُسامہؓ کی یہ مہم اُمید سے زیادہ کامیاب رہی۔ سرکشوں اور باغیوں کو یقین ہو گیا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے ہیں اور نہ اُن کی قوت میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ دو تین جگہ عیسائیوں نے لشکر اسامہؓ کو روکا اور شکست کھائی۔ بنی قضاعہ کو شکست کھا کر بالکل سرنگوں ہو جانا پڑا۔ اور رومی حکومت کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلاف فوجی کارروائی کوئی آسان کام نہیں ہے۔

حضرت اُسامہؓ اپنی مہم سے فاتح و کامیاب چالیس دن کے بعد مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اس اثنا میں دو بار مدینہ منورہ پر بنی عبس و بنی ذبیان نے حملہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود میدان کارزار میں جا کر انھیں شکست دی۔ اور مقام ذی القصہ پر مدینہ کی حفاظت کے لئے فوجی چھاؤنی قایم کر دی۔

حضرت اسامہؓ کی واپسی کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے گیارہ فوجی دستے قایم کئے اور انھیں مختلف صحابہ کی سپہ سالاری میں مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا۔ ایرانی حکومت کسریٰ کی طرف سے فوجی کارروائی کو روکنے کے لئے حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو مقرر فرمایا، لیکن تاکید کر دی کہ حملہ میں پیش قدمی نہ کریں، صرف ایرانی بادشاہ اور اس کے ماتحت رئیسوں کے عزایم کو بروئے کار نہ آنے دیں۔

حضرت اُسامہؓ کی واپسی کے بعد سرحد شام یعنی رومی حکومت کی سرحد کی نگرانی حضرت خالد بن سعیدؓ کے سپرد کی گئی اور انھیں بھی یہی ہدایت دی گئی کہ اپنی طرف سے کوئی حملہ نہ کرنا صرف اپنی سرحد کی حفاظت کرتے رہنا۔ لیکن ہوا یہ کہ حضرت خالد بن سعید نے عرب قبائل سے امن و امان بحال رکھنے کی جیسے ہی کوشش شروع کی رومی سپہ سالار ہاہان اپنی فوج کے ساتھ سرحد پر نمودار ہو گیا۔ رومی سپہ سالار کے ساتھ بہت بڑی فوج تھی وہ ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس تھی حضرت خالد کو اس کے

Marfat.com

مقابلہ میں شکست ہوئی، اور رومیوں نے ان کا تعاقب شروع کیا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ کو رومیوں کی حرکت سے باخبر ہونے کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ کی امداد کا حکم دے دیا تھا۔ حضرت عکرمہؓ بروقت پہنچے اور انھوں نے رومی فوجوں کو روک دیا۔ وہ تعاقب نہ کر سکی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ اپنی شکست خوردہ فوج کو لے کر وادی القریٰ میں مقیم ہو گئے۔

اس واقعہ کی اطلاع جب حضرت ابوبکر صدیق کو ملی تو انھوں نے سرحدِ شام کے فتنوں کا مستقل سد باب کرنے کے لئے ملک شام پر فوج کشی کا اہتمام کیا۔ ۲۷ ھزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کی سپہ سالاری میں ملک شام کے خلاف روانہ فرمایا۔ اس لشکر کے چار حصّے کئے گئے، اور چار صحابہ کرام کو ان دستوں کی قیادت سپرد کی گئی۔ یہ سب سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کے ماتحت تھے۔ حمص کے خلاف مہم کی قیادت خود حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے ہاتھ میں رکھی، دمشق کی مہم پر حضرت یزید بن ابی سفیانؓ متعین ہوئے، فلسطین کی مہم پر حضرت عمرو بن العاصؓ اور اردن کی مہم پر حضرت شرجیل بن حسنہ متعین تھے۔ یہ ساری تعیین و تقسیم خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کر دی اور دُور تک پاپیادہ ساتھ جا کر سپہ سالاروں کو ہدایات اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اس زمانہ میں قیصر روم ہرقل خود شام کے شہر حمص میں مقیم تھا اور فوجوں کے مناسب ٹھکانوں پر متعین کر رہا تھا۔ فوجی کارروائیوں کی ابتداء ہی میں حضرت ابوعبیدہؓ نے مزید کمک کے لئے خلیفہ کو لکھا۔ اور حضرت صدیقؓ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مثنیٰ کے پاس نصف فوج کو چھوڑ کر باقی نصف کو ساتھ لیں اور ایرانی حکومت کے مقابلہ سے ہٹ کر رومیوں کے مقابلہ پر روانہ ہو جائیں۔

حضرت خالد بن الولیدؓ کے شامی سرحد تک پہنچنے میں بُصریٰ کی غسانی ریاست حائل ہوئی، یہ ریاست قیصر روم کے ماتحت تھی، اور اس کے پاس رومی اور عرب دونوں طرح کی

Marfat.com

کی فوجیں تھیں۔ خالد بن الولیدؓ کو غسانیوں نے روکنے کی کوشش کی مگر شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ حضرت خالد بن الولیدؓ شام کے محاذ اجنادین پر پہنچ گئے۔ اجنادین میں ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، عمرو بن العاصؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر آ گئے۔ اور رومیوں نے بھی اپنی قوت یکجا کر کے ان کا مقابلہ کیا۔ بڑی سخت اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کا مقابلہ اپنی سے سات گونہ اعلیٰ درجہ کی مسلح فوج سے تھا۔ یہ لوگ تربیت یافتہ رومی سپاہی تھے۔ تین ہزار مسلم مجاہدین کی شہادت کے بعد رومیوں کی شکست فاش پر یہ جنگ ختم ہوئی۔ اور مسلمانوں نے بڑھ کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

دمشق کی فتح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد خلافتِ فاروقی میں ہوئی۔

ایرانی حکومت سے مقابلہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب گیارہ فوجی دستے مرتدین، جھوٹے مُدعیانِ نبوت اور مانعین زکوٰۃ کو راہ راست پر لانے کے لئے روانہ کئے تھے، اسی وقت ایرانی حکومت کی معاندانہ روش کو دیکھ کر حضرت مثنیٰ بن حارثہ کی سرکردگی میں ایرانی صوبۂ عراق کی سرحدوں پر مجاہدین کا ایک دستہ روانہ کر دیا تھا لیکن اُسے تاکید کر دی تھی کہ وہ نہ خود کسی جنگ کی ابتداء کرے اور نہ ایرانی افواج کو اپنی سرحدوں میں قدم رکھنے دے۔ یہ احتیاط غالباً صرف اس لئے کی گئی تھی کہ اس وقت حدود خلافت کے اندر باغی قبائل اور جھوٹے نبیوں کی وجہ سے ایک طوفان بپا تھا اور ایسی حالت میں کسی بیرونی حکومت سے اُلجھنا دانائی کی بات نہ تھی۔ دوسری طرح دیکھئے تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ تاریخِ عالم میں پہلی بار عرب میں ایک مرکزی حکومت وجود میں آئی تھی اور قیصر روم و کسریٰ کی ماتحتی پر فخر کرنے والی سرحدی ریاستیں اس نئی حکومت کے سامنے سرنگوں ہو رہی تھیں، جب عربی قبائل میں فتنۂ ارتداد اور بغاوتیں رونما ہوئیں تو اس سے بہتر موقع ریاستِ اسلامی کو ختم کرنے کا اور کیا ہو سکتا تھا۔ قیصر روم خود آ کر شام میں مقیم ہوا اور فوجوں کا اجتماع سرحدِ شام پر ہو گیا۔ اسی طرح ایران کے کسریٰ نے اپنی فوجوں کو عراق کی سرحد

Marfat.com

پر جمع کر دیا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ اس کا علاج نہیں کر سکتے تھے، اس لئے انھوں نے بار بار حضرت صدیق رضؓ سے امداد طلب کیا۔ یہ محض وقت کی بات تھی کہ ایرانی فوجوں کے جمع ہونے میں اتنی دیر ہو گئی کہ حضرت صدیق رضؓ فتنہ ارتداد کو دبانے میں یک گونہ کامیاب ہو چکے تھے۔ جس وقت ایران کا فوجی گورنر ھُرمز بڑی فوج لے کر سرحد پر نمودار ہوا، اس وقت حضرت عیاض بن غنم فتنہ نجد کو اور حضرت خالد بن الولیدؓ فتنہ یمن کو دبا چکے تھے، انھیں خلیفہ رسولؐ کا حکم ملا کہ فوراً شمالی عراق اور جنوبی عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس طرح ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان پہلی جنگ جنگ ذات السلاسل مقام اُبلیہ پر ہوئی۔ اس کے بعد قلعہ حصن المرأۃ فتح ہوا، پھر جنگ قارن ہوئی، جنگ دلجہ ہوئی، جنگ لیس ہوئی اور اس کے بعد حیرہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد جنگ ذات العیون ہوئی، انبار فتح ہوا اور عین التمر بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا، دوسری طرف، دومۃ الجندل پر قبضہ ہوا، جنگ حصید ہوئی، جنگ مضیخ ہوئی، اور حضرت خالد بن الولیدرضؓ رومیوں سے جنگ کے لئے دریائے فرات کے کنارے مقام فراض پر جا پہنچے، وہاں رومیوں کو شکست دے کر شام کی فتوحات کا راستہ صاف کر دیا۔ اب مقام یرموک پر مسلمان سپہ سالاروں کا اجتماع ہوا۔ یہاں جمادی الاخریٰ کے دوسرے ہفتہ میں یرموک کے مقام پر ہرقل قیصر روم کی فوجوں سے مسلمانوں کا فیصلہ کن مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ ہرقل جو حمص میں مقیم تھا، اس شکست کے بعد مایوس ہو کر انطاکیہ چلا گیا۔ یرموک میں فتح کی اطلاع ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو اسی دن صبح کے وقت پہنچی جس دن مغرب کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق نے بعارضہ تپ وفات پائی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے وقت تک تمام داخلی فتنے ختم ہو چکے تھے، اور ایران و روم کے مقبوضہ علاقوں میں سے تقریباً ۷۵ ہزار مربع میل کا رقبہ مستقل طور پر خلافتِ اسلامیہ میں شامل کیا جا چکا تھا۔ مسلم مجاہدین دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اور

Marfat.com

سرحدِ عراق پر ایرانی سپہ سالار بہمن جادویہ کو حضرت مثنیٰ بن حارثہ کے مقابلہ میں شکست فاش ہو چکی تھی، ایرانی اس کا بدلہ لینے کی زبردست تیاریاں کر رہے تھے، اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضؓ حضرت صدیق اکبرؓ کو پورے حالات سے باخبر کرنے کے لئے خود مدینہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضؓ مدینہ پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی کے صرف چند گھنٹے باقی تھے۔ آپؓ نے حضرت مثنیٰ کو بلایا، اور حضرت عمر فاروقؓ کو سامنے بٹھا کر پورے حالات سُنے، پھر حضرت فاروقؓ کو ہدایت فرمائی کہ مثنیٰ کی فوج کے ذریعہ امداد ضرور کرنا۔ اس طرح حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اپنے آخری دم تک فرائض خلافت کی ادائیگی میں انہماک کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

جمع القرآن داخلی فتنوں کے استیصال اور بیرونی حکومتوں کے مقابلہ میں عظیم الشان فتوحات کے علاوہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ملّت اسلامیہ کی اور بھی کئی مہتم بالشان خدمات انجام دیں۔ ان میں سے ایک خدمت جمع قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ ۲۲ سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبانِ وحی میں سے کسی ایک یا دو کو بُلا کر اس ہدایت کے ساتھ لکھوا دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے لکھ دو۔ پھر آپؐ اُس سورہ کو آیات کی ترتیب کے ساتھ تلاوت فرماتے اور بار بار تلاوت فرماتے، بہت سے لوگ سیکھتے اور وقف و وصل کی پابندی کے ساتھ آپؐ سے سُن کر یاد کر لیتے اور بار بار دُہراتے رہتے۔ نمازوں میں اس طرح پڑھتے، اور لکھ کر اپنے پاس رکھ بھی لیتے تھے۔ مدینۂ منورہ میں سیکڑوں مرد اور عورتیں تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن سُن کر پورا قرآن مجید زبانی یاد کر لیا تھا۔ اس طرح سورتوں کے اندر آیات کی ترتیب میں کوئی ایک بھی اختلاف موجود نہ تھا۔ مگر سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ایک جلد میں لکھا ہوا قرآن مجید کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا

Marfat.com

بلکہ ہر لکھنے والے کے پاس الگ الگ سورتیں موجود تھیں۔ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید صرف حفاظ کے سینوں میں تھا۔ وہ اسی ترتیب سے قرآن مجید پڑھتے تھے جس ترتیب سے آج مصاحف قرآنی میں ہر جگہ موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی ترتیب سے حضرت جبریل علیہ السلام نے دو بار آخری نزول وحی کے بعد سنایا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ترتیب کے ساتھ سیکڑوں صحابہ اور صحابیات کو سنایا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یمامہ ہوئی، یہ جنگ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں ہوئی۔ اور اسی جنگ میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا۔ اس جنگ ایک ہزار سے کچھ زیادہ صحابہ اور تابعین شہید ہوئے۔ شہداء میں حفاظِ قرآن مجید کی ایک بڑی تعداد تھی۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ قرآن مجید کو ترتیب تلاوت نبوی کے بموجب ایک جلد میں لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ اس کے لئے چھ حفاظ صحابہؓ کو جنھوں نے سارا قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا، مقرر کیا گیا۔ ان کے سربراہ حضرت زید بن ثابت انصاری تھے۔ جب ان بزرگوں نے پورا نسخہ قرآن مجید لکھ کر تیار کر لیا تو اس نسخہ کو حضرت ام المؤمنین بی بی حفصہؓ کے پاس امانۃً رکھ دیا گیا۔ حضرت ام المؤمنین بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا خود سارے قرآن مجید کی حافظہ تھیں اور سب سے زیادہ صحیح طور پر قرآن مجید یاد تھا۔ ام المؤمنین کو لکھنا پڑھنا بھی بہت اچھی طرح آتا تھا۔ ان کے پاس رکھوانے میں یہ دونوں مصلحتیں پیش نظر تھیں، اول یہ کہ وہ نسخہ کی تحریر کا اپنے حافظہ سے پوری طرح مقابلہ کر لیں، اور دوم یہ کہ اگر تحریر میں کوئی خامی ہو تو اصلاح کر دیں۔ یہ نسخہ اُن کے پاس رہا اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسی نسخہ کی چھ نقلیں تیار کرا کے اور بہت سے حفاظ سے تصحیح کرانے کے بعد ایک اپنی تلاوت کے لئے رکھا اور پانچ مختلف صوبوں کے صدر مقام پر محفوظ کرا دیا۔ اور حکم دیا کہ تمام لوگ اسی کی نقل تیار کریں اور اس کے خلاف طرز تحریر میں اگر کوئی آیت کہیں لکھی ہوئی

Marfat.com

ملے تو اُسے جلا دیا جائے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

کسی روایت صحیحہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ لوگوں کے پاس اس سے مختلف تحریریں قرآن مجید کا کوئی حصہ موجود تھا، جسے حضرت عثمان رضؓ کے حکم کے مطابق جلا دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظوں سے سُن کر دوسرے حافظ تیار ہوتے تھے اور لکھنے پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی طریقہ آج تک امتِ اسلامیہ میں رائج ہے۔ ہر جگہ بچے دوسرے حفاظ سے قرآن مجید سُن کر یاد کرتے ہیں۔ اور اگر کسی نسخہ قرآن مجید میں کچھ غلط چھپ گیا ہو یا کسی قلمی نسخہ میں غلط لکھ گیا ہو تو اس کی تصحیح حافظوں کی قرأت سے کی جاتی ہے۔ کسی دوسرے نسخہ قرآن مجید سے ملا کر تصحیح کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن مجید استاذ سے شاگرد تک بذریعہ نقوش و حروف نہیں بلکہ بذریعہ قرأت و آواز منتقل ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے جبریل امین علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ تک منتقل ہوا تھا۔ حافظ ہونے والے کو اس منتقلی کی سند دی جاتی ہے۔ اور اکثر سندوں میں استاذ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کے نام بھی لکھ دیئے جاتے ہیں۔

ناپختہ دماغوں کی یہ کیفیت ہے کہ ہر جدید شئے سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ معمولی چھپے اور چائے دان بھی ذرا جدید قسم کے مل جائیں تو بے ضرورت خرید لیں گے، وہ اس پر غور ہی نہیں کر سکتے کہ ان کے پاس جو کچھ موجود ہے وہ اس جدید سے بہتر ہے یا کمتر، بالکل یہی کیفیت افکار و خیالات کو قبول کرنے کی ہوتی ہے۔ اس لئے ہر اجتماع میں اس کی کوشش ہوتی رہتی ہے کہ جدید خیالات کو پورے غور و خوض کے بعد قبول کیا جائے اور اچھی طرح اس کی جانچ پڑتال کر کے دیکھ لیا جائے کہ جدید خیال کس حد تک مفید اور کار آمد ہے۔ یہ فریضہ کچھ تو والدین بجا لاتے ہیں لیکن زیادہ تر تمیز خیر و شر پیدا کرنے کی خدمت معاشرہ میں معلمین ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل حقیقتہً کسی معاشرہ کی نظری سرحدوں کی حفاظت کا انتظام ہے۔ اس سے اگر

Marfat.com

غفلت برتی جائے تو معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔

صحابۂ کرام اور خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اس حقیقت کو پوری طرح سمجھتے تھے، اس لئے انھوں نے ہر جگہ کے لئے نمازوں کے اماموں کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ قرآن مجید اور عقاید اسلامی کی تعلیم بھی دیا کریں، بعض مقامات پر تعلیم کے لئے الگ معلم مقرر فرمائے۔ قبائل کے شیوخ کو اور سرکاری عہدہ داروں کو بھی اس کا پابند کیا۔ جس جگہ وہ مقامی نظم ونسق چلانے کے لئے امیر مقرر فرماتے، امیر کے انتخاب میں یہ معیار قایم رکھتے کہ اسے قرآن مجید زیادہ یاد ہو، اپنے اعمال سے لوگوں کو عقاید و اعمال اسلامی کی تعلیم دے، اور نماز پنجگانہ خود پڑھایا کرے۔ تاکہ لوگ شیطانی خیالات میں مبتلا ہو کر دینی افکار سے عاری نہ ہو جائیں۔ وہ اس کام کو عدل و انصاف اور قیام امن کے برابر ہی اہمیت دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے خطبات کا جتنا حصہ راویانِ آثار و اخبار کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجاہدین کو رخصت فرماتے ہوئے، اور مختلف قبائل کے وفود کو ہمیشہ یہ تاکید فرماتے تھے :۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسا رکھو،

(۲) احکام الٰہی اور سنت نبوی کی ہر وقت پابندی کرو،

(۳) دنیا کے تمام لوگوں سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا کرو،

(۴) لوگوں کو قرآن مجید پڑھاؤ، سنت رسول کی تعلیم دو، اور شیطانی خیالات سے بچنے کی تلقین کرو؛

(۵) لوگوں کی خوش حالی کیلئے جد وجہد کرو مگر آرام پسندی نہ خود میں پیدا کرو اور نہ اوروں میں پیدا ہونے دو۔

ان کے خطبات اور انتظامات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذہن ہمیشہ ریاستِ اسلامی کے حدودِ ارضی اور حدودِ نظری کی حفاظت کیلئے تدابیر کے سوچنے میں مشغول رہتا تھا۔ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

عمال عہدِ صدیقی اسلامی ریاست کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ ابھی ان تمام انتظامی شعبوں کی تنظیم نہیں ہوئی تھی جو عہدِ فاروقی میں ہوئی۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا زمانہ بہت مختصر تھا، اور بڑا ہی پُرفتن زمانہ تھا۔ تمام تر توجہ قیامِ امن پر مرکوز رہی، دوسری طرف توجہ کی فرصت ابھی میسر نہیں آئی تھی کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔

روایتوں میں چند عمالِ حکومت کے نام ملتے ہیں جو یہ ہیں :-

(۱) سپہ سالارِ اعظم، حضرت خالد بن الولیدؓ،

(۲) افسرِ مال، حضرت ابوعبیدۃ ابن الجراحؓ اور جب یہ سپہ سالار بنا کر بھیج دیئے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صیغہ کے افسر بنا دیئے گئے۔

(۳) افسرِ عدالت، حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ

(۴) سردبیر دفتر، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور ان کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ

صوبہ جات کے امراء یہ تھے :- مکہ میں حضرت عتاب بن اُسیدؓ، طایف میں حضرت عثمان بن العاصؓ، صنعاء میں حضرت مہاجر بن امیہؓ، حضرموت میں زیاد بن لبیدؓ، غولان میں حضرت یعلی بن امیہؓ، یمن میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، جند میں حضرت معاذ بن جبلؓ، بحرین میں حضرت علاء بن الحضرمیؓ، دومۃ الجندل میں حضرت عیاض بن غنمؓ، عراق میں حضرت مثنیٰ بن حارثؓ، شام میں حضرت یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ متعین تھے۔

اولاد حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھیں ان سے حضرت ابوبکر کے فرزند حضرت عبداللہ اور بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر پیدا ہوئیں دوسری بیوی ام رومانؓ تھیں جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عایشہ صدیقہؓ پیدا ہوئیں۔ اسلام لانے کے بعد آپؓ نے دو نکاح کئے۔ ایک حضرت اسماء

Marfat.com

اسماء بنت عمیس رضؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی بیوہ سے جن سے حضرت محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے اور دوسری حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے، ان سے ایک بیٹی ام کلثوم حضرت صدیق اکبر کی وفات کے چند روز بعد پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی پہلی بیوی قتیلہ کو اسلام لانے کے بعد جلد ہی طلاق دے دی تھی، اس لئے کہ انھوں نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے آپ کی ایک ہی بیوی ام رومان تھیں۔ ۲۱ سال کے بعد سنہ ۸ھ کے آخر میں آپ نے حضرت جعفر طیار کی بیوہ اسماء بنت عمیسؓ سے نکاح کیا۔ اور سنہ ۱۲ھ کے آخر میں حضرت حبیبہؓ بنت خارجہ انصاریہ سے عقد کیا۔

پیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں کپڑے کے بڑے اور دولتمند تاجر تھے۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد اگرچہ ان کی یہ حالت باقی نہیں رہی تھی، لیکن پھر بھی محنت کے ساتھ انھوں نے کپڑوں کی تجارت کا مشغلہ باقی رکھا تھا۔ اور خوش حال تھے۔

Marfat.com

(۲) حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

نام:- عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن زراح بن علی بن کعب بن لوئی۔ کعب بن لوئی کے کئی فرزند تھے جن میں سے مرۃ کی اولاد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور عدی کی اولاد میں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ، اس طرح حضرت عمرؓ کا نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے آٹھویں پشت میں مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ عرب کے عظیم المرتبت سردار ہشام بن المغیرہ کی بیٹی خیثمہ بنت ہشام تھیں جو ابوجہل بن ہشام کی بہن تھیں۔ حضرت عمر کی کنیت ابوحفص تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاروق کا لقب عطا فرمایا تھا۔

ولادت:- حضرت عمر مکہ مکرمہ میں ۴۱ھ قبل الہجرۃ (۵۸۲ء) میں پیدا ہوئے۔ غالباً ۵۸۲ء کے اواخر میں، اس لئے کہ مورخین نے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۴۰ سال بتائی ہے۔

حضرت فاروق اعظم بچپن میں اپنے اونٹ چرایا کرتے تھے، اور اسی زمانہ میں آپ نے اپنے شوق سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد جب بڑے ہوئے تو سپہ گری، شہسواری اور پہلوانی کی تعلیم حاصل کی اور ان فنون میں اتنا کمال حاصل کیا کہ عکاظ کے میلہ میں انھوں نے پہلوانوں کو زیر کیا۔ شہسواری اور سپہ گری کے مقابلے جیتے، وہ قبائلی انساب کے بھی ماہر سمجھے جاتے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد بھی وہ تجارت کرتے رہے، تجارتی قافلوں کے ساتھ انھوں نے یمن سے شام، عراق اور مصر کے کئی سفر کئے، اس طرح انھیں تجربات بھی حاصل ہوئے اور نظر میں وسعت بھی پیدا ہوئی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دراز قد، سرخ وسفید اور نہایت مضبوط بدن کے آدمی تھے، جفاکشی، زہد اور مضبوط عزم وارادہ، ہمیشہ سے ان کی خصوصیات میں داخل تھے۔ وہ اپنی بے لاگ زندگی، اظہار حق کے لئے جاہلیت میں بھی بڑے مشہور تھے۔ قریش کی حکومت میں سفارت، ثالثی اور عادلانہ فیصلے کا کام ان کے خاندان میں تھا اور حضرت عمر رضؓ یہ خدمات انجام دیتے تھے، وہ قریش کی مجلس حکومت دارالندوہ کے ایک ممتاز رکن تھے۔ دارالندوہ کا صدر حضرت عمر رضؓ کا حقیقی ماموں ابوجہل عمر بن ہشام تھا، اور یہ اس کی حکومت کے اہم ترین ارکان میں سے ایک تھے۔

حضرت عمر رضؓ بڑے رعب و داب والے اور بہت ہی سنجیدہ آدمی تھے۔ لوگ انصاف پسندی، قوت فیصلہ اور بے باکی کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ عزم وارادہ کے مالک تھے، اور اپنے ارادہ کو نافذ کرنے کی قوت بھی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اس کو اس کام کے انجام دینے کی صلاحیتیں بھی عطا فرماتا ہے۔ حضرت عمر رضؓ کی شخصیت اس کا بہترین نمونہ تھی۔

اسلام حضرت عمر رضؓ اسلام لانے سے پہلے ہی اس قدر قوی العمل اور ممتاز آدمی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان ہوجانے کی بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی تھی، نزول وحی کے پانچویں سال میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان سے پہلے ۴۰ مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان ہو چکی تھیں۔

حضرت عمر رضؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے جو مسلمان تھے وہ کفار کے غلبہ اور ایذا رسانی کی وجہ سے دبے دبے سے رہتے تھے۔ مسلمان اگرچہ نمازیں پڑھتے تھے مگر کھلے بندوں کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے کی جرأت بہت کم کرتے تھے، گھروں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے تو مسلمان کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور کفار ان کو روکنے کی جرأت نہ کرتے۔ سب کو یہ خوف پیدا ہوگیا کہ حضرت عمر رضؓ اس کا

Marfat.com

جواب بہت ہی سختی کے ساتھ دیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر بھی کفار مصلحتاً انجان بن جاتے تھے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد دین اسلام قوی ہو گیا۔

اسلام لانے کے بعد سے حضرت عمرؓ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق صادق رہے، آپؐ ہر کام میں ان سے مشورہ کرتے تھے، آپؐ نے انھیں فاروق کا لقب عطا فرمایا تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے ایمان و کفر کے مابین فرق کو پوری طرح واضح کر دیا حضرت عمرؓ طبعاً رقیق القلب اور ہمدرد آدمی تھے، لیکن دین و ایمان کے معاملات میں وہ نہایت شدید تھے، کبھی کسی معاملہ میں ذرا سی بھی لچک ان کے قول و فعل میں نظر نہیں آئی اسی طرح یہ بھی ان کی فضیلت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ تابع فرمان رہے، آپؐ کبھی حضرت عمرؓ سے ناخوش نہیں ہوئے اور نہ کبھی حضرت عمرؓ نے آپ کی مرضی کے خلاف کوئی عمل کیا۔ حضرت عمرؓ ان دس خوش بخت صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب حکم الٰہی قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ میں صحابہؓ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت فرمائی تو مکہ مکرمہ سے صحابہ چھپ چھپا کر مدینہ منورہ جانے لگے۔ کفار روکتے اور ستاتے تھے، اس لئے لوگ چھپ کر مکہ مکرمہ سے نکل جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کی ہجرت سے چند یوم قبل حضرت عمرؓ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، لیکن فاروقی جلالت سے یہ بعید تھا کہ وہ چھپ کر مکہ سے نکلتے۔ انھوں نے اس شان سے ہجرت فرمائی کہ ہتھیار بدن پر سجا کر کعبہ کے پاس آئے۔ کعبہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد قریش کے عمائد کو جو وہاں موجود تھے فرمایا۔

"میں یہاں سے ہجرت کر کے حسب حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب (مدینہ منورہ) کو جا رہا ہوں، جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی ماں روئے، اس کی بیوی بیوہ ہو جائے اور بچے یتیم ہو جائیں وہ مجھ کو آ کر روکے۔"

Marfat.com

سارے کفار دم بخود بیٹھے رہے، نہ کوئی اُٹھا اور نہ کوئی کچھ بولا۔ یہ مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ کو جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا نہایت اطمینان سے چلے اور قبا میں ایک انصاری بزرگ کے پاس ٹھہر کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ کسی کی اعانت و امداد پر پڑے رہیں، اس لئے آتے ہی اپنے انصاری دوست کی کھیتی باڑی میں عام مزدوروں کی طرح کام کرنے لگے۔ اگرچہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ کے ایک خوشحال تاجر تھے اور قبیلہ بنی عدی کے سردار کی حیثیت رکھتے تھے لیکن مدینہ پہنچ کر وہ دن بھر نخلستان اور کھیت میں کام کرتے تھے اور کیچڑ، پانی، درختوں پر چڑھ کر نخلبندی وہ اتنی تن دہی اور محنت کے ساتھ کرتے تھے کہ ان کے زراعت پیشہ انصاری دوست کو ان کی محنت پر رحم آجاتا لیکن وہ بڑی خوشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔

خلافت حضرت عمرؓ عہدِ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اہم معاملہ میں مشیر رہے۔ ہر سفر، ہر غزوہ اور ہر مہم میں آپؐ کے ساتھ رہے۔ خلافت صدیقی میں بھی ہر معاملہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے مشیر اور ہر فوجی و انتظامی مہم میں خلیفہ کے ساتھ رہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی بیماری کے آخری دنوں میں جب اپنی وفات کا یقین ہو گیا تو آپ نے جلیل القدر صحابہ کو الگ الگ اور کبھی دو دو چار چار کو بلا کر مشورے کئے۔ اس مشورہ کے بعد اپنی وفات سے تین دن پہلے صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروق کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا۔ ایک تحریر لکھوائی، سارے مسلمانوں کو بلوایا۔ یہ تحریر ان کو سنائی گئی اور خود بیماری کی حالت میں سہارا لے کر گھر سے باہر آئے۔ اُن کی تحریر جب سنائی جا چکی تو اپنی نحیف اور کمزور آواز میں عامۃ المسلمین کو مخاطب فرمایا۔ اور کہا :-

"میرے علم و دانش میں جو سب سے بہتر اور موزوں شخص تھا میں نے اس کو خلافت کے لئے تمہارے سامنے پیش کیا ہے جو نہ میرے رشتہ دار ہیں اور نہ عزیز و قریب

Marfat.com

تم اگر قبول کرلو تو یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے، تم ان کی صرف اچھی باتوں میں اطاعت کرنا اور ان کا ساتھ دینا۔"

لوگوں نے بغیر اختلاف حضرت صدیق اکبرؓ کے انتخاب کو قبول کرلیا۔ایک بھی مخالف آواز نہ اُٹھی بلکہ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم عمرؓ کو قبول کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے حضرت عثمان ذی النورین کو بُلا کر حضرت عمر فاروق کے نام ایک مختصر سا وصیت نامہ لکھوایا جس میں فوجی انتظامات سے متعلق بعض ضروری ہدایات تھیں۔

۱۳ھ جمادی الاخریٰ کی ۲۲-اور ۲۳ کی درمیانی شب کو حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی اور عشا کے وقت تدفین ہوگئی۔دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسجد نبوی میں خلافت کی بیعت ہوئی اور بغیر کسی اختلاف یا شور و شغب کے سب نے بیعت کرلی۔

وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کسی بیماری سے نہیں ہوئی، بلکہ مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں صبح کی نماز میں ایک ایرانی غلام فیروز ابو لؤلؤ نے خنجر سے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ اُس وقت تک مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہیں قرار دیا تھا اور وہاں غیر مسلم بھی رہتے تھے۔فیروز حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، اس کو ہُرمزان نامی ایک دوسرے ایرانی شخص نے جو شاید اسی غرض سے مدینہ آکر رہنے لگا تھا، ایران کی فتح کا انتقام لینے کے لئے تیار کیا۔اُسے اپنا خنجر دیا۔وہ خنجر چھپا کر آیا اور عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر مصلیوں میں شریک ہوگیا۔حضرت فاروق اکبرؓ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ فیروز نے صف سے نکل کر حضرت فاروق اکبرؓ پر خنجر کا بھرپور وار کیا۔زخم کاری لگا اور آپ تین دن کے بعد شہید ہوگئے۔زخمی ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو کھینچ کر نماز پوری کرنے کے

Marfat.com

لئے کھڑا کر دیا اور خود وہیں پر گر کر بیہوش ہو گئے۔ فیروز نے بھاگنے کی کوشش کی، اور بھاگتے ہوئے ایک صحابی حضرت کلیبؓ بن ابی بکیر کو بھی شہید کر دیا۔ ان کے علاوہ چھ اور مصلیوں کو بھی زخمی کر دیا۔ لیکن بھاگ نہ سکا ایک شخص نے اس پر اپنا کمبل ڈال دیا۔ فیروز نے جب دیکھا کہ بھاگ نہیں سکتا تو اسی خنجر سے خودکشی کر لی، یہ واقعہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ ہفتہ کے دن ہوا۔ لوگ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے آئے، علاج شروع ہوا، آپ کو جب ہوش آیا تو آپ نے پہلا سوال یہ کیا کہ مجھ کو کس نے خنجر مارا تھا جب انہیں اطلاع دی گئی کہ وہ ایک غیر مسلم غلام فیروز تھا تو آپ نے فرمایا، الحمدللہ کہ میں کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، یا جس نے اللہ تعالیٰ کو کبھی ایک سجدہ بھی کیا ہو۔ زخم کاری آیا تھا، جب لوگوں کو یقین آ گیا کہ اب آپ زندہ نہیں رہ سکتے تو آپ سے کہا کہ آپ اپنا جانشین نامزد کر دیجئے، آپ نے انتخاب خلیفہ کے لئے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنا دی اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا کہ تم بھی شریک رہنا مگر صرف اس لئے کہ اگر اختلاف ہو تو اکثریت کے ساتھ ہو جانا۔ خود نہ کوئی رائے دینا اور نہ خلیفہ ہونے کے لئے کبھی راضی ہونا تین دن میں یہ لوگ علیحدہ بیٹھ کر کسی شخص کا خلافت کے لئے انتخاب کر لیں۔ اس عرصہ میں حضرت صہیب رومی نمازوں کی امامت کریں اور حضرت مقداد بن الاسود نظم و نسق خلافت کی نگرانی کریں۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمر کو ام المؤمنین بی بی عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے قریب اپنے دفن کئے جانے کی اجازت حاصل کی۔ پھر آئندہ منتخب ہونے والے خلیفہ کے نام انصار و مہاجرین اور عامۃ المسلمین کے ساتھ سلوک کی وصیت لکھوائی۔

حضرت عمرؓ زخمی ہونے کے بعد ہوش اور کبھی بیہوشی میں تین دن زندہ رہے اور یکم محرم ۲۴ھ مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء یوم شنبہ کو وفات پا کر مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

Marfat.com

جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب حجرۂ عائشہ رضؓ میں دفن کر دیئے گئے۔

خلافت فاروقی کی مدت دس (۱۰) سال، چھ (۶) ماہ اور سات (۷) دن ہوئی۔ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کو امیر المؤمنین کہا گیا، اور اس کے بعد سے تمام خلفائے اسلام کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا رہا۔

ازواج واولاد حضرت فاروق اعظم کا پہلا (۱) نکاح زینب بنت مظعون بن حبیب سے ہوا۔ ان سے ام المؤمنین بی بی حفصہ رضؓ، عبداللہ بن عمر رضؓ اور عبدالرحمٰن اکبر رضؓ پیدا ہوئے۔ یہ بی بی مکہ میں مسلمان ہوئیں اور قبل ہجرت وفات پائی۔ دوسرا (۲) نکاح ملیکہ بنت جرول خزاعی سے ہوا۔ ان سے حضرت عبیداللہ بن عمر رضؓ پیدا ہوئے۔ تیسرا (۳) نکاح قریبہ بنت ابی امیہ سے ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، چوتھا (۴) نکاح ام حکیم بنت الحرث مخزومی سے بعد اسلام ہوا جن سے ایک لڑکی فاطمہ رضؓ پیدا ہوئیں۔ پانچواں (۵) نکاح جمیلہ بنت عاصم اوسی سے ہوا جن سے عاصم بن عمر رضؓ پیدا ہوئے، چھٹا (۶) نکاح ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے ۱۷ھ میں ہوا۔ ان سے زید اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت فاروق اعظم کی نسل عبداللہ، عبیداللہ، عاصم، عبدالرحمٰن اکبر اور زید سے چلی، حضرت حفصہ رضؓ کو بیوہ ہونے کے بعد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے اور ام المؤمنین کا شرف حاصل ہوا۔

اہم واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ریاست اسلامی کی صرف ابتدائی شکل ہی بنی تھی، خلافت صدیقی کا مختصر سا سوا دو سالہ دور داخلی فتنوں کے دبانے میں صرف ہوا، اگرچہ اس عہد میں بعض چھوٹے چھوٹے تنظیمی کام بھی ہوئے۔ ۵،۷ ہزار مربع میل سے کسی قدر زیادہ رقبہ ریاست اسلامی میں شامل بھی ہوا اور سب سے بڑا کام یہ ہوا کہ قرآن مجید کو ایک ہی جلد میں حسب تلاوت رسول مرتب کر کے محفوظ بھی کر دیا گیا۔ مگر نہ حکومت کے دفاتر کی اس عہد میں پوری تنظیم ہو سکی اور تعمیر و ترقی کے وہ کام ہو سکے جو عہد فاروقی میں ہوئے۔

Marfat.com

اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ریاستِ اسلامی کی پوری تنظیم اور تعمیر و ترقی کا کام حضرت عمر فاروق رضؓ ہی نے انجام دیا۔ عدل و انصاف، ملک کی ترقی اور خبر گیری اور فتوحات کے اعتبار سے خلافتِ فاروقی سنہرا زمانہ اور مثالی عہد تھا۔ اسی لئے یہ زمانہ اب تک بہترین دور سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کے لئے بھی یہ دس سالہ دور مثالی دور ہے اور حکومت کی خوبیوں کے لئے انتہائی بہتری کو ظاہر کرنے کے لئے اسے عہدِ فاروقی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ ایک مؤمن کامل، زاہد، متقی، ہوشیار، ذہین، عالم، فقیہ اور بہترین منتظم تسلیم کئے جاتے ہیں۔ وہ راتوں کو خفیہ گشت لگا کر عوام کے حقیقی حالات معلوم کرتے تھے، دور دراز مقامات میں اپنے خصوصی کارندے مقرر کرکے، وہاں کے عوام کے وفود طلب کرکے، اور سالانہ حج کے موقع پر ساری دنیا کے مسلمانوں سے بے تکلف ملاقات کرکے خبریں حاصل کرتے تھے اور اس امر کی انتہائی کوششیں کرتے تھے کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا واقعہ اُن کے علم سے باہر نہ رہ جائے۔ اُن کے احساس فرائض کا یہ عالم تھا کہ ایک بار وہ اپنے اونٹ کا زخم دھو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ فرات کے کنارے پر ایک اونٹ بھی ضایع ہو جائے تو مجھ سے قیامت کے دن اس کا سوال ہوگا۔ انھوں نے عدل و انصاف اور مسلموں ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ دنیا میں کہیں نہ کیا جا سکا۔ وہ غیر مسلم معذوروں کو اور اُن کے ضعیف العمر لوگوں کو خزانۂ سرکاری (بیت المال) سے مقررہ وظیفے دیتے تھے۔ انھوں نے اپنی خلافت کے تقریباً ۳۶ لاکھ مربع میل رقبہ میں اچھا امن قائم کیا کہ پھر کہیں دنیا کے کسی حصہ میں ایسا امن و امان قایم نہ ہو سکا۔ ان کے پورے عہد خلافت میں رومیوں اور ایرانیوں سے جنگ مسلسل جاری رہی، لیکن اس ایمرجنسی کی حالت میں وہ معاشی فلاح، تعمیر و ترقی، تعلیم اور تنظیم حکومت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ نئے نئے شہر بسانے، دیہاتوں کے آباد کرنے، نہریں کھدوانے، راستے اور مسافر خانے بنوانے وغیرہ کے کام مسلسل ہوتے رہے۔ تبلیغِ اسلام کے لئے مبلغین بھی

Marfat.com

بھیجے جاتے رہے، اور ملک کی خوش حالی کے لئے سارے کام بھی ہوتے رہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت فاروق اعظم کی ہدایات اور ان کی براہ راست نگرانی میں ہوتا رہا۔ اس کا صحیح اندازہ کرنا آسان کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک ذات میں کتنی صلاحیتیں رکھ دی تھیں۔

طرز حکومت حضرت عمرؓ کی خلافت کو ہم شورائی حکومت کہہ سکتے ہیں، لیکن آج کل کے انداز کی جمہوری حکومت نہیں کہہ سکتے، وہ امیرالمؤمنین تھے اور ساری حکومت میں اُن کی حیثیت سربراہ حکومت اور مرکزی عہدہ دار کی تھی، لیکن وہ کوئی آمر نہ تھے کہ ان کی ذات تنقید سے بالا اور قانون سے بالاتر سمجھی جاتی، وہ قانون اسلامی کے اسی طرح ماتحت تھے جیسے کوئی دوسرا شخص تھا۔ اُن پر ادنیٰ سے ادنیٰ شخص تنقید بلکہ اعتراض کرتا تھا اور وہ اسے نہ صرف برداشت کرلیتے تھے بلکہ اپنی غلطی کا اقرار کرکے اس کی اصلاح فرمالیتے تھے۔

انھوں نے عدالت کو انتظامیہ سے بالکلیہ الگ کرکے پوری طرح مختار بنادیا تھا اور وہ خود عدالت کے سامنے بغیر کسی امتیاز کے ایک عام آدمی کی طرح حاضر ہوتے تھے، عدالتی احکام کو بجالاتے تھے، وہ ہر معاملہ میں عام مسلمانوں سے استصواب رائے کرتے تھے معمولی انتظامی معاملات میں بھی اکیلے اپنی رائے سے فیصلے نہیں کرتے تھے بلکہ ہوشیار اور جلیل القدر بزرگوں کی مجلس شوریٰ سے پہلے مشورے کرلیا کرتے تھے، اس غرض سے ایک مجلس شوریٰ بنارکھی تھی جس کے مشہور ارکان حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت زید ثابت انصاریؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ وغیرہم تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تمام ممالک محروسہ کو حسب ذیل صوبوں میں تقسیم کردیا تھا۔ جہاں صوبہ دار مقرر تھے، یہ لوگ بھی مقامی مجلس شوریٰ کے مشوروں سے حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اور خود فاروق اعظم ان کا تقرر اپنی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے مشوروں سے

Marfat.com

کیا کرتے تھے۔ کسی صوبہ پر صوبہ دار کے تقرر سے پہلے اس کے مال و جائداد کی ایک مکمل فہرست تیار کر کے مرکزی دفتر میں محفوظ کر لی جاتی تھی۔ ان صوبہ داروں کے اعمال کی نگرانی کے لئے دفتر تھا جس سے سربراہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ تھے۔ اس دفتر کے کارندے صوبوں کے دورے کر کے دیکھتے تھے کہ صوبہ دار کا رویہ کیسا ہے، اگر کسی کی دولت میں غیر معمولی اضافہ پایا جاتا۔ یا اس کے رویہ میں یا سادہ بے تکلف زندگی میں کوئی خرابی پائی جاتی تھی اور اسے سزا دی جاتی تھی۔ وہ ہر صوبہ سے خود نامزد کر کے وفود طلب کرتے تھے اور اُن سے اپنے صوبہ داروں کے متعلق سوالات کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ خود ہر سال حج کے لئے جاتے تھے وہاں مختلف مقامات سے آنے والوں سے ملاقاتیں کرتے، اور منیٰ و عرفات میں بار بار اعلان کراتے کہ جسے کوئی شکایت ہو یا کوئی مشورہ دینا چاہتا ہو وہ اُن کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کرے، وہ بڑے رعب و داب کے آدمی تھے۔ لیکن حج کے موقع پر وہ ادنیٰ درجہ کے ایک مسلمان نظر آتے تھے۔ وہ خود لوگوں کے پاس جا کر اُن سے بے تکلف گھل مل کر گفتگو کرتے تھے۔

صوبہ داروں کا جب تقرر کیا جاتا کیا جاتا تو خود امیرالمؤمنین کی دستخط سے مزین ایک تقرر نامہ دیا جاتا تھا۔ اس میں صوبہ دار کے اختیارات اور فرائض کو مفصل لکھا جاتا تھا۔ اور انتظام سے متعلق تمام ضروری ہدایتیں درج ہوتی تھیں۔ وہ ان تقرر ناموں سے سرمو انحراف کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اور ایسے صوبہ دار کو فوراً سزا دیتے تھے۔ صوبہ دار جب اپنے مقام تقرر پر پہنچتا تو اس کا تقرر نامہ سب سے پہلے جلسۂ عام میں پڑھ کر سنا دیا جاتا۔ اس کے بعد وہ عہدۂ مفوضہ کا چارج لیتا تھا۔

مرکز سے حسب ذیل عہدہ دار مقرر کئے جاتے تھے:۔

والی[۱] یعنی صوبہ دار یا گورنر، کاتب[۲] یعنی چیف سکریٹری، صاحب[۳] الخراج یعنی کلکٹر صاحب[۴] الاحداث یعنی پولس چیف کمشنر، صاحب[۵] بیت المال یعنی خزانہ دار، قاضی[۶]

Marfat.com

قاضی یعنی افسر عدلیہ ، صاحب الاخبار یعنی پرچہ نویس ، ناظم تعلیمات ،
ان افسروں کا تقرر براہ راست مرکز سے ہوتا تھا اور انھیں مرکز سے باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں ۔ انھیں صوبوں میں کسی طرح کا کوئی ذریعۂ آمدنی پیدا کرنے یا جائیداد حاصل کرنے کی ممانعت تھی ۔

ہر صوبہ اضلاع اور پرگنوں پر منقسم ہوتا تھا جس میں اسی طرح کے عہدہ دار مقامی آبادی سے مقرر ہوتے تھے اور ان کا تقرر متعلقہ مرکزی عہدہ دار کرتا تھا ۔ مثلاً پولیس افسر کا تقرر پولیس چیف کمشنر ، اور مقامی قاضی کا تقرر مرکز کا مقرر کردہ قاضی کرتا تھا ۔ ان تقرریوں میں مقامی آبادی کے باصلاحیت افراد کو ترجیح دی جاتی تھی ۔

ہر صوبہ میں جا بجا فوجی چھاؤنیاں قایم تھیں ، ان کی تنخواہیں مرکزی بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں ۔ صوبائی حکومتوں کا ان سے کوئی تعلق نہ ہوتا ، البتہ وہ مرکز کی اجازت سے اور صوبہ دار کی درخواست پر صوبائی حکومتوں کی قیام امن یا حوادث میں عوام کی خدمت کے وقت امداد کیا کرتی تھیں ۔

صوبہ جات یہ تھے :

مکہ ، مدینہ ، شام ، بصرہ ، کوفہ ، مصر ، الجزائر ، فلسطین ، خراسان ، اذربائجان ، فارس ، یمن ، نجد اور بحرین ۔

خلافت فاروقی کے آخری زمانہ میں انتظامی سہولت کے لئے مصر اور فلسطین کو دو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا ۔ اور اسی طرح آخری دور میں مرکزی عہدہ داروں میں ایک عہدہ دار راستوں کی مرمت ، اور مسافر خانوں کی تعمیر و نگرانی کے لئے بھی مقرر ہونے لگا تھا جو اپنی نگرانی میں اور اپنے ماتحت عملہ کے ذریعہ یہ خدمات انجام دیتا تھا ۔

زراعت کے لئے نہریں کھودوانا ، اور صنعت و تجارت کو ترقی دینے کا کام والیوں کے سپرد تھا ۔ اور یہ کام اتنی وسعت کے ساتھ ہوتے تھے کہ مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور

Marfat.com

روزانہ کام کرتے تھے اور انھیں بیت المال سے مزدوری دی جاتی تھی۔

نہریں حضرت فاروق اعظمؓ نے ممالک محروسۂ خلافت کی معاشی ترقی اور خوش حالی کی طرف اپنی توجہ ہمیشہ مبذول رکھی، اور عین اس وقت میں مبذول رکھی جب کہ دنیا کی دو نوں عظیم الشان مملکتوں یعنی شہنشاہی روم اور شہنشاہی ایران سے مسلسل جنگیں ہو رہی تھیں۔ آج کل کی عوامی جمہوری حکومتیں حالتِ جنگ تو حالتِ جنگ ہی ہوتی ہے، معمولی سی بلکہ وہمی قسم کی داخلی بدنظمی کو بہانہ بنا کر تمام رفاہی منصوبوں کو بند کر دیتی ہیں۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر انسان کے بنیادی حقوق کو معطل کر دیتی ہیں۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اِدھر رومیوں کے خلاف جنگ ہو رہی ہے اور اُدھر مصر میں حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح و والی مصر حضرت فاروق اعظمؓ کی ہدایت کے بموجب بحر روم اور بحر قلزم کو ملانے کے لئے نہر امیرالمؤمنین کھدوا رہے ہیں، روزانہ ایک لاکھ بیس ہزار مزدور کام کر رہے ہیں یہی وہ نہر ہے جو آج کل نہر سویز کہلاتی ہے۔ اور مصر کے اندر زرعی آبپاشی اور کسانوں کی بہبود کے لئے نہر صعید اور نہر نوازل کی تعمیل جاری ہے۔ زمین کی پیمائش ہو رہی ہے۔ ملک کی مردم شماری ہو رہی ہے۔

بالکل یہی صورتِ حال عراق کی ہے۔ ایرانی شہنشاہیت کے خلاف جنگ بھی ہو رہی ہے اور دریائے دجلہ و فرات سے آبنوشی اور آبپاشی کے لئے نہر ابو موسیٰ، نہر معقل اور نہر سعد بھی تعمیر ہو رہی ہے۔

نئے نئے شہر اسی حالت میں نئے نئے شہر بھی بسائے جا رہے ہیں، بصرہ، کوفہ، واسط، فسطاط، موصل، شاہرود، یہ سب نئے نئے شہر اسی زمانہ میں تعمیر ہوئے، مساجد مہمان خانے، ایوان ہائے حکومت، سرائیں اور پل، سڑکیں، اور جیل خانے یہ سب بنے اور سارے ممالک محروسہ میں مسافر خانوں اور شاہراہوں کا جال بچھا دیا گیا۔

ذمی اس وقت تک ابھی مسلمان تو محض تھوڑے ہی سے تھے جتنے رفاہی کام ہو رہے تھے وہ سب ذمیوں (یعنی غیر مسلم آبادی) ہی کے لئے ہو رہے تھے، انھیں ہر طرح کی سماجی

Marfat.com

و مذہبی آزادی میسر تھی۔ زکوٰۃ مسلمانوں سے وصول ہوتی تھی، عشر مسلمانوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ فوجی خدمات مسلمان ادا کرتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں ذمیوں سے کیا محصول لیا جاتا تھا۔ صرف جزیہ یعنی فی کس سالانہ تقریباً ڈیڑھ روپے وہ بھی عورتوں سے بچوں سے، مذہبی خدمات ادا کرنے والوں سے، بیماروں اور معذوروں سے نہیں لیا جاتا تھا، ان سب پر سے جزیہ معاف تھا۔ بلکہ معذوروں، بیماروں اور بوڑھوں کو بیت المال سے گزارہ کے لئے وظیفے دیئے جاتے تھے۔ غیر مسلموں پر سے فوجی خدمات معاف تھیں، غیر مسلم کاشتکار اپنی زمینوں پر قابض تھے، ان پر خراج عشر سے بھی کم تھا۔ مسلمانوں کے لئے غیر مسلم کاشتکاروں سے زرعی زمین کی خریداری ممنوع تھی۔ اگر کسی ہنگامی ضرورت پر غیر مسلموں سے کوئی فوجی خدمت مثلاً راستہ وغیرہ بنانے میں امداد حاصل کی جاتی تو اس سال کا جزیہ اُن غیر مسلموں پر سے معاف کر دیا جاتا۔ خشک سالی یا کسی آفت کی صورت میں بیت المال سے ان کی امداد کی جاتی تھی۔

فتوحات خلافت فاروقی میں بہت سے ممالک فتح ہوئے اور تقریباً ۲۵ لاکھ مربع میل کا رقبہ خلافتِ اسلامیہ میں شامل ہوا۔ اس وسیع رقبہ کے باشندے روم و ایران کے ظالمانہ شاہی نظام سے آزاد ہوئے۔ ان پر سے بوجھل ٹیکس ختم کئے گئے۔ ایک عام نظر میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ بھی اسی طرح کی فتوحات ہوں گی جیسی کہ اس عہد سے پہلے کے رومی، ایرانی اور یونانی بادشاہوں کے زمانوں میں ہوتی رہی تھیں۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اول تو اس لئے کہ یہاں مفتوحین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی تھی، نہ گھر اُجڑتے تھے اور نہ کھیتیاں برباد ہوتی تھیں، وہ لوگ جو میدان جنگ میں ہتھیار لے کر مقابلہ کے لئے نہیں آتے تھے اُن کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا جاتا تھا۔ عبادت گاہوں کی نہیں بلکہ بستی کے عام گھروں کی بھی حفاظت کی جاتی تھی، ہر شخص کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو خود سابق مالکوں کے قبضہ میں باقی رکھا جاتا تھا، کسی مجاہد کو فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ میں بسنے یا جائیداد خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ پچھلی حکومتوں کے ظالمانہ نظام مالگزاری کو ختم کر کے عادلانہ نظام جاری کر دیا جاتا تھا۔ ایک واقعہ بھی پورے

Marfat.com

عہد فاروقی میں نظر نہیں آتا جس میں کسی فاتح مجاہد کو عام مفتوحہ آبادی کے مقابلہ کوئی ترجیح دی گئی ہو۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان ساری پابندیوں کے باوجود ساڑھے دس سالہ عہد فاروقی میں تقریباً ۲۵ لاکھ رقبۂ زمین فتح ہوا۔ اتنا بڑا رقبہ اس مختصر سی مدت میں شاید اس کے پہلے کسی شاہی و شہنشاہی میں فتح نہیں ہوا ہوگا۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اس وقت ایرانیوں اور رومیوں سے عراق و شام میں مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی، مسلمان مجاہدین دمشق کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ ایران کے خلاف عراق میں مسلمانوں کی پیشقدمی رکی ہوئی تھی، حضرت مثنیٰ شیبانی مزید کمک حاصل کرنے کے لئے محاذِ عراق سے مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ابو عبید ثقفی کی سپہ سالاری میں ایک فوجی دستہ حضرت مثنیٰ شیبانی کے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد ایرانیوں سے جابجا مختلف مقامات پر بہت سی جنگیں ہوئیں، ان میں مثنیٰ شیبانی، ابو عبید ثقفی، خالد بن الولید، سعد بن ابی وقاص اور دیگر مجاہدین صحابہ و تابعین نے حیرتناک جرأت و بہادری کے کارنامے انجام دیئے، اور ابو عبید ثقفی وغیرہ بہت سے بزرگوں نے مرتبۂ شہادت پایا۔ ان معرکوں میں سے یہ معرکے بہت بڑے اور مشہور معرکے ہیں۔ جنگ نمارق ۱۳ھ، جنگ خیبر ۱۳ھ، جنگ کسکر ۱۳ھ، جنگ بویب ۱۳ھ، جنگِ قادسیہ ۱۴ھ، جنگ بہرہ شیر ۱۴ھ، فتح مدائن ۱۴ھ، جنگ جلولاء ۱۶ھ، جنگ نہاوند ۲۱ھ،

اور اس کے بعد مسلمانوں نے آذربائیجان، کرمان، اصفہان، سیستان وغیرہ کو بھی فتح کر لیا۔ ایران کی ساسانی حکومت ختم ہو گئی اور عہد فاروقی میں مجاہدین دریائے سندھ تک پہنچ گئے۔ دوسری طرف جزیرہ، خوزستان اور نصف آرمینیہ سے رومیوں کے مقابلہ میں بھی فتح و ظفر نے مسلمانوں کے قدم چومے، ۱۴ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سالاری میں فتح ہوا۔ اس فتح میں حضرت خالد بن الولید اور حضرت یزید بن ابی سفیان نے جرأت و بہادری کے بے مثال کارنامے انجام دیئے، اس کے بعد ۱۴ھ ہی میں جنگ فحل ہوئی، جنگ کے

Marfat.com

بعد حمص فتح ہوا، ۱۵ھ میں جنگ یرموک ہوئی، پھر قیصر روم ہرقل کی فراری کے بعد مسلمانوں نے قنسرین اور انطاکیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۶ھ میں حضرت فاروق اعظم حاکم بیت المقدس کی درخواست پر خود تشریف لائے اور بیت المقدس ایک صلحنامہ کے ذریعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا عیسائی گورنر بیت المقدس نے شہر کی سپردگی سے پہلے بہ اصرار تمام صلحنامہ میں یہ شرط بھی لکھوائی کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ بیت المقدس میں کبھی کسی یہودی کو بسنے کی اجازت دیں۔ فاروق اعظم کا یہ فرمان جو بیت المقدس کی فتح کے وقت عیسائیوں کو دیا گیا تھا آئندہ کے لئے ایک نمونہ قرار پایا اور جو حقوق اس فرمان میں مفتوحہ علاقوں کو دیے تھے۔ زمانۂ مابعد کے خلفاء دیگر مفتوحہ علاقوں کو یہ حقوق ہمیشہ دیتے رہے۔ اس فرمان میں عیسائیوں کو مسلمانوں کے برابر شہری حقوق دیے گئے تھے، ان کی جان، مال، عبادت گاہوں اور تعلیم گاہوں کی حفاظت کے لئے ضمانت دی گئی تھی۔ اور مسلمان ہر زمانہ میں ان تمام دفعات کی ہمیشہ پابندی کرتے رہے۔

سارا شام فتح ہوگیا بلکہ انطاکیہ اور نصف سے زیادہ آرمینیہ پر بھی قبضہ ہوگیا، فتوحات شام کی تکمیل ۱۹ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ہاتھوں قیساریہ کی فتح پر ہوئی۔ یہ بڑا سخت معرکہ تھا، اور یہاں رومی فوجوں نے جان توڑ مقابلہ کیا تھا۔

فتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فتح مصر کی اجازت حاصل کر لی اور ۱۹ھ کے اواخر میں سرحد مصر میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ سب سے پہلے بلبیس پر اور ملحقہ علاقوں پر قبضہ کیا اس کے بعد جبل المقطم پر چڑھ کر دوسری طرف اُترے اور ایک سخت معرکہ کے بعد دامن المقطم میں قلعہ پر قبضہ کر لیا، یہاں فاروق اعظم کی طرف سے بھیجی ہوئی کمک (امدادی فوج) لے کر حضرت زبیر بن العوام حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کی پھوپھی بی بی صفیہ کے فرزند اور ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے حقیقی بھتیجے تھے، قلعہ کے فتح سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے، اور یہ قلعہ حضرت

Marfat.com

زبیر رضی اللہ عنہ کی بے مثال جرأت سے فتح ہوا۔ یہی قلعہ بعد کو ایک کھلے شہر کی صورت میں ترقی کر کے مصر کا دارالحکومت الفسطاط کے نام سے مشہور رہا۔ آج کل بھی یہ الفسطاط ہی کہلاتا ہے اور موجودہ شہر القاہرہ کا ایک محلہ ہے۔ یہیں حضرت امام شافعی کی قبر مبارک ہے۔ الفسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں، چونکہ یہاں حضرت عمرو بن العاص رضؓ کا خیمہ تھا جسے چڑیا کے گھونسلہ بنانے کی وجہ سے ننھے ننھے چڑیا کے بچوں پر رحم فرما کر انھوں نے کچھ دنوں کے لئے وہیں چھوڑ کر آگے مصری شہر اسکندریہ کی طرف سفر کیا تھا، اس لئے اس جگہ کا نام الفسطاط پڑ گیا۔ شہر القاہرہ کے ۳۵۹ھ میں بسنے تک مصر کا دارالحکومت رہا۔

جب ۱۹ھ میں حضرت عمرو بن العاص مصر میں داخل ہوئے ہیں، اس وقت مصر رومی قیصر ہرقل کا ایک صوبہ تھا۔ مقوقس حاکم مصر قیصر کا نائب ہوتا تھا۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے جبل مقطم کے دامن میں واقعہ قلعہ کو فتح کر لیا تو مقوقس نے یہ صحیح طور پر اندازہ کر لیا کہ قسطنطنیہ کی رومی حکومت ملک شام میں مسلمانوں سے شکست کھا چکی، قیصر انطاکیہ سے بھاگ گیا، مصر میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، اس لئے اس نے اپنا سفیر حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں بھیج کر ان کی ماتحتی قبول کر لی اور خراج ادا کرنے لگا۔ اب حضرت عمرو بن العاص نے مصر کے اندرونی حصہ کی طرف اپنی پیشقدمی روک دی۔ ایک سال کے اندر ہی سات ماہ کے بعد ہرقل قیصر قسطنطنیہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا فرزند قسطنطین ثالث تخت نشین ہوا۔ اس نے مقوقس کی رائے کے خلاف مصر کو فتح کر کے براہ راست اپنے ماتحت لانے کے لئے ایک زبردست بحری فوج اسکندریہ پر بھیج دی، اس فوج نے اسکندریہ پر قبضہ کر کے بے پناہ مظالم کئے۔ اس کے بعد الفسطاط کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاص بھی اس کے جواب میں مجاہدین کو ساتھ لے کر اسکندریہ کی طرف چل پڑے، راستہ ہی میں رومی فوجوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ رومیوں کو شکست فاش ہوئی اور مسلمان اسکندریہ پر قابض ہو گئے۔ یہاں آ کر حضرت عمرو بن العاص نے باشندگان اسکندریہ کو جو نقصان رومی فوجوں نے پہنچایا تھا

Marfat.com

اس کی تلافی کی، تمام عیسائی باشندوں کو اُن کے نقصانات سے زیادہ رقمیں سرکاری خزانہ سے ادا کی گئیں۔ حضرت فاروقؓ اُن کی اس کارروائی سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جب اُن کی حفاظت کی ذمہ داری لی جا چکی تھی تو انھیں نقصانات کا بدلہ ملنا ہی چاہیئے تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص کچھ دن قیام کرنے کے بعد واپس الفسطاط چلے گئے۔ یہ واقعہ ۲۱ھ (مطابق ۶۴۲ء) میں پیش آیا۔ اس کے دو سال کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے برقہ اور طرابلس الغرب (لیبیا) کو بھی ۲۳ھ کے اواخر میں فتح کر لیا۔

یکم محرم ۲۴ھ (مطابق نومبر ۶۴۴ء) کو جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تین دن پہلے ایک آتش پرست فیروز کے خنجر سے زخمی ہو کر شہید ہوئے ہیں۔ اس وقت خلافتِ فاروقی کے حدود یہ تھے:

مشرق میں مکران دریائے سندھ کے کناروں تک، مغرب میں لیبیا کے موجودہ مغربی سرحد تک، شمال میں نصف آرمینیا تک اور جنوب میں عدن تک۔ ان حدود کے اندر موجودہ دور کے یہ ممالک داخل تھے۔ لیبیا، مصر، فلسطین، شام، عراق، ایران، پاکستان کا صوبۂ بلوچستان، یمن، حجاز و نجد، مسقط و عمان، اردن، لبنان، ترکی کا صوبۂ انطاکیہ، آرمینیا، استراخان اور خلیج عرب کی موجودہ امارات، ریاست ہائے قطر، و ملحقہ جزائر۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے مختصر دس سالہ دورِ خلافت میں بہت سی جدید انتظامی خوبیاں پیدا کیں اور بہت سے نئے دفاتر و ادارے قائم کئے جو اب تک قائم نہیں ہوئے تھے زمانہ مابعد میں صرف مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ ساری دنیا کی حکومتوں نے ان میں سے بہت سے کاموں میں حضرت عمر فاروقؓ کی تقلید کی۔

Marfat.com

اولیات حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے حکومت کی تنظیم کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ حکومت کے دفاتر قائم کئے، ضروری عمارتیں تعمیر کرائیں، بیت المال کی تنظیم کی، سب لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں، غیر مسلموں کے لئے بھی بیماری اور بڑھاپے کے وظائف جاری کئے۔ مورخین حضرت عمر فاروق کے تنظیمی کاموں کو جو سب سے پہلے انہوں نے ہی کئے، اولیات کے نام سے درج کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض بڑے بڑے کام یہ ہیں:

(۱) خلیفہ کے لئے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

(۲) سنہ ہجری کے بموجب تاریخوں کا اندراج سب سرکاری کاغذات میں ضروری قرار دیا۔

(۳) مجاہدین کے لئے ایک مستقل دفتر قائم کیا، ہر مجاہد کی تنخواہ مقرر کی حتیٰ کہ رضاکار مجاہدین کے لئے الاؤنس کا طریقہ بھی رائج کیا۔

(۴) سارے ممالک محروسہ کی پیمائش کرائی۔

(۵) تمام ممالک میں مردم شماری کرائی۔

(۶) زراعت کی ترقی کے لئے ایک مستقل دفتر قائم کیا، مالگزاری کی تنظیم کی، نہریں کھدوائیں، کسانوں کو تقاوی دینے کا طریقہ رائج کیا۔

(۷) عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکلیہ آزاد کر کے انتظامیہ کو عدالت کے فیصلوں کا پابند بنایا۔ ہر ضلع میں قاضی مقرر کئے اور ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔ عہدہ قضاۃ کے لئے بہترین افراد کا انتخاب کیا۔

(۸) پرچہ نویس مقرر کر کے خبر رسانی کے لئے آزاد دفتر قائم کئے۔

(۹) پولیس کا محکمہ قائم کیا۔

Marfat.com

(۱۰) راتوں کو خود گشت کرنے کا اور حالات سے واقفیت کا طریقہ اختیار کیا

(۱۱) راستوں کی تعمیر کی اور ان میں کنوئیں اور مسافر خانوں کی تعمیر کرائی۔

(۱۲) جیل خانہ قائم کیا۔

(۱۳) داخلی و خارجی تجارتوں کی تنظیم کی۔

(۱۴) مالیات کے لئے ایک مستقل دفتر قائم کیا۔

حضرت فاروق اعظم ایک گرامی قدر فقیہ بھی تھے۔ انھوں نے بعض فقہی کارنامے بھی انجام دئے۔ فقہ عمرؓ کے نام سے ان کارناموں کے ذکر پر متعدد مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ بعض کتابوں کے اردو ترجمے بھی فقہ عمرؓ کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ قرآن و سنت کا کتنا وسیع علم رکھتے تھے اور وہ کتنے بے مثال مجتہد تھے۔

Marfat.com

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

نام عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب، الاموی القریشی، کنیت پہلے ابو عمرو تھی بعد کو ابو عبد اللہ ہو گئی۔

حضرت عثمان کی والدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں۔ یہ پھوپھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں اس طرح حضرت عثمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھانجے تھے۔ حضرت عثمان کے باپ دادا قریش کی شاخ بنوامیہ سے تھے۔

عبد مناف بن قصی کے تین فرزند تھے، عبد شمس، ہاشم، اور مطلب۔ عبد شمس کے فرزند امیہ کی اولاد بنوامیہ کہلاتی ہے۔ ہاشم کے فرزند عبد المطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور مطلب کی اولاد میں بھی بہت سے جلیل القدر اشخاص پیدا ہوئے۔ حضرت امام شافعیؒ رحمتہ اللہ علیہ بھی مطلب کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت عثمان ایک خوش حال تاجر تھے اس لئے ان کو عثمان غنی رضی بھی کہا جاتا ہے حضرت عثمان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح حضرت عثمان رضی سے کر دیا تھا پھر جب بی بی رقیہ کی وفات ہو گئی تو آپ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی بی بی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ یہ عزوشرف صرف حضرت عثمان ہی کو حاصل ہے کہ نبیؐ کی دو بیٹیاں اُن کی زوجیت میں آئیں۔ کبھی کسی نبی کی دو بیٹیاں کسی سے نہیں بیاہی

Marfat.com

گئیں. اس شرف کی وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین یعنی دو نور والا کہا جاتا ہے

ولادت حضرت عثمان مکہ مکرمہ میں ۴۷ھ قبل الہجرت میں پیدا ہوئے. آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن میں چھ سال چھوٹے تھے.

جب سنہ ۱۱ء میں پہلی وحی نازل ہوئی تو یہ تقریباً ۳۴ سال کے تھے.

اسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور یہ مسلمان ہو گئے. ان سے پہلے صرف تین آدمی مسلمان ہوئے تھے. ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ اس طرح حضرت عثمان چوتھے مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے.

حضرت عثمان بہت ہی حیادار، سنجیدہ مزاج اور حد سے زیادہ نرم دل آدمی تھے. ان کو سوقیانہ حرکتوں سے طبعی نفرت تھی. اسلام لانے کے بعد ہی نہیں بلکہ ایمان لانے سے پہلے بھی وہ لہو ولعب سے دور رہتے تھے انہوں نے نہ کبھی بت پرستی کی اور نہ کبھی شراب پی اور نہ کبھی قمار بازی یا کسی اخلاقی گناہ کے قریب گئے. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت رکھتے تھے. حضرت عثمان نے بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا. اسلام کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ان سے لکھنے پڑھنے کا کام لیا کرتے تھے. وہ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوئے. غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا. اس لئے وہ مدینے ہی میں تھے. اسی زمانہ میں ان کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ بنت رسول اللہؐ کی وفات ہوئی. وہ کچھ دنوں سے بہت بیمار تھیں ان ہی کی تیمارداری کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا تھا.

Marfat.com

حضرت عثمان ذوالہجرتین تھے یعنی انہوں نے دو بار ہجرت کی تھی، نزول وحی کے پانچویں سال جب مکہ سے پندرہ صحابہ نے ملک حبشہ کو ہجرت کی تھی تو حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی بیوی حضرت رقیہ بنت رسولؐ کو ساتھ لے کر حبشہ کو ہجرت کی تھی، رسول اللہؐ خود اپنی نور نظر رقیہ اور داماد عثمان کو رخصت کرنے کے لئے دور تک آئے تھے اور فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جو راہ خدا میں ہجرت کر رہا ہے۔ ایک عرصہ کے بعد جب ان کو حبشہ میں اطلاع ملی کہ اب مکہ والوں کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ اتنا سخت نہیں رہا ہے تو اس غلط اطلاع پر وہ مکہ واپس گئے۔ لیکن یہاں دیکھا کہ مکہ والے اور بھی زیادہ سنگدل ہو گئے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی۔ ان کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، مدینہ میں بھی یہی پیشہ رہا اور اچھے کامیاب تاجر ہو گئے۔

حضرت عثمان ان صحابہ میں سے تھے جن کو پورا قرآن یاد تھا۔ اسی طرح وہ بہت نمازیں پڑھنے والے، بہت روزے رکھنے والے اور بہت ہی سخی آدمی تھے۔ وہ مکہ میں بھی بہت سخی تھے اور مدینہ میں بھی انہوں نے ہر ضرورتمند کی مدد کی، کنواں خرید کر وقف کیا۔ زمین خرید کر حضورؐ کو پیش کی۔ جہادوں میں اونٹ، گھوڑے اور سامان جنگ دئے اور اتنے کام رفاہِ عام کے انجام دئے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

خلافت

ذی الحجہ ۲۳ھ کی ۲۷ تاریخ کو صبح کی نماز میں حضرت فاروق اعظم امیر المومنین عمر بن الخطاب پر ایک آتش پرست غلام فیروز نے قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ انہیں جب اپنی وفات کا یقین ہو گیا تو صحابہ سے انہوں نے آئندہ کے خلیفہ سے متعلق مشورہ کیا۔ سات نام مختلف لوگوں نے پیش کئے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبیدؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ سب نے اصرار کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو نامزد کر دیجئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر کے نام سے تو اختلاف کیا۔ اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ خلافت کا عہدہ موروثی ہو جائے۔ خود عبداللہؓ بن عمر بھی خلیفہ ہونے کے لئے راضی نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے باقی چھ اشخاص کی ایک کمیٹی بنا دی اور حکم دیا کہ میری وفات کے بعد حضرات کو ایک گھر میں بند کر دیا جائے یہ لوگ آپس میں مشورہ کر کے کسی پر اتفاق کریں۔ یکم محرم سنہ ۲۴ھ کی صبح کو حضرت فاروق اعظم وفات پا گئے۔ اس اثناء میں یہ حضرات کئی بار جمع ہوئے۔ دو دن تک دیگر صحابہ سے بھی مشورے لئے گئے اور بالآخر ۳ محرم سنہ ۲۴ھ کو باتفاق صحابہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لئے انتخاب ہو گیا۔ مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی۔ کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بیعت کی، دو دن کے بعد سب نے بیعت کر لی۔ حضرت علی مرتضیٰ بھی وہیں موجود تھے انہوں نے بھی بیعت کر لی، صرف ایک بزرگ حضرت طلحہ کسی اشد ضرورت سے مدینہ سے باہر کہیں گئے تھے انہوں نے واپس آنے کے بعد بیعت کی۔ اس وقت خلافت اسلامیہ ۳۵ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ پر محیط تھی لیکن کہیں سے بھی کوئی اختلافی آواز سنائی نہیں دی۔ تمام کام تبلیغ تعلیم اور جہاد وغیرہ کے جیسے عہد فاروقی میں انجام پا رہے تھے بالکل اسی طرح انجام پاتے رہے۔ امن و امان قائم رہا اور کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی۔

وفات حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو مصر و عراق سے آنے والے باغیوں نے جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے، مدینہ میں ان کے گھر کے اندر گھس کر شہید کر دیا۔ اس وقت مدینہ منورہ اور اس کے قریب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے گئے ہوئے تھے اور سارے

Marfat.com

شہر مدینہ میں تین سو سے زیادہ مرد بھی موجود نہ تھے۔ یہ بغاوت ایک گہری اور طویل سازش کا نتیجہ تھی جو یمن کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا کی قیادت میں یہودیوں اور مجوسیوں نے کی تھی۔ باغیوں کی تعداد بیس ہزار سے بھی زاید تھی۔ قاتلین عثمان میں حجاز کے صرف تین آدمی شریک تھے جن میں سے ایک حضرت علی کے ربیب بیٹا محمد بن ابی بکر تھے کوئی صحابی بغاوت میں شریک نہ تھا۔ کل مدت خلافت بارہ سال سے ۱۵ دن کم ہوئی۔ شہادت کے وقت حضرت عثمان کی عمر تقریباً ۸۲ سال تھی۔

اولاد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں سے ان کے گھر میں گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں جن میں سے چھ بیٹے کمسنی میں وفات پا گئے اور اسی طرح دو بیٹیاں کمسنی ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئیں، باقی پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں سے آپ کی نسل اب تک قائم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں جو حضرت عثمان کے عقد نکاح میں آئیں ان میں سے بی بی ام کلثوم سے کوئی اولاد نہ ہوئی، بی بی رقیہ سے دو بیٹے ہوئے، ان میں سے چھوٹے صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے، بڑے فرزند سے آگے نسل چلی، ان ہی کی اولاد میں اندلس کے بعض مشہور علماء اور قضاۃ ہوئے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی نو سال بڑے پرسکون گزرے اور آخری تین سال میں بعض مقامات پر سازشیں اور شورشیں ہوئیں۔ ابتدائی نو سال میں بڑے بڑے تمدنی اور تعمیری کام ہوئے، بہت سے نئے ممالک فتح ہوئے، بعض ان ممالک میں جہاں عہد فاروقی میں فتوحات مکمل نہیں ہوئی تھیں، تھوڑی بہت بغاوتیں رونما ہوئیں لیکن حضرت عثمان نے بروقت فوجی مہمات بھیج کر نہ صرف ان مقامات پر امن و امان قائم کر دیا بلکہ بہت سے

Marfat.com

دیگر علاقے بھی فتح کر لئے۔ ایران میں ابھی تک یزدگرد ثالث آخری ساسانی فرمانروا زندہ موجود تھا اور اس کی وجہ سے بار بار نیشاپور اور سجستان وغیرہ میں فتنے پیدا ہوتے تھے، حضرت عثمان نے عبداللہ بن عامر کو بھیجا اور انہوں نے کامیابی کے ساتھ صرف نیشاپور کو ہی فتح نہیں کر لیا بلکہ مشرقی ایران میں سارے باغیوں کو کچل دیا پاکستانی صوبہ بلوچستان تک سارا صوبہ خلافت اسلامیہ کے ماتحت آکر راہ ترقی پر گامزن ہو گیا۔ یزدگرد ثالث جو ادھر ادھر چھپتا پھر رہا تھا، اسے مال وزر کی لالچ میں ایک آتش پرست دہقان نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایران میں فتنوں کا حقیقی سبب ختم ہو گیا۔

ایشیائے کوچک کی مہمات پر حضرت معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضؓ متعین تھے انہوں نے اپنی اولوالعزمی اور تدابیر سے مشرقی رومن حکومت کو جھکا دیا اور بروسہ تک سارے علاقے فتح کر لیئے۔ بہت سی نوآبادیاں قائم کر دیں۔

حضرت معاویہ رضؓ نے حضرت عثمان کے حکم سے پہلا اسلامی بحری بیڑا بنایا اور سنہ ۲۸ھ میں بحری ڈاکے کے رومن اڈہ جزیرۂ قبرص کو فتح کر کے خلافت اسلامیہ کے شامی سواحل کو رومن ڈاکوؤں سے محفوظ کر لیا۔ سنہ ۳۳ھ میں قبرص کو براہ راست اپنے نظم ونسق کے اندر لے لیا۔

افریقہ میں عبداللہ بن سرح کو والی مقرر کر کے انہیں فتوحات کی اجازت دے دی۔ انہوں نے طرابلس، (موجودہ لیبیا) تیونس، مراکش، الجزائر اور سیرالیون (موریطانیہ) فتح کر کے شمالی افریقہ کے سارے ممالک کو خلافت اسلامیہ میں شامل کر لیا۔

اسی طرح حضرت معاویہ کی نگرانی میں مسلمانوں نے افغانستان میں کابل اور غزنی وغیرہ کو فتح کر لیا، اس مہم کو حضرت معاویہ کی ہدایت کے ماتحت حضرت

Marfat.com

عثمان نے بھیجا تھا۔ خود حضرت معاویہ اس مہم کے لئے کابل نہیں آئے تھے۔ مگر اس مہم کی کامیابی ان ہی کی ہدایات اور نگرانی میں ہوئی۔

تبلیغ حضرت عثمان رضؓ فتوحات سے کم تبلیغ وتعلیم اور ممالک خلافت کی اقتصادی خوش حالی کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے بلکہ فوجی مہمات سے بھی زیادہ وہ ان امور کی طرف ہر دم متوجہ رہتے تھے، اسی لئے ان کے زمانۂ خلافت میں تبلیغ، تعلیم اور خوش حالی کے بے شمار اہم کام ہوئے۔ تبلیغ کا دائرہ تو مسلمان تاجروں کے ساتھ اتنا پھیلا کہ چین کے شہر کنٹون اور اسپین کے ساحلی علاقوں تک جا پہنچا، وہاں مسجدیں تعمیر ہوئیں، قرآن کریم کی تعلیم شروع ہوگئی۔ مشرق میں یہ دائرہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان تک پھیل گیا۔ کراچی شہر سے صرف ۲۸ میل دور وہ پہاڑی ندی ہے جو آج کل بھوانی ندی کہلاتی ہے، اس ندی کے دوسرے کنارے پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد زرین میں مسلمانوں کی آبادی قائم ہو چکی تھی۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ عربی رسم الخط عربی زبان کے سوا دوسری زبانوں، حبشی اور سوڈانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور کہیں کہیں فارسی والوں نے بھی اپنا میخی خط چھوڑ کر عربی حروف اختیار کر لئے، لیکن اس سلسلہ میں اولیت کا اعزاز بلوچی زبان کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے لئے عربی رسم الخط قبول کر لیا، ہم نہیں کہہ سکتے کہ بلوچستان کے لوگ جو زبان اس زمانہ میں بولتے تھے اس کے لئے ان کے پاس کوئی رسم الخط تھا بھی یا نہیں وہ بھی شاید مسماری یعنی میخی خط ہی استعمال کرتے تھے۔

جمع القرآن یعنی ایک رسم الخط پر سارے مسلمانوں کو متحد کر دینا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اُن کے اعمالِ حسنہ میں اس کا ذکر نہ کرنا بڑی ناحق شناسی ہوگی۔ ان کو جب اس کی اطلاع

Marfat.com

تی کہ لوگ بے توجہی کی وجہ سے قرآن مجید کے لکھنے میں احتیاط قائم نہیں رکھتے تو انہوں نے قرآن مجید کا وہ مکمل و مرتب نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاص اہتمام سے لکھوا کر اور تصحیح کرا کے حضرت ام المومنین بی بی حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رکھوا دیا تھا، حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے طلب فرما کر اس کی چھ نقول تیار کرائیں اور کاتبوں کو ہدایت فرمائی کہ قریش کے طرز کی پابندی کے ساتھ اس کی نقلیں تیار کرو۔ جب یہ چھ نسخے تیار ہو گئے تو حفاظ صحابہ میں سے متعدد بزرگوں سے ان کی تصحیح کرائی۔ اصل منقول عنہا نسخہ تو حضرت ام المومنین بی بی حفصہ کو واپس کر دیا جدید چھ نسخوں میں سے ایک نسخہ امیر المومنین خلیفۂ اسلام کے لیے رکھ کر باقی پانچ نسخے مختلف صوبائی حکومتوں کو بھیج دیے۔ اسی کے ساتھ یہ فرمان مبارک بھی جاری کیا، اگر کسی کے پاس قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی سورہ لکھی ہوئی موجود ہو تو اس نسخہ سے ملائی جائے رسم الخط میں اختلاف پایا جائے تو ایسی تمام تحریریں جلادی جائیں۔ اب سے قرآن مجید کے نسخے ان ہی نسخوں سے تیار کئے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ ان چھ نسخوں میں سے دو نسخے اب تک استنبول اور تاشقند میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ پر حضرت عثمان کے خون کا نشان بھی ہے۔ اس نشان میں تو شک وشبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ دونوں نسخے عہد عثمانی ہی کے تیار کردہ ہیں۔ ان دونوں نسخوں کی عکسی نقول مختلف ممالک میں موجود ہیں۔

ترقی و خوشحالی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ممالک محروسۂ خلافت کی ترقی و خوشحالی کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ انہوں نے ان کاموں کے لئے خصوصی افسر مقرر کر رکھے تھے جن سے وہ منصوبوں کی تکمیل کے سلسلہ

Marfat.com

میں رپورٹیں منگواتے تھے اور کبھی کبھی انہیں مدینہ منورہ میں طلب فرما کر ان سے حالات دریافت فرماتے تھے۔ مصر، شام، عراق اور وسط ایشیا میں آبپاشی کے انتظامات کئے گئے اور زرعی ترقی ہوئی۔ صنعت کے اعتبار سے مختلف مقامات پر خاصی ترقی ہوئی۔ سرکاری طور پر طائف اور نجران میں لوہے کی صنعتوں نے ترقی کی۔ اسلحہ سازی پر بھی توجہ مبذول کی گئی، دباغت، ظروف سازی، پارچہ بافی اور زردوزی کے کام بڑے پیمانے پر ہوتے تھے۔ خصوصاً مدینہ میں زردوزی کے کام نے بڑی ترقی کی۔ یمن میں مختلف صنعتوں نے فروغ پایا۔ خصوصاً دباغت و پارچہ بافی کی صنعتوں نے بڑی ترقی کی۔ اعلیٰ درجہ کے کپڑے یمن میں اور مصر میں بُنے جاتے تھے۔ عربی زبان میں بردیمانی (یمنی چادروں) اور مصر کے قباطی کپڑوں کا ذکر اس زمانہ کے اشعار میں ملتا ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں فن تعمیر نے بھی فروغ پایا۔ مسجد نبوی کی تعمیر نو ہوئی۔ کوفہ اور بصرہ میں مساجد تعمیر ہوئیں، مصر میں تعمیر کے بڑے کام ہوئے۔ دو شہر نئے بسائے گئے۔ انطاکیہ کا قلعہ پھر سے تعمیر کیا گیا۔

غرض یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، فتوحات، تبلیغ تعلیم اور اقتصادی و تمدنی ترقی کے لئے حقیقتاً بڑا ہی اہم دور تھا۔ البتہ آخر کے تین سال داخلی فتنوں کا زمانہ رہا اور داخلی فتنوں کے زمانہ میں ملک کی مزید خوش حالی کے لئے کیا ہو سکتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو شکایتیں پیدا کی گئیں ان میں ذرہ برابر کوئی حقیقت نہ تھی، اصل معاملہ میں یہ تھا کہ جب یہودیوں اور مجوسیوں نے دیکھا کہ ایرانی مقاومت ختم ہو گئی اور قسطنطنیہ کی رومن حکومت کو مجبور ہو کر اور بڑا حصہ حضرت معاویہ کے ہاتھوں کھو کر آئندہ پیش قدمی نہ کرنے کا

Marfat.com

معاہدہ کرنا پڑا۔ تو یہودیوں نے اور مجوسیوں نے مل کر یہ سازش کی کہ مسلمانوں میں داخلی اختلافات پیدا کئے جائیں۔ چونکہ خلافت کا مرکز امیرالمومنین حضرت عثمان کی ذات تھی، اس لئے اِن ہی کے خلاف شکایتیں شروع کیں۔ طرح طرح کے فرضی الزامات قائم کئے ۔س کے لئے نقلی طور پر متعدد ذہین یہودی مسلمان ہو کر کام کرنے لگے۔ تاریخ کا ایک طالب علم اس معاملہ کو بڑی آسانی سے سمجھ جاتا ہے جب دیکھتا ہے کہ حجاز، نجد، شام اور فارس کے علاقوں میں کوئی فتنہ نہیں پیدا ہوا۔ فتنہ پیدا ہوا مصر میں اور پرورش پایا عراق میں جہاں مجوسیوں اور یہودیوں نے اس کا ساتھ دیا اور مدینہ منورہ پر حملہ کر کے خلیفہ کو شہید کر دیا ـــــ!!

سوال یہ ہے کہ شکایات صرف اِن ہی دو صوبوں میں کیوں پیدا ہوئی۔ کیا اس میں تاریخ عالم کا وہ کلیہ کام کر رہا تھا کہ ہر مفتوح کو فاتح کے خلاف شدید نفرت ہوتی ہے جو حسب موقع عجیب عجیب شکلیں اختیار کر لیتی ہے۔ اور تاریخِ عالم کا کون طالبِ علم ہے جسے یہ نہ معلوم ہو کہ چھٹی صدی قبل مسیح سے ایرانیوں اور یہودیوں میں دوستی اور ہم آہنگی پیدا ہو چکی تھی۔ عراق فتح اسلامی سے پہلے ایرانی حکومت ایک صوبہ ہی نہیں بلکہ آخری ساسانی فرماں رواؤں کا دارالسلطنت بھی تھا۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، الہاشمی القریشی ۔

ولادت :۔ بمقام مکہ مکرمہ سنہ ۲۳ قبل الہجرۃ ۶۰۰ء

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے ۔ ان کے والد ابوطالب (عبدمناف ابن عبدالمطلب کی مالی حالت اچھی نہ تھی ، اور اولاد بہت تھی اس لئے ان کا بوجھ کم کرنے کے لئے ابوطالب کے بھائیوں نے ان کے بچوں کو پرورش کے لئے لے لیا تھا ، اس طرح حضرت علی کے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ اور عقیل رضی اللہ عنہ اپنے چچاؤں عباس بن عبدالمطلب اور زبیر بن عبدالمطلب کے گھروں میں پرورش پا رہے تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے والد جناب عبداللہ کی طرف سے یہ حق ادا کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرورش کے لئے اپنے گھر لے آئے اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کی ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر سات یا آٹھ سال تھی ۔ ان پر کفر و بت پرستی کا کوئی عہد نہیں گزرا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ ایک مسلمان بچے کی طرح ان کی پرورش ہوئی ۔ ظاہر ہے کہ سات آٹھ سال یا دس بارہ سال کی عمر تک بھی کسی بچے کے ایمان و کفر کو قابل شمار نہیں سمجھا جا سکتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا کوئی دور نہیں گزرا ۔ ان کا ایک ہی مذہب سے واسطہ پڑا اور وہ تھا مذہب اسلام ۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر اطمینان ہوا اور ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ آپ کی دونوں غیر شادی شدہ صاحبزادیاں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی مدینہ آ گئیں

Marfat.com

تو آپ نے اپنی تیسری (منجھلی) صاحبزادی حضرت فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا۔ اس طرح حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے۔

حضرت علی عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں خلفاء کے جلیل القدر مشیر اور عہد فاروقی سے مسلسل قاضی مدینہ رہے تھے۔ اس لئے انہیں تحریک اسلامی کے پھیلاؤ کی پوری طرح خبر تھی۔

اور ۳۵ھ میں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سات دن بعد مدینہ میں ان کے ہاتھ بیعت خلافت ہوئی، اور ایسی ناخوشگوار حالت میں ہوئی کہ مدینہ پر قاتلان عثمان کا عملاً قبضہ تھا۔ اور یہی خلیفہ مقرر کرنے کے لئے اوروں سے زیادہ بے چین تھے۔ ان لوگوں نے بہ اصرار تمام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر لیا۔ اور باہر آ کر نعرہ لگایا کہ "ہم نے اپنے سروں پہ ایک بڑی ڈھال اوڑھ لی" مطلب یہ تھا کہ اب تک ہم خلافت کے باغی تھے، لیکن اب خلیفۂ وقت کے رفقاء ہیں۔ جو ہماری مخالفت کرے گا وہ باغی سمجھا جائے گا۔ سب سے پہلے جس نے آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی وہ باغیوں اور قاتلین عثمان کی جماعت کا سب سے بڑا سردار مالک بن اشتر تھا۔ اس کے بعد دوسروں نے بیعت کی، جو لوگ اس محفل میں موجود تھے ان کو پکڑ پکڑ جبراً بیعت لی گئی حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر جیسے بے ضرر آدمی جوان ہی دنوں میں عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے ان کی گرفتاری کے لئے آدمی روانہ کئے۔ اور ان کی جان حضرت بی بی فاطمہ کی صاحبزادی بی بی کلثوم رضی اللہ عنہا کی حمایت و ضمانت پہ بچی۔

حضرت علیؓ نے مدینہ کو باغیوں کے قبضہ سے چھڑانے کے لئے بیعت خلافت کے تیسرے دن حکم دیا کہ مصر، کوفہ اور بصرہ سے آئے ہوئے لوگ اپنے گھروں

Marfat.com

کو واپس چلے جائیں لیکن بلوائیوں نے اپنے خلیفہ کو اس حکم کی تعمیل سے علی الاعلان انکار کر دیا۔ اور کوئی واپس نہ گیا۔ اس طرح صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر عملاً بلوائیوں کا قبضہ قائم رہا۔

حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد ایک شخص نے کسی طرح حضرت عثمان کا خون آلود پیراہن اور ان کی اہلیہ بی بی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں جو حضرت عثمانؓ کو بچانے میں قاتلین عثمانؓ کے خنجر سے کٹ کر گر گئی تھیں، اٹھا لیں اور انہیں لے کر مدینہ سے دمشق جا پہنچا، اس نے یہ دونوں چیزیں جامع مسجد دمشق کے دروازہ پر رکھ دیں اور رو رو کر حضرت عثمان کے قتل کئے جانے کا قصہ بیان کیا۔ اس کا جو اثر ہونا تھا وہ ہوا لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے، اور ایک جوش پھیل گیا حضرت معاویہ بن سفیانؓ جو شام کے والی تھے وہ صبح کے وقت نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو ہر طرف یہ شور مچا ہوا تھا کہ مدینہ چلیے۔ ہم قاتلان عثمانؓ سے انتقام لیں گے اگر کوئی اور والی ہوتا تو شاید اس جوش پر قابو نہ پا سکتا، لیکن حضرت معاویہؓ بڑے مدبر اور بہت ہی صاحب اثر آدمی تھے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اس جوش پر قابو پایا اور وعدہ کیا کہ خون عثمانؓ کا بدلہ جائے گا۔

حضرت علی سے مدینہ منورہ میں موجود بہت سے صحابہ کرام نے بیعت نہیں کی، مگر انہوں نے عملاً کوئی مخالفت بھی نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہتے رہے کہ قاتلین عثمانؓ پر مقدمہ چلا کر قصاص لیا جائے، اس کے بعد وہ بیعت کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی بی بی صفیہؓ کے صاحبزادے اور ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ بلوائیوں نے زبردستی ان دونوں سے نکالا اور حضرت علیؓ کے سامنے پیش کر کے ان گردنوں پہ تلوار رکھی اور ان سے بیعت کرا دی۔ انہوں نے اس شرط پہ بیعت کر لی کہ

Marfat.com

کہ حضرت علیؓ قتل عثمان کا قصاص لیں گے اور حضرت علیؓ نے وعدہ کرلیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد ہی حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ موقع پاکر مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج بیت اللہ کے لئے مکہ گئی ہوئی تھیں، انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور مدینہ منورہ کے حالات کی اطلاع مکہ میں ملی اور یہ بھی اطلاع ملی کہ باغیوں نے حضرت علی کو خلیفہ بنالیا ہے۔ وہ مدینہ منورہ کو واپس ہونے والی تھیں کہ ام المومنین بی بی ام حبیبہؓ مدینہ سے مکہ آئیں اور انہوں نے تفصیل کے ساتھ مدینہ منورہ کے حالات بیان کئے اور یہ بھی بیان کیا کہ مالک بن اشتر نخعی نے ان پر ڈھیلے مارکر اور ان کی سواری کا منہ موڑ کر انہیں حضرت عثمان کے گھر جانے سے روک دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ساری تفصیلات سننے کے بعد فیصلہ کیا کہ اس وقت مدینہ جانا مناسب نہیں۔ وہاں امہات المومنین کا احترام بھی باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد کئی دن وہ مکہ مکرمہ میں رہیں، اور بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ جانے کی بجائے کوفہ چلی جائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے کا مطالبہ کریں۔ اس فیصلہ کے بعد وہ مکہ سے ابھی نکلی ہی تھیں کہ حضرت زبیر بھی مدینہ سے آگئے۔ اب یہ تینوں بزرگ کوفہ کی طرف چل پڑے اور ان کے ساتھ ہزاروں مسلمان اس مطالبہ کے ساتھ شریک ہوگئے کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو آزاد چھوڑ دینا عدل و انصاف کا خون ہے۔ اگر قانون اور عدالت امیرالمومنین عثمان ذی النورین کے خون ناحق کا قصاص نہیں لے سکتی تو پھر کسی اور کی گردن قاتل کی تلوار سے کیا محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور وہ سربراہ مملکت ہی کیا جو قرآن حکیم کا حکم قصاص تک نافذ نہ کرے۔

Marfat.com

ادھر حضرت علیؓ نے بیعت کے بعد جو پہلا حکم جاری فرمایا وہ یہ تھا کہ عہد عثمانی کے صوبہ داروں کو معزول کر کے نئے والی روانہ کر دیئے، ان ہی میں بصرہ، کوفہ، یمن مصر اور شام کے صوبہ دار بھی تھے حضرت علی کے مقرر کردہ نئے صوبہ دار کہیں پہنچ سکے اور کہیں جانے کی جرأت بھی نہ کر سکے بلکہ راستہ ہی سے واپس آگئے۔ ان ہی واپس آنے والوں میں حضرت علی کے مقرر کردہ صوبہ دار سہیل بن حنیف بھی تھے جو حضرت امیر معاویہؓ کی جگہ پر صوبہ دار بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ شام کی سرحد میں داخل نہ ہو سکے۔ راستہ ہی میں مسافروں سے شام کا حال سنا اور واپس مدینہ آگئے۔

اس صورت حال پر حضرت علی کو بڑا غصہ آیا، لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ نہ کوئی مصلحت اور نہ کوئی رعایت، معاویہ کے لئے میری تلوار کی دھار ہی فیصلہ کن ہوگی۔ اور اعلان کر دیا کہ معاویہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مسلمان ان کے ساتھ چلیں۔ قاتلین عثمان نے اس حکم کو اپنے لئے رحمت سمجھا، اس لئے کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں ان کو اپنے حمایتی ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔

حضرت علی اپنی فوجیں لے کر حضرت معاویہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو رہے تھے کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے عراق میں پہنچنے کی اطلاع ملی۔ آپ نے شام سے پہلے اس قضیہ کو نبٹانا ضروری خیال فرمایا۔ مدینہ کے لوگوں نے حضرت علی کو بہت سمجھایا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور ساری فوج لے کر عراق کو روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر وہ مشہور جنگ ہوئی جو جنگ جمل یعنی اونٹ والی جنگ کہلاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ اس دن اونٹ پر سوار تھیں اور اس اونٹ کے تحفظ میں سینکڑوں ہی جاں نثاروں نے جان دے دی تھی۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیر قتل ہوئے، حضرت عائشہ مدینہ چلی آئیں اور حضرت علی نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ قرار دے دیا۔ یہ واقعہ ۳۶ھ کا ہے۔ اس کے بعد سے اب

Marfat.com

تک مدینہ منورہ کو دارالخلافہ ہونے کا اعزاز پھر کبھی حاصل نہیں ہو سکا۔

اب کوفہ میں رہ کر حضرت علی نے ہر طرف سے اپنے حمایتیوں کو بلایا اور بہت بڑا لشکر لے کر حضرت معاویہ کے خلاف روانہ ہوئے۔ حضرت معاویہ دمشق میں صوبہ دار ملک شام کی حیثیت سے مقیم تھے اور بہت ہر دلعزیز تھے۔ حضرت عمرؓ الفاروق نے انہیں ملک شام کا صوبہ دار (یعنی) امیر شام مقرر فرمایا تھا اور حضرت عثمان نے ان کو اسی عہدہ پر قائم رکھا تھا۔ وہ بڑے حلیم، مدبر، غمخوار، اور دیندار آدمی تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ قاتلین عثمانؓ کی فوج گراں لے کر ملک شام کی سرحد پہ پہنچ گئے ہیں تو وہ بھی دفاعی فوج لے کر نکلے، ان کی فوج تعداد میں کم تھی، اور مہارت جنگ میں بھی کمتر تھی۔ حضرت علی اپنی فوج لے کر بڑھتے رہے یہاں تک سرحد شام میں تقریباً ۸۰ میل تک اندر آ گئے۔ یہیں مقام صفین پہ تقریباً دو ماہ تک جنگ ہوتی رہی جس کو تاریخ میں جنگ صفین کہا جاتا ہے اور اس میں تقریباً نوے ہزار مسلمانوں کو خود مسلمانوں ہی نے قتل کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس جنگ میں حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر نے ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور وہ یہ کہ جب اس طویل جنگ سے لوگ اکتا گئے تھے، اور ادھر نوے ہزار سے بھی زائد مسلمانوں کی جانیں ضائع ہو چکی تھیں۔ انہوں نے قرآن مجید کے چند اوراق نیزے پہ اٹھا کر لوگوں کو جنگ بند کر دینے کی ترغیب دی اور کہا کہ تم آپس ہی ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر ختم ہو جاؤ گے تو کافروں کے خلاف جہاد کون کرے گا۔ لوگوں پہ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور جنگ بند ہو گئی، اگرچہ حضرت علیؓ کو اپنی فتح کامل کا یقین تھا اور وہ جنگ بند کرنا نہیں چاہتے تھے مگر ان کے ساتھیوں نے ایک نہ سنی اور کہہ دیا کہ اگر آپ نے جنگ بند نہ کی تو ہم آپ کو بھی حضرت عثمانؓ تک پہنچا دیں گے (یعنی قتل کر دیں گے)، اس کے بعد جنگ ختم ہو گئی، اور یہ قرار پایا کہ حضرت علی کی طرف سے

Marfat.com

ایک نمائندہ اور حضرت معاویہ کی طرف سے ایک نمائندہ مقرر ہو، یہ دونوں بالاتفاق جو فیصلہ کردیں، اسے دونوں فریق قبول کریں۔ اس وقت یہ واقعہ بھی ظہور میں آیا کہ شیعان علی (علی کے گروہ) میں سے کچھ لوگ اس صلح کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ علیؓ اگر حق پر تھے تو صلح قبول کر کے انہوں نے گناہ عظیم کیا۔ یہی لوگ خارجی کہلاتے ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد علیؓ کے نمائندے حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعریؓ اور حضرت معاویہ کے نمائندے حضرت عمرو بن العاص ایک جگہ جمع ہوئے اور دونوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت علی منصب خلافت سے الگ ہو جائیں اور امت اسلامیہ جسے چاہے خلیفہ بنالے۔ حضرت معاویہ کی معزولی پر اتفاق نہ ہو سکا۔ کیونکہ وہ مدعی خلافت نہیں تھے وہ خلیفہ کے مقرر کردہ ایک صوبہ دار تھے، آئندہ جو خلیفہ ہو گا اسے اختیار حاصل ہو گا کہ انہیں شام کی صوبہ داری پر قائم رکھے یا معزول کر دے۔ حضرت علیؓ نے اپنی معزولی کا فیصلہ ماننے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔ اور حضرت معاویہ پر دوسری بار حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن اس میں انہیں کامیابی نہ ہو سکی شیعان علی نے ان کی بات ماننے سے انکار اور تساہل کیا اور مزید یہ کہ خارجیوں نے علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی۔

سنہ ھ میں خارجیوں نے طے کیا کہ ایک ہی دن اور ایک ہی وقت نماز صبح کے قبل معاویہؓ عمرو بن العاصؓ اور حضرت علیؓ تینوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ افتراق کا خاتمہ ہو سکے، اس کام کے لئے حسب ذیل تین اشخاص کا انتخاب ہوا۔ حضرت معاویہ کے قتل کرنے کو برک بن عبداللہ تمیمی، عمرو بن العاص کو قتل کرنے کے لئے عمرو بن ابی بکر تمیمی اور حضرت علیؓ کے قتل کے لئے عبدالرحمٰن بلجم المرادی، یہ تینوں دمشق مصر اور کوفہ پہنچے انہوں نے ۱۷ رمضان سنہ کو تینوں پر نماز صبح کے وقت حملہ کیا، حضرت معاویہ سخت زخمی

Marfat.com

ہوئے، پانچ مہینے کے علاج معالجہ سے اچھے ہو گئے حضرت عمرو بن العاص اس دن بیمار تھے، مسجد میں نماز کے لئے نہ آسکے اور قاتل نے دھوکہ سے ایک دوسرے بزرگ کو شہید کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے کوفہ میں مسجد کے دروازہ پر حضرت علی کو زخمی کیا اور وہ چار دن زندہ رہ کر ۲۱ رمضان کی صبح کو وفات پا گئے۔

حضرت علی کا دور خلافت سخت فتنوں اور فسادوں کا دور رہا، خارجیوں کے فتنے پیدا ہوتے رہے۔ مخلص صحابہ ان سے چھوٹتے رہے۔ علاقے ان کے قبضہ سے نکلتے رہے، مصر گیا، فلسطین گیا، لبنان گیا، اور آخر میں تو صرف عراق کا بھی ایک حصہ ہی آپ کے قبضہ میں باقی رہ گیا تھا۔ اسی ذرا سے حصہ پر ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن بن علی کی خلافت قائم ہوئی۔

(۵) حضرت حسن بن علی السبط رضی اللہ عنہ

بی بی فاطمۃ الزہرا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی سے حضرت علی بن ابی طالب کے بڑے صاحبزادے تھے، ۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ ولادت ہوئی اور ۴۹ھ میں بمقام مدینہ منورہ تپ محرقہ سے وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر ۴۶ سال تھی۔

رمضان ۴۰ھ میں جب حضرت علیؓ عبدالرحمٰن بن ملجم کی تلوار سے زخمی ہوئے تو تیسرے دن لوگوں کو حضرت علی کے شفایاب ہونے سے ناامیدی ہو گئی، ۲۰ رمضان المبارک کو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ آپ کی وفات کے بعد ہم لوگ حضرت حسن کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا "میں تمہیں منع کرتا"۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تاریخ اسلام میں وراثۃً خلافت کی منتقلی کا یہ اولین واقعہ تھا۔

Marfat.com

حضرت حسن کی خلافت اگرچہ عراق ہی تک محدود تھی مگر ان کے اعوان و انصار وہی تھے جو ابھی تک حضرت معاویہ کے خلاف شدید نفرت اور غصہ سے مملو تھے، اس لئے آپ نے حضرت کے جنگ کے لئے فوجیں جمع کیں اور ان کو ساتھ لے کر شام پر حملہ کے لئے روانہ ہوگئیں۔ دو تین منزلوں کے بعد ایک رات کو ان کے ساتھی خاموشی کے ساتھ انہیں چھوڑ کر واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے اور حضرت حسن کے ساتھ محض چند وفادار ساتھی رہ گئے۔ صبح کو اس صورتحال سے مایوس ہو کر آپ نے ایک خط کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا کہ خلافت سے میں آپ کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں، حضرت معاویہ پہلے ہی ایک خط لے کر ان کی خدمت میں قاصد روانہ کر چکے تھے کہ خلافت کا کام آپ کے بس کی بات نہیں، آپ میرے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے اور یہ سادہ کاغذ ہے، جو جی چاہے شرائط لکھ دیں مجھے سب منظور ہیں۔

ربیع الثانی ۴۱ھ میں حضرت معاویہ ان سے راستہ میں آکر ملے اور صلح ہوگئی۔ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں حضرت حسن حضرت معاویہ کو ساتھ لیکر کوفہ میں آئے اور حضرت حسن نے مسجد میں سب کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور فرمایا خلافت حضرت معاویہ کا حق تھا تو انہیں مل گیا اور اگر میرا حق تھا تو میں نے انہیں بخوشی و رضامندی بخش دیا حضرت حسینؓ اور چند لوگوں نے مخالفت کی مگر کسی کی کچھ نہ چلی اور حضرت معاویہ بالاتفاق خلیفہ ہو گئے۔ چونکہ قتل ... کے بعد سے جو تفرقہ قائم ہو گیا تھا وہ اب ختم ہو گیا اس لئے ۴۱ھ کو عام الجماعۃ (یعنی جماعت کا سال) کہا جاتا ہے یہ اسی نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔ حضرت حسنؓ کی خلافت میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے اور ان کی مدت خلافت چھ ماہ ہوئی وہ اس کے بعد اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ منورہ چلے آئے اور یہیں ۴۹ھ میں بمرض تپ محرقہ وفات پائی۔

(۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن ابو سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی، خاندان بنی امیہ (قریش) کے عظیم المرتبت بزرگ، حضرت عثمان ذی النورین

Marfat.com

کے ہم جد، ام المومنین بی بی ام حبیبہ کے بھائی، جلیل القدر صحابی رسول اور رسول اللہ کے کاتب وحی اور سیکرٹری تھے۔ مکہ میں نزول وحی کے ایک سال پہلے پیدا ہوئے تھے، ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی، ۸ھ میں فتح مکہ سے چند روز قبل تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں ایمان لائے، اور غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر بہادری اور جان نثاری کے جوہر دکھائے اور واپسی میں حضور کے ساتھ ہی مدینہ منورہ چلے آئے۔ یہاں آکر انہوں نے کتابت وحی اور دیگر تحریری کام دربار نبوت میں انجام دیئے۔

حضرت معاویہؓ حلیم، دانشمند دین دار اور بڑے مدبر تھے۔ یہ اپنے وقت کے بڑے اچھے خوشنویس، بڑے اعلیٰ درجہ کے منتظم اور باکمال حساب دان ہونے کے علاوہ زبردست سپاہی بھی تھے۔ انہوں نے بہت سے علاقے فتح کئے ہیں جن میں لبنان، انطاکیہ اور موجودہ ملک افغانستان بھی داخل ہے۔ یہ مدینہ آنے کے بعد اکثر وقت خدمت رسول میں حاضر رہتے تھے۔ ۱۶۳ احادیثیں ان سے مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ۱۴ھ میں جب دمشق فتح ہوا تو فاتح افواج میں جلیل القدر مجاہد کی حیثیت سے یہ شریک تھے۔ پھر جب ان کے بڑے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو حضرت عمر نے حضرت معاویہ کو ان کے بھائی یزید بن سفیان کی جگہ پر دمشق کا والی مقرر فرمایا۔ پھر ۲۱ھ کے اوائل میں حضرت فاروق اعظم نے پورے صوبۂ شام کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اس وقت سے وہ مسلسل صوبہ دار رہے حضرت عثمان ذی النورین کے عہد میں صوبۂ فلسطین بھی ان کی صوبہ داری میں شامل کر دیا گیا۔

۳۵ھ میں حضرت علی کی خلافت کو تسلیم کرنے سے بہت سے صحابہ کرام نے انکار کر دیا تھا، اور بہت سے بزرگوں نے قاتلین عثمان کو سزا دینے کا شدت کے ساتھ مطالبہ کیا، ان میں سے ایک حضرت معاویہؓ بھی تھے۔ حضرت علی نے ان کے خلاف

Marfat.com

دو بار فوج کشی کی، پہلی بار مقام صفین میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ اور دوسری بار حضرت علی کے ساتھیوں نے جنگ ہی سے انکار کر دیا۔ اس طرح روز بہ روز حضرت معاویہ کی قوت اور مقبولیت میں اضافہ ہوتا رہا، بالآخر ۴۰ھ میں شیعان علی میں سے باغی گروہ خارجیوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ پر قاتلانہ حملہ کر کے دونوں کو زخمی کر دیا حضرت علی تین چار دن تک علاج کے بعد وفات پا گئے اور حضرت معاویہ تقریباً پانچ ماہ تک موت و حیات کی کشمکش سے گزر کر شفایاب ہو گئے جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت عامہ ہو گئی۔ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو آپ نے بہ عمر ۷۸ سال دمشق میں وفات پائی۔ وہ تقریباً ۲۰ سال صوبۂ شام کے صوبہ دار رہے اور تقریباً اتنے ہی دنوں جب تک وہ امام المسلمین اور امیر المومنین رہے۔ ان کے عہد خلافت میں تمام مسلمانان عالم متفق و متحد رہے۔ نہ کوئی قابل ذکر بغاوت پیدا ہوئی اور نہ کوئی افتراق پیدا ہوا شیعان علی کی دونوں جماعتیں، وفاداران علی، اور غیر وفاداران یعنی خوارج حضرت معاویہ کے حسن تدبیر سے دبے رہے۔ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، اور تمدنی و معاشی ترقی کی رفتار بہت تیز رہی۔ خود حضرت معاویہ کا ذہن بہت ہی غیر معمولی حد تک تمدن آفرین، علم پرور خدا شناس اور نکتہ رس واقع ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں کام کا طویل عرصہ بھی عطا کیا۔ اور ان کے کشوری و فوجی افسران بھی بڑے غیر معمولی انداز کے محنتی، مخلص اور ذہین لوگ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمدن آفرین کارنامے اتنے ہیں کہ ایک ضخیم جلد میں بھی نہیں بیان کیے جا سکتے، جن میں سے یہ چند امور بھی ہیں

۱۔ پہلا اقامتی ہسپتال دنیا میں سب سے پہلے حضرت معاویہؓ نے دمشق میں قائم کیا

۲۔ پہلا اسلامی بحریہ بہ زمانہ صوبیداری حضرت معاویہ نے قائم کیا اور دنیا کے سب سے زبردست رومن بحریہ کو شکست دی

۳۔ آب پاشی اور آب نوشی کے لئے دور اسلامی میں پہلی نہر کھدوائی

Marfat.com

۴۔ ڈاکخانوں کی تنظیم کی اور ڈاک کا مضبوط نظام نافذ کیا۔

۵۔ فائیلیں استعمال کے لئے خط الدیوانی ایجاد کیا رقوم کو الفاظ کی صورت میں لکھنے کا طریقہ پیدا کیا۔

۶۔ حضرت معاویہ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے بلند و برتر بنا دیا۔ اور انتظامیہ کو عدلیہ میں داخل انداز ہونے سے روک دیا۔

۷۔ حضرت معاویہ نے دین، اخلاق اور قانون کی طرح طب اور علم الجراحۃ کی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔

۸۔ حضرت معاویہ نے بیت المال سے تجارتی قرضے بغیر اشتراک نفع یا ربوا جاری کر کے تجارت وصنعت کو فروغ دیا۔

۹۔ تجارت کے فروغ کے لئے بین الاقوامی معاہدے کئے۔

۱۰۔ سرحدوں کی حفاظت کے لئے قدیم قلعات کی مرمت کر کے مستقل فوجیں متعین کیں۔

۷۔ امیر المومنین یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

ولادت :۔ ۲۶ھ ہجری

والدہ بی بی کلابیہ جو حضرت حسین بن علیؓ کی رشتہ میں سالی تھیں نہایت فصیح اللسان مقرر۔ بہادر مجاہد، دین دار اور نیکوکار تھے دو بار اپنے والد بزرگوار حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں امیر الحج مقرر ہو کر لوگوں کو حج کرایا۔

۴۸ھ میں جو اولین فوج نے قیصر کے دار السلطنت شہر قسطنطنیہ پر حملہ اور محاصرہ کیا تھا۔ اس کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے۔ اسی فوج میں میزبان رسول حضرت ابو ایوب خالد انصاری بھی شامل تھے، یہ فوجی کیمپ ہی میں ۴۹ھ میں وفات پا گئے

Marfat.com

تھے۔ ان کا جنازہ لے کر یزید نے جہاد کیا اور قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی بیرونی دیوار کے بالکل قریب دفن کیا تھا۔ ان کا مزار مقدس اب تک وہاں موجود ہے اور زیارت گاہ عوام ہے۔

۵۶ھ ہجری میں حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تھا اور اس کے بموجب ۲۲ رجب ۶۰ھ کو ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی، ساری دنیائے اسلام میں صرف دو اشخاص نے ان کی خلافت کو قبول کرنے سے اختلاف کیا اور آخر دم تک اپنے اختلاف پر قائم رہے۔ ان دو حضرات میں سے ایک حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے ۶۱ھ میں عراق پر قبضہ کرنے کے لئے جدوجہد کی اور مقام الطف پر (کربلا) میں بتاریخ یکم محرم (مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) اپنے ۱۶ ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ دوسرے شخص حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے قتل حسینؓ کے بعد مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور تیرہ سال کے بعد بہ زمانۂ خلیفہ عبدالملک بن مروان طویل جنگ کے بعد قتل کئے گئے۔ تاریخ قتل ۷ جمادی الاولی ۷۳ھ ہجری منگل کے دن۔

خلیفہ یزید بن معاویہ نے بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ بمقام حوران درد قولنج سے وفات پائی۔ لوگوں نے ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادہ بن یزید کو جن کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ اور ان کی صحت بھی اچھی نہ تھی خلیفہ بنانے کی کوشش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور گھر میں چھپ گئے جہاں ایک ماہ اور کچھ دن تک بیمار رہ کر وفات پا گئے۔

(۸) امیر المومنین مروان بن الحکم بن ابو العاص بن امیہ

امیر المومنین یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیر کو اچھا موقع مل گیا۔ انہوں نے اپنے بھائی کے ماتحت ایک فوج بھیج کر کوفہ پر بھی قبضہ کر لیا

Marfat.com

لیکن حجاز و عراق کے سوا کہیں اور ان کی خلافت کو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اور عراق میں بھی ان کی کامیابی فوجی قبضہ کے سوا کچھ نہ تھی، ان کے مخالفین کی تعداد بہت تھی۔ اس وقت مروان بن الحکم جو ایک تجربہ کار مدبر اور مقبول آدمی تھے، مدینہ سے مکہ آئے اور وہاں سے دمشق آکر لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ لوگوں نے بخوشی انہیں اپنا خلیفہ بنا لیا۔

مروان بن الحکم (یعنی مروان الاول یا مروان الکبیر) حضرت عثمان ذی النورین کے چچا حکم بن ابو العاص کے فرزند تھے، وہ کسی زمانہ میں حضرت عثمان کے سیکرٹری بھی رہ چکے تھے۔ اور اس کے بعد حضرت معاویہ اور یزید بن معاویہ کے زمانوں میں مدینہ کے والی تھے اس کے علاوہ بہت سے اہم ملکی عہدوں پہ فائز رہ چکے تھے۔ وہ مسلمانوں میں اتنی مقبولیت رکھتے تھے کہ جب ان کے ہاتھوں پر دمشق خلافت کی بیعت ہوئی تو کوئی قابل ذکر مخالفت نہیں ہوئی۔ معمولی سی جھڑپیں ہوئیں۔

خلیفہ بنائے جانے کے وقت یہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ انہوں نے رمضان ۶۵ھ میں بعارضہ ضیق النفس دمشق میں وفات پائی۔ وفات سے کچھ دن پہلے اپنے فرزند عبدالملک بن مروان کو ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔

ضعیف العمر خلیفہ مروان بن الحکم نے صحت کی کمزوری اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود اس کی بڑی کوشش کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی طرح اعلیٰ درجہ کا نظم قائم کر دیں لیکن ان کی عمر نے وفا نہیں کی۔ ان کی خلافت کی مدت صرف نو مہینے ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی، وہ صغار صحابہ میں سے تھے۔ وفات رسول اللہ کے وقت ان کی عمر ۹ سال تھی، وہ طائف میں ۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

اتنی تھوڑی سی مدت میں وہ کیا کارنامہ انجام دے سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے بغیر قتل و خون مصر پہ قبضہ کر کے ایک قابل تعریف کارنامہ انجام دیا۔ اور دوسرے

Marfat.com

دور افتادہ صوبوں سے رابطہ قائم کرکے دمشق کی مرکزی حکومت کو کافی مضبوط بنا دیا۔ اور ان کے بعد مسند خلافت پر فائز ہونے والے امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کے لئے یہ ممکن بنا دیا کہ وہ آٹھ سال کی مردانہ وار مدبرانہ جدوجہد کے ذریعہ ایک بار پھر عہد معاویہ بن ابی سفیان کی طرح سارے عالم اسلامی کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۹) امیر المومنین ابو الولید عبدالملک بن مروان بن الحکم

ولادت :۔ ۲۶ھ (۶۴۶ء)

خلافت :۔ ۶۵ھ (۶۸۵ء)

وفات :۔ ۸۶ھ (۷۰۵ء)

خلیفہ عبدالملک مروانی خانوادہ کے دوسرے فرماں روا تھے۔ ان کے والد مروان اول کا زمانہ خلافت بہت ہی مختصر تھا۔ اس لئے عبدالملک کو بہت ہی ضروری کام جو درپیش تھا وہ خود خلافت کا استحکام اور سارے مسلم علاقوں کو ایک مرکز سے وابستہ کرنا تھا۔ ۶۵ھ میں جب مروان کی وفات پر دمشق میں عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی تھی۔ مروان نے اپنے مختصر سے دور خلافت میں مصر کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی لیکن مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی ایک الگ خلافت قائم تھی عراق میں مختار ثقفی کی حکومت تھی۔ خارجیوں نے بھی کئی جگہ پر بغاوتیں برپا کر رکھی تھیں۔ افریقہ میں ساری ہی قبائل شورش بپا کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں خلیفہ عبدالملک نے بار خلافت اپنے کاندھوں پر لیا۔ اور مسلسل جدوجہد اور فوجی مہمات کے ذریعہ اور بروقت دانشمندانہ حرکتوں سے ساری بدحالیوں پر قابو پالیا اور سارے عالم اسلامی کو ایک مرکز پر مجتمع کرکے شیرازۂ امت کو بکھرنے سے بچا لیا۔ انہیں عبداللہ بن الزبیر کے مقابلہ میں بھی کامیابی حاصل ہوئی اور مصعب بن الزبیر کے

Marfat.com

مقابلہ میں بھی وہی کامیاب رہے۔ مورخین ان کی مستقل مزاجی کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں کہ ان کے عہد میں کئی بار ناکامی اور پریشانی کی ایسی صورتیں پیش آئیں کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے لیکن عبدالملک کے چہرہ پر حزن و ملال کی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ وہ اپنے مقرر پروگرام کو جاری رکھنے میں ہمیشہ کامیاب رہے

خلیفہ عبدالملک کو تعلیم و تربیت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی جو علم نبوی کا گہوارہ تھا۔ ان کی دین داری۔ عبادت گزاری۔ ذہانت فقہی۔ علم حدیث میں مہارت کے سب ہی معترف تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی عبدالملک سے علمی انداز کی گفتگو کی تو عبدالملک کو حدیث۔ فقہ اور تفسیر ہی نہیں بلکہ عربی کے منثور منظوم ادب کا میں بھی بے نظیر پایا۔ اسی طرح بعض صحابہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ عبدالملک کو کاروبار خلافت اگر الجھا نہ لیتا تو وہ اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم سنت اور ماہر فقہ ہوتے۔ خلیفہ عبدالملک بڑے دین دار۔ عبادت گزار۔ ذہین اور خوش تدبیر آدمی تھے۔ وہ نمازوں کی امامت خود ہی کرتے تھے اور اسی طرح اکثر فوجی مہمات میں سپہ سالاری کے فرائض بھی خود ہی انجام دیتے تھے۔ وہ ایک بہادر مجاہد کی حیثیت سے ایسے باکمال تھے جیسے ایک عالم باعمل کی حیثیت سے ان کو امتیاز حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فوجی وسیاسی فتوحات کے علاوہ ان کے علمی و تمدنی کارنامے بھی بہت ہیں۔ خلیفہ عبدالملک ہی نے قرآن مجید کے نسخوں پر عجمیوں کی سہولت کے لئے اعراب (زیر زبر پیش) لگوائے۔ بہت سے نسخے تیار کرائے مختلف مرکزی شہروں میں رکھوائے۔ ہر آبادی میں سرکاری خرچ پر معلم مقرر کئے۔ شفاخانوں کو وسعت دی۔ اور سرکاری دفاتر کو رومی، فارسی اور سریانی زبانوں سے ترجمہ کرا کے۔ حکومتی دفاتر میں یکساں عربی زبان رائج کر دی۔ بیت المقدس میں مسجد صخرہ کی تعمیر شروع کی جو ان کے لائق فرزند امیرالمومنین ولید کے عہد میں مکمل ہوئی۔ آب پاشی کے نظام کو ترقی دی۔ اسلامی دینار ڈھلوا کر رائج کئے حضرت

Marfat.com

فاروق اعظمؓ نے درہم ڈھلوائے تھے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان اول نے دمشق میں ۸۶ھ (۷۰۵ء) میں اکیس سال تک مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کے بعد وفات پائی اور ان کی وفات کے بعد ان کے ولی عہد ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بغیر کسی بدنظمی کے بیعت خلافت ہو گئی۔

امیر المومنین ولید بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :- ۵۰ھ (۶۷۰ء)

خلافت :- ۸۶ھ (۱۵ شوال المکرم ۷۰۵ء)

وفات :- ۹۶ھ (۱۵ جمادی الاخریٰ ۷۱۵ء)

امیر المومنین ولید اول کی پرورش و پرداخت خود ان کے عظیم المرتبت والد عبدالملک بن مروان کی زیرنگرانی ہوئی۔ چونکہ معمولی تعلیم کے بعد زیادہ تر ملکی مہمات میں رہے اس لئے علم و فضل میں یہ اپنے باپ کے برابر نہ ہو سکے۔ عبدالملک کا علم و فضل ضرب المثل تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ولید بالکل غیر تعلیم یافتہ تھے، بلکہ آفتاب علم عبدالملک کے مقابلہ میں یہ صرف ایک روشن ستارہ تھے۔ بڑی دیندار طبیعت پائی تھی، عبادات میں بڑی پابندی کرتے تھے۔ نمازوں کی امامت بھی خود ہی کرتے تھے۔ یہ اکثر نمازیں پڑھتے اور ہر تین دن میں قرآن مجید کا ایک ختم پورا کرتے تھے۔ بہت ہی ہوشیار، دانشمند اور بیدار مغز خلیفہ تھے۔ ان کے زمانہ میں جتنی فتوحات مسلمانوں کو حاصل ہوئیں اتنی دوسرے کسی عہد میں نہیں ہوئی۔ سندھ تا شہر ملتان و سارا سوال ان کے عہد میں ان کے نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ ان کے دوسرے سپہ سالار نے کاشغر و بخارا اور سمرقند فتح کر لیا۔ اس بہادر اور نیکوکار مجاہد کا نام قتیبہ بن مسلم ہے۔ تیسرے عظیم المرتبت سپہ سالار

Marfat.com

موسیٰ بن نصیر اور اس کے نائب نے اندلس فتح کر لیا۔ یہ نامی گرامی نائب طارق بن زیاد تھا۔ جس کے نام سے جلیل الطارق آج تک منسوب ہے

امیر المومنین ولید اول کی حکومت کا رقبہ نہ صرف خلفائے اسلام میں سب سے زیادہ وسیع تھا بلکہ تاریخ میں دنیا کے کسی بادشاہ کا رقبۂ حکومت اس کے برابر نہیں ہوا ہے۔ امیر المومنین ولید اول کی وفات کے وقت خلافت اسلامیہ کے حدود چڑھتے افریقہ میں یوگنڈا سے شمالی ترکستان کے استراخان تک اور ادھر چینی سنکیانگ سے لے کر اندلس میں سرحدِ فرانس تک۔ اور وہ اس وسیع رقبہ پہ مرکز دمشق سے حکومت کرتے تھے۔ اور اتنی اچھی حکومت کرتے تھے کہ اس پورے رقبہ میں نہ کہیں کوئی قابل ذکر بغاوت ہوئی اور نہ کوئی حصہ مرکز سے علیحدہ ہوا حق یہ ہے کہ امیر المومنین ولید اپنی سخت دینداری، عبادت گزاری اور بیدار مغزی کے ساتھ دنیا کی تاریخ معلومہ کے سب سے عظیم اور بے مثال فرمان روا تھے۔

امیر المومنین ولید اول کے تقریباً دس سالہ عہد خلافت میں رفاہ عام کے بھی بہت سے کام ہوئے۔ ہزاروں میل کی جدید سڑکیں تعمیر ہوئیں، پرانی سڑکوں کی مرمت ہوئی، شفاخانے اور محتاج خانے بنے۔ مسافر خانے تعمیر ہوئے جن میں ہر مسافر ایک سرکاری مہمان ہوا کرتا تھا۔ ہر اپاہج کے لئے سرکاری خرچ پہ ایک خدمتگار مہیا کیا جاتا تھا۔ تعمیر کا بڑا شوق تھا، مسجد نبوی کی تعمیر نو کرائی مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی۔ جامع اموی دمشق بھی ولید ہی کی تعمیر کردہ ہے جس کو امام شافعی تعمیری عجائبات میں شمار کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت کا بہترین نظام قائم کیا، قرآن مجید پہ اعراب لگوائے، تعلیم مفت دی جاتی تھی، ہر چھوٹے بڑے گاؤں میں مدرسے قائم کئے، ریاضی اور تجرباتی علوم کے لئے دنیا کے ہر حصے سے ماہرین کو جمع کر کے طبیعات اور طب کی تجربہ گاہیں

Marfat.com

قائم کیں۔ دارالترجمہ قائم کر کے عربی میں سریانی اور یونانی زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کرائے، ہندوستان، مصر اور یونانی سے صنعت کاروں کو بلا کر صنعت گاہیں قائم کیں۔ ان میں مسلمانوں نوجوانوں کو وظیفے دے کر تربیت دلوائی اور بہترین صنعت کار پیدا کر دیئے۔

غرض یہ کہ چشم فلک نے صحابہ کرام کے بعد ولید سے بڑھ کر دانش مند، معدلت پرور دیندار اور خوش تدبیر و ہوشیار فرمان روا شاید بہت ہی کم دیکھا ہوگا امیر المومنین ولید اول نے ۱۵ جمادی الاخریٰ کو دیر مروان دمشق میں صرف ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی وفات کے بعد عبدالملک کے نامزد خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ پر بالاتفاق بیعت ہو گئی۔

امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ۵۴ھ (۶۷۴ء)

خلافت :۔ ۹۶ھ (۱۵ جمادی الاخریٰ) ۷۱۵ء

وفات :۔ ۹۹ھ (۱۰ صفر) بمقام مرج دابق مطابق ۷۱۷ء

امیر المومنین سلیمان شعائر اسلامی کے سخت پابند تھے۔ نمازوں میں خود امامت کرتے تھے۔ لوگ انہیں نیک افکار و اعمال کی وجہ سے مفتاح الخیر نیکی کی کنجی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنی بھائی مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ۹۸ھ میں ایک فوج بھیجی اور خود اس فوج کی امداد کے لئے مجاہدین کا ایک لشکر لے کر مرج دابق میں جا کر قیام کیا۔ قسطنطنیہ پر مجاہدین کا پہلا امیر المومنین حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں ہوا تھا جس کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے۔ لیکن طویل محاصرہ کے بعد بھی قسطنطنیہ فتح نہیں ہو سکا تھا اور بعض ناگزیر

Marfat.com

وجوہ کی بنا پر محاصرہ اٹھالیا گیا تھا۔ اب امیر المومنین سلیمان نے مسلمہ بن عبد الملک کی سرکردگی میں دوسرا حملہ کیا۔ اور اس کے لئے خود وہ امدادی فوج لے کر مرج رابق میں خیمہ زن ہوئے۔ وہیں ۱۰ صفر ۹۹ھ کو وفات پائی۔ قسطنطنیہ اس بار بھی فتح نہیں ہو سکا۔ لیون نے معاہدہ کر کے مسلمہ کو دھوکا دیا اور مجبوراً مسلمہ کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔

قسطنطنیہ کی رومن حکومت ہمیشہ ہی سے مسلمانوں کے لئے دردِ سر بنی ہوئی تھی۔ وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے ظلم اور قتل و خون کا سامان مہیا کرتی رہتی تھی اور بار بار معاہدے کر کے توڑتی رہتی تھی، ایشائے کوچک میں کبھی امن و امان قائم نہیں ہونے دیتی تھی۔ شام کے سرحدی اضلاع میں اس کی وجہ سے ہمیشہ قتل و خون کا بازار گرم رہتا تھا۔ مسلمان اس کی گوشمالی کے لئے کئی بار آگے بڑھے اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا لیکن اس شہر کا محل وقوع ایسا ہے کہ فتح کی تکمیل کبھی نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ۸۵۷ھ (۱۴۵۳ء) میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے رومن حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

امیر المومنین سلیمان کی مدت خلافت صرف دو سال آٹھ مہینے ہے۔ انہوں نے اپنے چچا کے متقی اور نیکوکار فرزند حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان کو خلافت کے فوراً بعد ہی اپنا وزیر اعظم بنا لیا تھا اور اپنی موت سے پہلے ایک وصیت کے ذریعہ ان کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ۶۱ھ (۶۸۱ء)

خلافت :۔ صفر ۹۹ھ (ستمبر ۷۱۷ء)

وفات :۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ (۱۰ فروری ۷۲۰ء) بمقام دیر سمعان

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز بن مروان الاکبر بڑے دیندار

Marfat.com

انصاف، پرور اور ذہین آدمی تھے، جو اتقاء و پرہیزگاری اور امی کے ساتھ پورے ہوش و گوش کے ساتھ مصر میں گورنری اور دوسرے اہم ترین عہدوں کے فرائض عبدالعزیز بن مروان نے انجام دیئے وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ تھے۔ اسی طرح ان کی والدۂ ماجدہ بی بی ام عاصم بنت عاصم بن فاروق اعظم اپنے زمانہ کی بہترین نیکوکار اور خدا ترس خاتون تھیں۔ ماں باپ نے اپنے فرزند کی ایسی تربیت کی کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے عہد کے بہترین مسلمان بن کر تیار ہو گئے، ان کے والدین جب مصر میں تھے، اس وقت بھی ان کو مدینہ منورہ کے اہل علم و تقویٰ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا۔ یہ حافظ قرآن اور سنت رسولؐ کے جلیل القدر عالم تھے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک اور دوسرے کئی صحابۂ کرام سے اور صالح بن کیسان سے اور دیگر تابعین عظام سے علم حاصل کیا تھا۔

جوان ہوئے تو ان کی شادی امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی صاحبزادی فاطمہ سے ہوئی، بہت سے اہم عہدوں پہ خدمات انجام دیں۔ خلافت ولید میں یہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے اور ان ہی کی نگرانی میں مسجد نبوی کی تعمیر نو ہوئی تھی۔

۱۰ صفر ۹۹ھ کو ان کے ہاتھ پہ بیعت خلافت ہوئی، انہوں نے بہت سی خرابیوں کی جو امتداد زمانہ اور خود غرضیوں سے پیدا ہو گئی تھیں۔ اصلاح کر دی عمال حکومت سے سختی کے ساتھ محاسبہ کیا، بعض کو ضبطی جائیداد اور قید و بند کی سزائیں بھی دیں۔

عمر بن عبدالعزیز بہت ہی سادہ بلکہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی معاملہ میں تکلف یا احتشام کو راہ نہ دیتے تھے۔ خود سادگی پہ عمل کرتے تھے اور دوسروں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرنے والی فوج کو جو مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں تھی اور موسم کی ناسازگاری

Marfat.com

کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا تھی، محاصرہ اٹھا کر واپس بلا لیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا زمانۂ خلافت صرف دو سال پانچ ماہ اور چودہ دن ہے۔ اس مختصر سی مدت میں داخلی اصلاحات کے علاوہ اور کیا بڑے بڑے کام ہو سکتے تھے۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ مطابق ۱۰ فروری ۷۲۰ء صرف چالیس کی عمر میں وفات پائی۔ زمانہ، لبعد کے فسانہ نگاروں نے لکھ دیا ہے کہ ان کے اہل خاندان نے ان کی اصلاحات سے ناخوش ہو کر ان کو زہر دے دیا تھا۔ یہ افسانہ صرف اس لئے تراشا گیا ہے کہ بنوامیہ کے عیوب اور گناہوں میں ایک گناہ کا اور اضافہ ہو جائے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بیمار پڑ کر اور کئی ہفتے بیمار رہ کر وفات پائے تھے۔ نہ انہیں زہر دیا گیا تھا اور نہ ان کی اچانک وفات ہوئی تھی۔

امیرالمومنین یزید ثانی بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ۶۵ھ

خلافت :۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ (۱۰ فروری ۷۲۰ء)

وفات :۔ ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ ۲۷ جنوری ۷۲۴ء بمقام بلقا قریب دمشق

یزید ثانی بن عبدالملک کی عمر صرف اڑتیس سال ہوئی اور وہ ۱۰۱ھ سے ۱۰۵ھ تک چار سال اور ایک ماہ خلیفہ رہے۔ ان کے عہد میں دو بغاوتیں ہوئیں ایک آل مہلب کی بغاوت، جس کو مسلمہ بن عبدالملک نے واسط کی جنگ میں شکست دے کر کچل دیا۔ دوسری بغاوت (ترکستان) میں کافر ترکوں نے خاقان چین کے اشارہ پر کی تھی۔ اس بغاوت پر بھی افواج خلافت نے جلد ہی قابو پا لیا۔ ان دو بغاوتوں کے سوا کوئی اور قابل ذکر واقعہ اس چار سال کے دوران نہیں ہوا ترکستانی پسپا ہوتے رہے اور شامی فوجیں علاقہ ازبکستان اور کرغیز کی فتوحات کو مکمل کرنے میں کامیاب رہیں۔

Marfat.com

خلیفہ یزید ثانی بن عبدالملک نے مضافات دمشق میں ایک مقام بلقاء میں مرض سل سے وفات پائی۔ وفات سے پہلے انہوں نے اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کو اور اُن کے بعد اپنے فرزند ولید بن یزید کو ولی عہد مقرر کیا۔

امیر المومنین ہشام بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :- ۷۲ھ (۶۹۱ء)

خلافت :- ۲۵ شعبان المعظم ۱۰۵ھ (۲۷ جنوری ۷۲۴ء)

وفات :- ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ (۶ فروری ۷۴۳ء) بمقام رصافہ

یزید بن عبدالملک کی وفات بلقاء میں ہوئی، اس وقت ہشام رصافہ میں تھے۔ وہیں ان کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ اور ارباب حل و عقد نے ان سے بیعت کی، اس کے بعد وہ دمشق آئے اور جامع اموی میں بیعت عامہ ہوئی۔ اس وقت ہشام کی عمر چونتیس سال تھی۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر المومنین ہشام ایک نہایت ہی حلیم، عفیف مدبر، دیندار اور حوصلہ مند فرماں روا تھے۔ ان کا عہد خلافت تقریباً بیس سال ہے۔ اس عہد میں بہت سے اندرونی و بیرونی حوادث و واقعات پیش آئے۔ انہوں نے ان ساری مہمات میں جرأت اور تدبر سے کام لیا اور وہ ہر مہم میں کامیاب و کامران رہے۔ ان کا شمار مروانی خلفاء میں سے تین بہترین فرماں رواؤں میں ہوتا ہے۔ اول عبدالملک، دوم ولید بن عبدالملک اور سوم ہشام بن عبدالملک۔

ہشام بن عبدالملک کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ خود بڑی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ بڑے تیز فہم آدمی تھے اور اتنی وسیع حکومت کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کی براہ راست خود نگرانی کرتے تھے۔ ان کی انتظامی قابلیت کے دشمن بھی قائل تھے۔

ہشام کے زمانہ میں بڑے حوادث پیش آئے مگر مشرق و مغرب میں اسلام

Marfat.com

کا جھنڈا ہمیشہ اونچا رہا، ترکستان اور آذربائیجان میں ترک کافروں کو کمر توڑ دی۔ سندھ میں بغاوت ہوئی تو اسے ایسا دبایا کہ فتنہ کا سد باب ہوگیا، زید بن علی نے خروج کیا تو اسے ناکام بنا دیا۔ زید قتل ہوئے اور خود اُن کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایشائے کوچک میں بہت سے فوجی قلعے رومیوں سے چھین کر امن قائم کر دیا۔ اندلس کے نظم و نسق کی اصلاح کی، اور فرانس پر کئی بار حملے کر کے حکومت فرانس کو باامن رہنے پر مجبور کر دیا۔

الغرض یہ کہ امیر المومنین ہشام کا دور خلافت ہر اعتبار سے کامیاب دور کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے حلم اور دینداری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر علویوں اور عباسیوں نے ایک خفیہ معاہدہ کے ذریعہ عباسی خلافت کے لئے جدوجہد بھی ان ہی کے عہد خلافت میں شروع کی، یہی سازش بڑھ کر ہشام کی وفات کے سات سال کے اندر ہی ایسی قوی ہوگئی کہ اس نے خلافت عباسیہ قائم کر دی۔ اس سازش کی کامیابی میں امیر المومنین ہشام کی غفلت یا سوء تدبیر کا کوئی دخل نہیں ۱۲۵ھ میں ہشام کی وفات تک یہ سازش دبی رہی۔ اس کے بعد ہی قوت حاصل کر سکی۔

امیر المومنین ہشام نے رصافہ میں جہاں وہ اکثر رہا کرتے تھے۔ ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ مطابق ۶ فروری ۷۴۳ء

امیر المومنین ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک بن مروان الاکبر

ولادت :- ۹۰ھ (۷۰۸ء)

خلافت :- ربیع الثانی ۱۲۵ھ (۷۴۳ء)

قتل :- جمادی الاخریٰ ۱۲۶ھ (۷۴۴ء)

ولید ثانی کو ان کے والد یزید بن عبد الملک نے ہشام کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا، ہشام کی وفات کے وقت وہ اُردن میں تھے۔ وہیں اس کو خلیفہ ہشام

Marfat.com

کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ اور وہیں ان کے ہاتھ پر ابتدائی بیعت ہوئی۔ انہوں نے اپنے اہل خاندان کے ساتھ سخت اور نہایت ناپسندیدہ سلوک کیا۔ دوسرے اعلیٰ احکام خلافت کے ساتھ بھی ان کا سلوک انتقامی انداز کا اور ناپسندیدہ رہا۔ اس کا نتیجہ جو نکلنا تھا نکلا۔ سب جگہ ان کی خلافت کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا اور ممالک محروسہ میں بدنظمی پھیل گئی۔ یمنی قبائل نے یزید بن ولید کو جو اپنے اخلاق و اعمال کی وجہ سے نیک نام اور مقبول تھے اپنا خلیفہ بنا لیا۔ اور دمشق میں داخل ہو کر ولید ثانی کو جمادی الاخریٰ ۱۲۶ھ (اپریل ۷۴۴ء) میں قتل کر دیا۔ ولید ثانی صرف ایک سال اور تین ماہ کے لئے خلیفہ رہے۔

امیر المومنین یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ۸۶ھ (۷۰۵ء)

خلافت :۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۶ھ (۷۴۴ء)

وفات :۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ (۷۴۴ء)

صرف پانچ ماہ اور بائیس دن حکمران رہنے کے بعد یہ مرض طاعون وفات پائی۔ کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں۔ انہوں نے سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں کمی کر دی تھی اس لئے لوگوں نے ان کی وفات کے بعد یزید الناقص کہنا شروع کیا ان کے عہد حکومت میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ہر جگہ بغاوتوں کے شعلے بھڑکتے رہے اور بدنظمی قائم رہی یمنی قبائل اور شامیوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہو گئی۔ پرانی دشمنیاں اُبھر آئیں

امیر المومنین ابراہیم بن الولید بن عبدالملک بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ۹۰ھ (۷۰۸ء)

خلافت :۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ (۷۴۴ء)

معزولی :۔ صفر ۱۲۷ھ (۷۴۴ء)

Marfat.com

یہ محض دو ماہ کے لئے خلیفہ ہوئے، اور وہ بھی صرف شام میں ان کی بیعت ہوئی اس لئے اکثر مورخین ان کو خلفائے اسلام میں شمار ہی نہیں کرتے۔ صفر ۱۲۷ھ میں مروان الثانی بن محمد بن مروان الاکبر فاتحانہ دمشق میں داخل ہوگیا اور ابراہیم بن الولید فرار ہوگیا مروان ثانی نے ان کو معافی دے کر اعزاز کے ساتھ دمشق میں واپس بلالیا۔

امیر المومنین مروان ثانی بن محمد بن مروان الاکبر

ولادت :۔ ھ (۶۹۰ء)

خلافت :۔ صفر ۱۲۷ھ (۷۴۴ء)

شہادت :۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ (۸ اگست ۷۵۰ء)

مروان ثانی خاندان مروان الاکبر کے آخری خلیفہ تھے۔ بہادر، نیکوکار اور پسندیدہ اخلاق و اعمال کے فرماں روا تھے۔ ان کے ہاتھوں پر بیعت عامہ بھی ہوئی تھی۔ لیکن اب ممالک محروسہ میں بدنظمی اتنی پھیل چکی تھی کہ بکھرے ہوئے تمام اجزائے حکومت کو مجتمع کرنے کی کوشش میں وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ خلیفہ ہشام کی وفات کے بعد جو بدنظمی پیدا ہوگئی تھی۔ اس سے ایرانی عناصر اور خاندانی تقدس کے نام پر مسلسل کام کرنے والے عباسیوں نے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ دوسری طرف خوارج نے جو اب تک دبے ہوئے تھے، بڑھ کر مکہ و مدینہ پر قبضہ کرلیا۔

ابومسلم خراسانی نے جو کئی سال سے اس فکر میں تھا کہ عربوں کی فتح کا انتقام لے اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے گرد بڑی طاقت جمع کرلی تھی۔ ایرانیوں کو یقین دلاتا کہ وہ اس طرح عربوں سے عموماً اور اولاد مروان سے خصوصاً انتقام لینا چاہتا ہے اور عام مسلمانوں میں یہ خیال پھیلاتا کہ خلافت عبدالمطلب کی اولاد میں ہونی چاہیئے اور محبت رسولؐ اور اولاد رسولؐ کا واسطہ دے کر مروانی خلفاء کے خلاف زہر پھیلاتا رہا۔ یہودیوں اور آتش پرست مجوسیوں کو اس طرح دعایہ اور پروپگنڈے کا بڑا

Marfat.com

موقع مل گیا۔ یہ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پھیل گئے۔ جھوٹی روایتیں فضائل اقربائے رسول کی بیان کرتے تھے، اور اسی قدر افسانے مروان الاکبر اور ان کی اولاد کی برائیوں کے بیان کرتے تھے ہر مجلس میں ایسی خود ساختہ حدیثیں بیان کی جاتی تھیں جن کا کوئی تعلق قول و فعل رسولؐ سے نہ ہوتا تاکہ لوگوں کے دلوں میں خاندان مروان کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ ایسی حدیثیں پھیلانے میں سب سے زیادہ جوش کے ساتھ مگر خفیہ طور پر یہودیوں اور مجوسیوں کا اتحاد کام کرتا تھا۔ پھر تو ان کے مخالفین نے بھی مقابلہ میں موضوع روایتیں بنائیں۔ اور بہت بنائیں۔ اتنی کہ ایک انبار اشخاص و مقامات کے فضائل کا پیدا ہو گیا۔

جو لوگ اولاد علیؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ ابو مسلم خراسانی کی ساری جدوجہد اولاد علیؓ و فاطمہؓ میں خلافت اسلامیہ کو واپس لانے کے لئے ہے۔ اور اس وجہ سے بڑے جوش و خروش اور بڑی قربانیوں کے ساتھ ان کا ساتھ دیتے رہے۔ لیکن خاندان رسولؐ اور اولاد عبدالمطلب کے ابہام سے حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی اولاد نے فائدہ اٹھایا اور ۱۳۲ھ کے ربیع الاول میں شہر کوفہ میں ابو العباس عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہو گئی یہ شخص عباسی خاندان کا پہلا فرماں روا ہے، اور اپنے اعمال خون ریزی کی وجہ سے تاریخ میں السفاح یعنی خون ریزی کرنے والا کہلاتا ہے۔

اس کے بعد ۲ جمادی الآخری ۱۳۲ھ کو عباسیوں اور مروانیوں میں ایک سخت جنگ ہوئی جس میں عباسیوں کو فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے ایسے بے پناہ مظالم کئے کہ تاریخ کے صفحات ان کے ذکر سے رنگین ہیں۔ مروان ثانی فرار ہو کر مصر پہنچے اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ (۸ اگست ۷۵۰ء) عباسیوں سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے

Marfat.com

بوصیر (مصر) میں عین میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس طرح خلافت اولاد مروان سے منتقل ہو کر علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد میں آگئی جو تاریخ میں خلافت عباسیہ کہلاتی ہے۔

مروان بن محمد بن مروان الاکبر بارہویں مروانی خلیفہ تھے۔ ان کے ساتھ دو سفیانی خلفاء حضرت معاویہؓ اور یزید کا شمار کر کے ان سب کو زمانہ مابعد میں بنو امیہ کا نام دیا گیا ہے اور مروان الثانی کو چودہواں خلیفہ شمار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

خلافتِ عباسیہ

خلافتِ عباسیہ کی ابتداء ربیع الثانی ۱۳۲ھ (نومبر ۷۴۹ء) میں ابوالعباس السفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے ہاتھ پر بمقام کوفہ (عراق) پہلی بیعت سے ہوئی اور اس کے بعد بہت جلد ہی آلِ مروان کے آخری خلیفہ مروانِ ثانی مصر میں عین میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ اب کوئی مخالف موجود نہیں رہا۔ اس طرح ابوالعباس السفاح کی خلافت مسلمہ خلافتِ اسلامیہ ہو گئی۔ اسی لئے ذوالحجہ ۱۳۲ھ (جولائی ۷۵۰ء) کو خلافتِ عباسیہ کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاتا ہے۔

خلافتِ عباسیہ کے لئے جس بنیاد پر کام کیا گیا تھا۔ اور جس نام پہ لوگوں کے خیالات کو موڑا گیا تھا وہ خاندانِ رسول سے محبت کا مطالبہ تھا۔ اولادِ علیؓ اس دعایہ میں پیش پیش تھی۔ انہیں یقین تھا خلیفہ ہم میں سے کسی کو بنایا جائے گا۔ لیکن عین کامیابی کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے نے اپنے دادا کی شخصیت اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کو بیچ میں لا کر خلافت کے خالص انتظامی عہدہ میں تقدس اور بے انتہا تقدس کا اضافہ کر دیا۔ اور مقدس عہدہ کے لئے عمِ رسول کی مقدس اولاد کا حق جتلایا۔ حالانکہ یہ دونوں دعوے محض سیاسی مقصد کی تکمیل کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ نہ خلافت کے عہدہ سے کوئی تقدس وابستہ ہوتا ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری خلافت کے لئے کوئی حقیقت پیدا کر سکتی ہے نہ کبھی حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے خلافت پر اپنی حقیقت جتائی تھی۔ اور نہ ان کے فرزند حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہی ایسا کوئی دعویٰ کیا تھا۔ لیکن اشخاص

Marfat.com

کی اور پھر ان کی اولاد کی پرستش جاہل انسانوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ یہ جادو چل گیا اور آج تک پوری قوت کے ساتھ چل رہا ہے۔ بادشاہ فرزند بادشاہ اور پیر و مرشد کا لڑکا سجادہ نشین ہو جاتا ہے۔

عباسیوں کی کامیابی کا دوسرا عامل وہ نفرت اور غصہ تھا جو ایرانی مفتوحین کو عرب فاتحین کے خلاف عمل پر مجبور کر رہا تھا۔ عام طور پر ہر مفتوح و مقہور گروہ کو فاتحین اور کشور کشاؤں کے خلاف نفرت و انتقام کا جذبہ ہوتا ہے۔ اور یہ تول نسلاً بعد نسل قائم رہتا ہے۔ جب کبھی اور جہاں کہیں اس جذبہ کے بروئے کار آنے کا موقع پیدا ہو جاتا ہے یہ جذبہ پوری طرح کام کرنے لگتا ہے۔ اور ایران والوں میں تو صدیوں سے نسل پرستی بھی وطن پرستی کے ساتھ موجود تھی۔ جب مروانی خلفا کے خلاف فتنہ اٹھا لگیا تو ایرانیوں نے اپنی پوری توانائی مروانیوں کے خلاف لگا دی۔ نسل پرستی کے جذبات کی تسکین کے لیئے دانشمند زعماء نے خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نسل کا واسطہ دیا اور کامیابی حاصل کر لی۔ اس طرح ایرانی تسلط کے ماتحت بنو عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ عم رسول سے محبت کا واسطہ دیکر عباسیوں نے خلافت تو قائم کر لی لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی اولاد نے اب عباسیوں کے خلاف اسی جذبۂ نسل پرستی کو بطور شمشیر استعمال کیا۔ عباسی خلفاء نے بارہا کوشش کی کہ اس جذبہ کو کم کیا جائے لیکن ان کو اس مقصد میں ہمیشہ ناکامی ہوئی۔

اسی طرح حضرت بی بی فاطمہ رضی کی اولاد نے بنی عباس کے ہاتھوں سے اقتدار خلافت نکال کر اپنے ہاتھوں میں لینے کی جتنی کوششیں کیں ان میں بھی انہیں ابتداءً کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ اہم مرتبہ انہوں نے عباسیوں سے جنگیں بپا کیں مگر ناکام رہے۔ ان جنگوں کا حال امام ابن جوزی نے ایک جگہ جمع کر کے اس کتاب کا نام

Marfat.com

"مقاتل الطالبین" رکھا ہے۔ یہ کتاب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور ہر بڑے کتب خانہ میں مل جاتی ہے۔

(عباسیوں کی خلافت میں دارالخلافہ، کوفہ، انبار، بغداد اور بالآخر قاہرہ رہا۔ ان میں سے کوفہ، انبار اور بغداد میں (۳۷) خلفا ہوئے۔ اور قاہرہ میں (۱۷) خلیفوں کے ہاتھوں پہ بیعت ہوئی۔ آخری خلیفۂ عباسی المتوکل علی اللہ ثانی کو عثمانی سلطان ترکی سلطان سلیم ۹۲۳ھ میں قاہرہ کی فتح کے بعد اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گئے جہاں انہوں نے خلافت سے دست بردار ہو کر سلطان سلیم کے ہاتھ پہ بیعت خلافت کر لی۔ اس طرح عثمانی خلافت کا دور شروع ہو گیا جو ۱۳۴۲ھ میں مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں الغائے خلافت پر ختم ہو گیا اس مدت میں (۲۹) عثمانی خلفاء کے ہاتھوں پہ بیعت ہوئی۔ اس طرح جملہ خلفاً کی تعداد (۱۰۱) قرار پائی ہے۔ اور مدت ۱۱ھ سے ۱۳۴۲ھ تک جملہ ۱۳۳۱ سال ہوئی۔

خلافت عباسیہ (۱۳۲ھ تا ۹۲۳ھ) کے زمانہ میں چار مرکز گریز خلافتیں قائم ہوئیں۔

(۱) ادریسی مغرب اقصیٰ میں ۷۸۸ء تا ۹۰۹ء
(۲) اموی اندلس میں ۷۵۵ء تا ۱۰۰۸ء
(۳) فاطمی شمالی افریقہ و مصر میں ۹۰۹ء تا ۱۱۷۱ء
(۴) علویہ طبرستان میں ۸۶۴ء تا ۹۰۵ء

یہ تو وہ حکومتیں تھیں جنہوں نے عباسی خلافت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی اور عباسی خلیفہ کے مقابلہ میں اپنے سربراہوں کو امیرالمومنین کے نام سے ملقب کیا لیکن دوسرے مرکز گریز زعیموں نے عملاً نہیں تو کم سے کم لفظاً اپنے آپ کو خلافت

Marfat.com

عباسیہ کی سرپرستی میں باقی رکھا۔ وہ کسی بات میں خلیفۂ بغداد کے ماتحت نہیں تھے مگر اپنی زبان سے ہمیشہ خلیفۂ عباسی کی برتری اور بزرگی تسلیم کرتے تھے۔ اور بعض تو اتنے پابند تھے کہ جب تک خلیفۂ عباسی کا فرمان نہ آجائے اور بطور سند حکمرانی مجلس امراء و قوادین پڑھ کر نہ سنا دیا جائے وہ تختِ حکومت پر قدم نہیں رکھتے تھے۔ اور جب تک عباسی خلیفہ کی طرف سے عطا کردہ خلعتِ حکمرانی انہیں نہ پہنا دیا جاتا وہ اپنے آپ کو بے وقعت شمار کرتے تھے۔ اپنے اس عمل سے وہ عامۃ المسلمین کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے تھے کہ انہیں امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین ہی نے خلعت و سند حکمرانی عطا کر کے بادشاہ بنایا ہے۔ اور وہ اسی حق کی بناء پر فرمان روا ہیں۔ جو مقدس خلیفۂ اسلام نے انہیں عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

خلافتِ عباسیہ عراق

(۱) ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی المشہور بالسفاح

والدہ ریطہ بنت عبیداللہ بن عبداللہ بن عبدالمدان الحارثی (قبیلہ بنی حارث بن مالک بن ربیعہ)

ولادت : بمقام حمیمہ ۱۰۴ھ (۷۲۲ء)

خلافت : ذی الحجہ ۱۳۲ھ (۷۵۰ء)

وفات : ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶ھ (۷۵۴ء) بمقام انبار (قریب کوفہ، عراق)

مدت خلافت: چار سال

ابوالعباس السفاح خاندان عباسی کے اولین خلیفہ ہیں۔ انہوں نے با اختیار ہونے کے بعد چونکہ بہت زیادہ خوں ریزی کی اور پوری طرح کوشش کی کہ سابق حکمران خاندان یعنی اولاد امیرالمؤمنین مروان اوّل میں سے کوئی زندہ نہ رہنے پائے۔ اس لئے عام طور پر ان کے نام کے ساتھ السفاح یعنی خونریزی کرنے والا لگا دیا جاتا ہے۔ اور سچ بھی یہی ہے کہ اس بے دردی و بے رحمی کے ساتھ قتل عام کرنے والا۔ اسلامی تاریخ میں کوئی دوسرا خلیفہ شاید ہی مل سکے۔ اس لئے ان کے نام کے ساتھ جس نے السفاح کا لفظ لگایا، بالکل صحیح لگایا ہے۔

چونکہ ابوالعباس السفاح کی حکومت فوجی قوت کے بل بوتے پر قائم ہوئی تھی۔ اس لئے دوسرے موقع پسند منچلوں کے لئے مثال بن گئی۔ جس حاکم یا لیڈر کا زور چلا اس نے اپنے صوبہ میں بلکہ بعض جگہ محض ایک شہر میں اپنی حکومت قائم کر لی۔

Marfat.com

اور سفاح کا چار سالہ عہد ان ہی باغیوں کو دبانے اور مرکز کے ماتحت لانے میں صرف ہو گیا۔ ابھی مرکز گریز قائدین کو ختم بھی نہ کیا جا سکا تھا کہ خود سفاح کی عمر ختم ہو گئی۔

چونکہ ابوالعباس کے ہوا خواہوں کی بڑی تعداد کوفہ و بصرہ میں تھی اس لیئے انہوں نے اپنا دارالخلافہ بھی کوفہ ہی کو بنایا۔ اور چند دنوں کے بعد اس مقصد کے لیئے ایک جدید شہر کوفہ ہی کے قریب انبار سے ملحق ہاشمیہ کے نام سے آباد کیا۔ یہ بدنصیب شہر نام کو آباد ہوا لیکن حقیقتاً بطور مستقل شہر کے بہت ہی کم دن صفحۂ عالم پر رہا۔

وزارت :

اب تک خلافت راشدہ، خلافت بنی طالب، خلافت بنی سفیان اور خلافت بنی مروان میں مرکزی دفتر کا صدر محرّر جسے اس زمانہ میں کاتب کہتے تھے سارے دفتری کاموں کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ وزارت کے نام سے کوئی عہدہ قائم نہ تھا۔ لیکن جب ابوالعباس سفاح نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو ایک عہدہ وزارت کے نام سے قائم کر کے عباسی تحریک کے عظیم داعی ابوسلمہ حفظ بن سلیمان کو وزیر بنایا۔ لیکن یہ وزارت ابوسلمہ کو راس نہ آئی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد خود سفاح نے اسے قتل کرا دیا۔ اور اس کو قتل کرنے کا کام بھی عباسیوں کے سب سے بڑے داعی ابومسلم خراسانی ہی کے ہاتھوں انجام پایا۔ ابوسلمہ کے بعد دوسرا وزیر خالد بن برمک ہوا۔ یہ بلخ کے بدھ پیشوا بدھ مندر نوبہار کے متولی برمک کا پوتا تھا۔ یہ خاندان مروانی خلافت کے زمانہ ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔

خاندان برمک کے بارے میں لوگوں نے مختلف قصے کہانیاں بیان کی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ لفظ برمک پالی لفظ پرامک اور سنسکرت لفظ مکھ کا مرکب ہے اور لفظ برمک اسی کی عربی شکل ہے۔ جس کے معنی ہیں اعلیٰ ترین سردار۔ ایران کے بدھ اپنے بڑے مندر نوبہار کے متولی اور پیشوا اس لقب سے شاید لقب کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں

Marfat.com

جب ہندوستان آزاد ہوا تو صوبوں کے حاکموں اور والیان ریاست کے لئے بھی پرائم منسٹر کا لفظ استعمال ہونے لگا تھا۔ لیکن پانچ چھ سال ہی میں یہ لفظ تقریباً متروک سا ہو گیا اب بہت کم نظر آتا ہے۔

خونیں معرکے :

اولادِ علیؑ کی بغاوتوں کے علاوہ جو مسلسل جاری رہیں ابو العباس السفاح کے عہد میں اور دوں نے بھی بغاوتیں کیں جنہیں بزورِ شمشیر دبا دیا گیا۔ اہل موصل نے بغاوت کی۔ انہیں یحییٰ بن علی کو بھیج کر فوجی قوت سے ختم کیا گیا، آرمینیہ میں مسافر بن کثیر نے اپنی حکومت قائم کر لی، اُسے محمد بن صول کو بھیج کر ختم کیا گیا، سندھ میں منصور بن جمہور نے قبضہ کر لیا۔ اس کا خاتمہ ابو مسلم کے ہاتھوں ہوا، خراسان میں بسام بن ابراہیم کی بغاوت حازم بن خزیمہ کے ہاتھوں ختم ہوئی جسے سفاح نے اس کام کے لئے بھیجا تھا، عمان اور بحرین میں خارجیوں کے ہنگاموں کا خاتمہ بھی حازم بن خزیمہ ہی کی فوج نے ایک بڑے خونیں معرکہ کے بعد کیا۔ خارجیوں کا سردار جلندی قتل ہوا۔

اسی طرح رومیوں اور ترکوں سے بھی کئی لڑائیاں ہوئیں، رومیوں سے صلح ہو گئی، ترکوں کا سردار آفرید قتل کر دیا گیا۔

ولی عہدی :

ابو العباس السفاح نے اپنے بعد اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ عباس کو ولی عہد نامزد کیا۔

وفات :

السفاح خونریز مگر ذہین، بہادر اور فیاض آدمی تھے۔ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۶ھ مطابق ۹ جون ۷۵۴ء کو ابو العباس عبداللہ بن محمد، اولین عباسی خلیفہ نے

Marfat.com

نے بمقام ہاشمیہ وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔ اس وقت ان کے ولی عہد ابوجعفر محمد المنصور حج کے لیے گئے ہوئے تھے مکہ مکرمہ ہی انہیں اطلاع ملی اور وہیں ان کی ابتدائی بیعت ہوئی۔

(۲) المنصور۔ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی

ولادت : ذی الحجہ ۹۵ھ (۷۱۴ء)

خلافت : ۱۳۶ھ (۷۵۳ء)

وفات : ۱۵۸ھ (۷۷۵ء)

مدت خلافت : ۲۲ سال ۳ ماہ

المنصور کی ماں سلامہ نام کی ایک کنیز تھی۔

اگرچہ پہلا عباسی خلیفہ ابوالعباس السفاح تھا لیکن جس نے عباسی خلافت کو مستحکم کیا اور ایسا مستحکم کیا کہ پانچ سو سال سے زائد تک یہ قائم رہی وہ شخص المنصور ہی تھا۔ یہ ایک نہایت ہی بیدار مغز اور بہت ہی مستعد آدمی تھا اس نے ساری مشکلات پہ اپنی بے مثال جرأت و ہمت اور سوجھ بوجھ سے قابو پا لیا۔ اس نے تمام بغاوتوں کو اپنی مستعدی اور بروقت فوجی حرکات سے فرو کر دیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ اندرونی نظم و نسق کو بھی مضبوط بنیادوں پر استوار کرتا رہا۔ اسی نے شہر بغداد کی تعمیر کروائی۔ اور اسے مرکز حکومت اور مرکز حضارت و تمدن بنا دیا۔ اور ایسا بنا دیا کہ دنیا کا کوئی شہر بغداد کا ہمسر نہ ہو سکا۔ بغداد نہ صرف خلافت عباسیہ کا دارالحکومت قرار پایا بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ بڑھ کر علوم و فنون اور تمدن و شہریت کا بھی مرکز بن گیا۔

المنصور کو اپنے بائیس سالہ دور خلافت میں بہت سے مرکز گریز منچلوں اور

Marfat.com

باغیوں سے واسطہ پڑا لیکن ان سب پر خلیفہ نے حسن تدبیر اور جرأت مردانہ سے قابو پایا۔ صرف ایک ہی بغاوت ایسی تھی جس کی طرف توجہ کرنے کی نہ ابوالعباس السفاح کو فرصت مل سکی اور نہ المنصور یا اس کے بعد آنے والے کسی عباسی روا کو موقع ملا کہ اسے دبانے کی کوئی صورت پیدا کرتا۔ اس لیئے یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک بنو امیہ (حقیقتہً بنی مروان) میں خلافت رہی، سارا عالم اسلامی ایک جھنڈے کے نیچے رہا۔ لیکن جب خلافت عباسیوں میں آئی تو ایک دن کے لیئے بھی مسلمانوں کا یہ اتحاد نہیں رہ سکا۔ وہ بغاوت اندلس کے مقامی گورنر یوسف کی خود مختاری تھی جس نے اگرچہ اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ لیکن عملاً وہ خود مختار ہو گیا تھا اور خلافت عباسیہ سے اس کا کوئی رابطہ قائم نہ تھا۔

اندلس کے مسلمانوں میں عرب تھے اور وہی فوجی و کشوری اختیارات کے حامل تھے۔ یہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک مضری قبائل اور دوسرا یمنی قبائل۔ ان میں مخالفتوں نے شدید صورت اختیار کر لی تھی۔ گورنر یوسف کے حامی مضری قبائل تھے اور ان کے مقابل یمنی قبائل کو اپنے مخالف گروہ اور گورنر یوسف سے بہت سی شکایتیں تھیں۔

۱۳۲ھ میں عباسی خلیفہ السفاح نے بنی مروان کا نام و نشان مٹا دینے کے لیئے چن چن کر انہیں قتل کرا دیا۔ لیکن مروانی خلیفہ امیر المومنین ہشام کا ایک پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام کسی طرح عباسیوں کے قتل سے بچ کر افریقہ پہنچ گیا، یہ عباسی قاتلوں سے بھاگ کر ایک ندی میں کود گیا تھا اور رات کے دھندلکے میں تیر کر ندی کے دوسری طرف جا پہنچا۔ وہاں سے چھپتے چھپاتے وہ شمالی افریقہ پہنچا۔ ۱۳۸ھ میں یعنی عباسی خلافت قائم ہونے کے چھ سال بعد اندلس کے یمنی قبائل کو جو گورنر یوسف کے مظالم سے نالاں تھے، یہ پتہ چلا کہ خلیفہ ہشام

Marfat.com

کا ایک پوتا شمالی افریقہ میں روپوش ہے۔ انہوں نے اپنے آدمی بھیج کر عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام کو تلاش کیا اور اندلس آنے کی دعوت دی۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن اندلس پہنچا اور یمنی قبائل نے اس کا استقبال کیا اور مخلصانہ طور پر اس کا ساتھ دیا۔ گورنر یوسف نے پوری شدت سے مقابلہ کیا لیکن بالآخر گورنر کو ناکامی ہوئی اور عبدالرحمٰن اپنی جرأت اور تدابیر سے اندلس میں ایک جدید اموی حکومت (یا مروانی حکومت) قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ بہادر شخص تاریخ میں عبدالرحمٰن الداخل کہلاتا ہے۔ اس نے بڑے بابوس کن حالات سے گزر کر کامیابی حاصل کی تھی)۔ ایک بار تو اس وقت یورپ کی سب سے بڑی اور طاقتور حکومت فرانس نے پوری قوت سے عبدالرحمٰن الداخل کی حکومت پر حملہ کیا مقامی قبائل میں سے مخالف قبائل نے بھی فرانس کا ساتھ دیا۔ لیکن عبدالرحمٰن الداخل نے فرانس کو ایسی شکست فاش دی کہ اس نے صلح کی درخواست کی، اور عبدالرحمٰن الداخل نے اس درخواست کو قبول کر کے صلح کر لی۔ عبدالرحمٰن الداخل کی وفات ۱۷۲ھ / ۷۸۸ء میں ہوئی۔ اور اس کے بعد اس کا فرزند ہشام الاوّل فرمانروا ہوا۔ اس خاندان میں سینکڑوں سال تک حکومت رہی۔ ابتداء میں اندلس کے فرمانروا اپنے آپ کو خلیفہ نہیں کہتے تھے اور نہ امیرالمؤمنین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ بلکہ صرف امیر اندلس کہلاتے تھے۔ خادم حرمین ہونے کی وجہ سے وہ عباسیوں کی برتری بھی تسلیم کرتے تھے۔ اگرچہ ان کا کوئی رابطہ عباسیوں سے نہ تھا۔ اس خاندان کے فرمانروا عبدالرحمٰن الناصر (یا عبدالرحمٰن ثالث) نے ۳۱۷ھ / ۹۲۹ء میں سب سے پہلے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور امیرالمؤمنین عبدالرحمٰن الناصر الدین اللہ کا لقب اس وجہ سے اختیار کیا کہ اس وقت فاطمی مدعی خلافت المعز لدین اللہ نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بغداد پر ایرانی دیلمیوں کا قبضہ تھا۔ فرمانروائے

Marfat.com

اندلس کے لئے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ فاطمیوں اور دیلمیوں کو تسلیم کر کے ان کے نام کا خطبہ پڑھتا۔

غرض یہ کہ ایک ملک اندلس کے علاوہ ساری مرکز گریز تحریکات کو جن میں اکثریت نسلی دعویٰ کی بناء پر اولادِ فاطمہ کی بغاوتیں تھیں، المنصور نے دبا دیا اور خلافت عباسیہ کی بنیادیں مضبوط کر دیں۔

خلافتِ مقدسہ :

عباسیوں نے بنو مروان کے خلاف جس دعویٰ کی بناء پر تحریک چلائی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی رشتہ تھا۔ ابتداً کو بنو عباس اور اولادِ علی ایک ساتھ جدوجہد کرتے رہے۔ لیکن کامیابی کے بعد عباسیوں نے اقتدار حکومت پر قبضہ کر لیا اور اولادِ علی دیکھتی رہ گئی۔ یہ افسانہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے پوتے ابو ہاشم عبداللہ نے اپنی وفات سے پہلے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو بمقام حمیمہ اپنا حق خلافت دے کر اور منصب خلافت و امامت پر فائز کر کے اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا۔ محض عباسیوں کے لئے حق خلافت ثابت کرنے کے لئے ہوا خواہانِ بنی عباس نے گڑھا ہے۔

بنی ہاشم کے دونوں گھرانے یعنی اولادِ عباس بن عبدالمطلب اور اولادِ علی بن ابو طالب کے مابین مخاصمت کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ علیؓ کی اولاد اپنی محرومی کی وجہ سے سخت غم و غصہ میں مبتلا تھی۔ اور عباسی اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ہر مدعی کو دبانے میں انتہائی غیر معتدل طریقہ استعمال کرتے تھے۔ بنو مروان کو چن چن کر قتل کر دینے کے بعد عباسیوں کا مقابلہ اولادِ علی کی بغاوتوں سے تھا۔ اس سلسلہ میں المنصور اور صاحب النفس الزکیہ کے مابین مراسلت کا ذکر تاریخوں میں ملتا ہے۔

Marfat.com

صاحب النفس الزکیہ حضرت حسن بن علی کی اولاد سے ایک ممتاز بزرگ تھے ان کا نام محمد بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے عباسیوں کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ یہ اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ اپنے خاندان کی خلافت قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ۱۴۵ھ میں محمد بن عبداللہ نے حجاز میں اپنی خلافت کا اعلان کر کے بیعت لی۔ یہ مراسلت المنصور اور صاحب النفس الزکیہ کے مابین اسی زمانہ میں ہوئی۔ پہلا خط المنصور نے لکھا اور صاحب النفس الزکیہ سے نہایت مناسب الفاظ میں ان سے وعدہ کیا کہ وہ اگر بغاوت کا خیال ترک کر دیں تو ان کو نہ صرف معاف کر دیا جائے گا بلکہ بہتر سلوک کیا جائے گا۔ اس کے جواب میں صاحب النفس الزکیہ نے المنصور کو بڑے تلخ الفاظ میں ایک خط بھیجا جس میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ خلافت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثتِ مقدسہ ہے اور ہم اولادِ فاطمہ ہی اس کے وارث ہیں۔ کوئی دوسرا مستحق خلافت نہیں ہو سکتا اور اس دعویٰ کے ساتھ ساتھ انہوں نے عباسیوں کی کچھ اور باتیں بھی گنوا ڈالیں۔ اس کے جواب میں المنصور نے تلخ تر انداز میں خط لکھا اور دعویٰ کیا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے صرف ایک چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب زندہ تھے اور ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء موجود تھیں۔ از روئے شریعت قانونِ وراثت حضرت عباس ہی وارث ہوئے۔ بیٹی پوری وراثت کی حقدار نہیں ہو سکتی۔

اس طرح خلیفہ کو مقام تقدس عطا کر کے خلافت کو خلافت مقدسہ بنا دیا گیا۔ ورنہ اس سے پہلے مروانی، سفیانی اور طالبی خلفاء کو نہ تقدس کا کوئی مقام حاصل تھا اور نہ مسند خلافت سے کوئی تقدس وابستہ تھا۔ مسلمان یہی یقین رکھتے تھے کہ:

مسندِ ختم رسل ارث کسے نیست ضیاءؔ
رسم بیعت دگر و وجہ خلافت دگر است

Marfat.com

اگر یہ خطوط واقعی ان دونوں اہم شخصیتوں ہی کے ہیں تو یہ شرمناک بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دوسری ہی صدی ہجری ہی میں مسلمان عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی نسلیت کے یہودی زہر سے بری طرح متاثر ہو چکے تھے۔

المنصور نے اپنے زمانۂ خلافت میں داخلی فتنوں کو دبایا۔ قیصرِ روم کے ایشیائے کوچک پر پیاپے حملوں کے دنداں شکن جواب دیئے اور ۱۵۵ھ میں توروم فرمانروا کو اتنا مجبور کیا کہ اس نے عباسی خلفاء کو سالانہ جزیہ ادا کر کے اطاعت قبول کر لی۔

خلیفہ منصور نے فوجی اور سیاسی کاروائیوں کے علاوہ بہت سے رفاہی کارنامے بھی انجام دیئے جو تاریخ اسلامی میں یادگار ہیں اور ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ سب سے بڑا تمدنی کارنامہ تو شہر بغداد کی تعمیر ہے۔ تعمیر کے بعد خلیفہ نے اس شہر کا نام مدینۃ الاسلام رکھا تھا۔ کچھ کتابوں میں دارالسلام کا نام مذکور ہے۔ لیکن یہ دونوں ہی نام نہ چلے بلکہ یہ خوبصورت اور عروس البلاد ہمیشہ بغداد ہی کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس اراضی پر ایک باغ تھا جس میں ساسانی فرمانروایانِ فارس فریاد سننے اور دادرسی کے لئے سالانہ کھلی کچہری لگاتے تھے اور اس وجہ سے اس باغ کو باغ داد یعنی عدل و انصاف کا باغ کہتے تھے جو کثرتِ استعمال سے بغداد ہو گیا۔ یہ بیان قرین قیاس اور قابل قبول ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ یہاں پر بغ نام کے کسی بت کا مندر تھا اس لئے اس کو بغداد یعنی عطیۂ بغ کہا جاتا ہے۔ یہ بیان تاریخی اعتبار سے ناقابلِ قبول ہے۔ کیونکہ اشوریوں کی دیو مالا میں بغ نام کے کسی بت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور لسانی اعتبار سے بھی یہ کوئی عام طریقہ فارسی کا نہیں ہے کہ دادِ بغ کو فکِ اضافت کر کے بلا وجہ بغداد بنا دیا جاتا بلکہ دادِ بغ ہی رہتا۔ جیسے آج بھی دادِ حق، دادِ رب اور دادِ مولا کے مرکبات مستعمل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ذہین آدمی نے محض جدت پسندی کی بنا پر یہ وجہ تسمیہ گڑھی ہے۔

Marfat.com

خلیفہ منصور بہت دیندار اور بڑے متعمد آدمی تھے۔ خود ان کی زندگی سادگی کا بہترین نمونہ تھی۔ انہوں نے تعلیم و تعلم کو بڑا عام کیا۔ بہت سی مسجدیں تعمیر کرائیں کارواں سرائیں بنوائیں، پُل، نہریں اور مسافر خانے بے شمار تعمیر ہوئے۔ انہوں نے دوسرے ملکوں سے کتابیں منگوا کر ان کے عربی تراجم کرائے، علماء کی امداد کی اور طلباء کے لئے بڑے بڑے اور بکثرت وظیفے جاری کئے۔ ان کے زمانہ میں ہر بڑی مسجد نے ایک یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر لی۔ وہ خود اپنی قیام گاہ پر اہل علم کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ انہوں نے غیر مسلموں کی تعلیم اور عام بہبودی کے لئے بڑے اچھے پیمانہ پر انتظامات کئے اور شہر بغداد کو مرکزِ حکومت ہی نہیں بلکہ علم و فضل اور صنعت و کاری گری کا بھی صدر مقام بنا دیا۔

خلیفہ منصور ماہ ذی الحجہ ۹۵ھ (۷۱۴ء) میں پیدا ہوئے تھے، ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ (۷۵۴ء) میں مسند نشین خلافت ہوئے۔ انہیں یہ خیال آتا تھا کہ شاید ماہ ذی الحجہ ہی میں ان کی وفات بھی ہوگی۔ اور اتفاق سے ہوا بھی یہی، انہوں نے ۱۵۸ھ کے اواخر میں اپنے جانشین المہدی کو بلا کر ضروری نصیحتیں کیں اور حج بیت اللہ کی نیت کر کے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ کے قریب مقام بیر معونہ پر احرام باندھے ہوئے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو وفات پائی (بروز ہفتہ ۷ اکتوبر ۷۷۵ء) عہد المنصور میں جن اساطین علم و فضل نے وفات پائی ان میں سے بعض بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) زید بن واقد اللیثی المتوفی ۱۳۸ھ (۷۵۵ء)
(۲) خالد بن یزید المصری 〃 ۱۳۹ھ (۷۵۶ء)
(۳) مسعر بن دینار 〃 ۱۴۰ھ (۷۵۷ء)
(۴) ابو شبرمۃ القاضی 〃 ۱۴۳ھ (۷۶۰ء)
(۵) ہشام محدث بصرہ 〃 ۱۴۷ھ (۷۶۴ء)

Marfat.com

(۶) امام جعفر الصادق المتوفی ۱۴۸ھ (۷۶۵ء)

(۷) ابن ابی لیلیٰ ″

(۸) مقاتل بن سلیمان ″ ۱۵۰ھ (۷۶۷ء)

(۹) امام ابو حنیفہ الکوفی ″ ″

(۱۰) امام الاوزاعی ″ ۱۵۷ھ (۷۷۳ء)

(۳) المہدی، محمد المہدی ابن المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی

ولادت: ۱۲۶ھ (۷۴۴ء)

خلافت: ذی الحجہ ۱۵۸ھ (۷۷۵ء)

وفات: محرم ۱۶۹ھ (۷۸۷ء)

مدت خلافت: دس سال ایک ماہ

خلیفہ المنصور نے اپنے جانشینوں میں عیسیٰ بن موسیٰ کا نام جسے ابو العباس السفاح نے المنصور کے بعد جانشین کیا تھا موخر کر کے اپنے بڑے فرزند محمد المہدی کو مقدم کر دیا تھا۔ المنصور کی وفات کے وقت المہدی ہی بغداد میں خلیفہ کا نائب تھا۔ جب المنصور کی وفات کی بغداد میں پہنچی تو المہدی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہو گئی۔

المنصور کا زمانہ خلافت عباسیہ کے استقرار و استحکام کا زمانہ تھا۔ اس لئے ضرورت کسی قدر سخت گیری کی تھی، اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لیکن منصور نے سفر حجاز کے وقت اپنے ولیعہد خلیفہ المہدی کو بڑی تاکید کے ساتھ نصیحت کی تھی کہ انتہائی نرمی اور فیاضی کا طریقہ اختیار کرنا۔ میں نے ساری مخالفتوں کو دبا دیا ہے۔ اب سختی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نرمی اور رحم دلی کی ضرورت ہے۔

خود مہدی بڑا دیندار اور طبعاً نرم دل آدمی تھا۔ نہایت سیر چشم، بردبار

Marfat.com

اور حلیم جوان ۳۳ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا۔ اس کے برسر مسند آنے کے ساتھ ہی حکومت کی حکمتِ عملی میں نمایاں تبدیلی دکھائی دینے لگی۔ المہدی نے فوراً ہی سارے سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا، ضبط شدہ اموال مالکان کو واپس کر دیئے۔ علویوں پر جو سخت پابندیاں تھیں سب اٹھالی گئیں اور انہیں بہت سی مراعات دی گئیں۔

المہدی کے عہد خلافت میں کوئی بڑی اور اہم بغاوت نہیں ہوئی۔ حالات عموماً ہموار ہی رہے۔ لیکن چند منچلوں نے بغاوتیں بھی کیں، المنصور کے آخری زمانہ سے سندھ کے حالات اچھے نہ تھے اس لئے ۱۵۹ھ میں المہدی نے عبدالملک بن شہاب کی سرکردگی میں ایک بحری فوج گوشمالی کے لئے بھیجی۔ ان مجاہدوں نے پہلے باربد پر قبضہ کیا، اس کے بعد سندھ کے دیگر منچلوں کی گوشمالی کر دی۔ واپسی میں اس بحری مہم کی کشتیاں سمندری طوفان میں گھر گئیں اور مسلمانوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۶۰ھ میں خراسان میں بغاوت ہوئی لیکن جلد ہی عباسی حاکم یزید شیبانی نے بغاوت پر قابو پالیا اور اصل سرغنہ یوسف کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔

۱۶۲ھ میں عبدالسلام لشکری نے جزیرہ میں بغاوت کی اور سرکاری فوج نے شبیب کی سرکردگی میں اس پر قابو پالیا۔

۱۶۴ھ میں کابل، طبرستان، سندھ طخارستان، فرغانہ، تبت اور کاشغر کے فرمانرواؤں نے آئندہ پرامن رہنے کے وعدہ پر اطاعت نامے پیش کر دیئے۔

۱۶۸ھ میں مصر کے بعض حصوں میں شورش ہوئی، اس کے لئے المہدی نے فضل بن صالح کو بھیجا اور اس نے کامیابی کے ساتھ شورش پر قابو پالیا۔

رومیوں سے مقابلہ:

اگرچہ رومن حکومت قسطنطنیہ المنصور کے زمانہ میں جزیہ ادا کر کے خلافتِ اسلامیہ کی باج گزار بن گئی تھی اور کئی سال سے سالانہ جزیہ ادا کیا کرتی تھی۔ لیکن

Marfat.com

لیکن معاہدوں کی پابندی عیسائی حکومتیں نہ آج کرتی ہیں اور نہ کل کرتی تھیں، سنہ ۱۶۱ھ میں رومی جنرل میخائیل نے بلا کسی وجہ کے سرحدوں پر حملے شروع کیے اور شہر مرعش پر قبضہ کر کے تمام باشندوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور پورے شہر کو جلا کر راکھ کر دیا۔ جب خلیفۃ المہدی کو اس کی اطلاع ملی تو وہ خود مجاہدین کا ایک لشکر لے کر بغداد سے روانہ ہوا، موصل پہنچ کر اس نے اپنے نوجوان فرزند ہارون الرشید کو چند دیگر تجربہ کار جنرلوں کے ساتھ رومی فوجوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اور ہارون الرشید نے رومیوں کو شکست فاش دے کر انہیں مار بھگایا۔ اب المہدی نے ہارون کو آرمینیہ، آذربائیجان اور سرحد روم کا حاکم مقرر کر دیا۔ دوسری بار پھر رومیوں نے تاخت و تاراج شروع کیا تو ہارون الرشید رومیوں کو شکست دیتا اور بھگاتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس وقت سلطنت روم پر شاہ لیون چہارم کی بیوہ ملکہ رینی اپنے نابالغ فرزند قسطنطین ششم کی اتالیق ہو کر حکمران تھی۔ اس نے معافی کی درخواست کر کے ہارون الرشید سے ستر ہزار سالانہ خراج ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔

المقنع اور زنادقہ:

المہدی کے دورِ خلافت کی دو باتیں اور یادگار رہیں۔ ایک تو المقنع کا استیصال اور دوسری تحریک زنادقہ کی سرکوبی۔

مرو کا رہنے والا ایک شخص تھا جس کا نام ہاشم بن حاکم تھا۔ یہ شخص بدصورت بھی تھا اور کانا بھی اس لئے اپنے چہرے پر ایک طلائی نقاب ڈال کر نکلتا تھا۔ اس لئے اس کو المقنع یعنی نقاب پوش کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا ذہین اور اچھا بہادر آدمی تھا۔ اس نے کچھ شعبدے بھی سیکھ رکھے تھے اور عوام کو اپنا گرویدہ کر لیتا تھا۔ اس نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ خدا اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہمیشہ

Marfat.com

انسانی روپ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ تمام انبیاء خدا کے بروز یا اوتار تھے۔ آخر میں ابو مسلم خراسانی خدا کا اوتار ہوا اور اس کے بعد المقنع خدا کا اوتار اور عین ذات الٰہی ہے۔ آریائی نسل میں بروز اور اوتار کا عقیدہ بڑا قدیم ہے۔ بہت سے عوام اس جدید دین کے پیرو بن گئے۔ المقنع کی قوت جب بہت بڑھ گئی تو کئی کافر قبائل ترک نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اب یہ لوگ قلعہ میں مقیم تھے اور قریب کی آبادیوں پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے۔ دولت عباسیہ نے ان کے خلاف کئی مہمات بھیجیں لیکن یہ سر نہ کئے جا سکے، ۱۶۷ھ میں امیر المومنین خلیفہ المہدی نے معاذ بن اور سعید بن حرشی کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس وقت المقنع کے ساتھیوں نے المقنع کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی مایوسی میں المقنع نے اپنے اہل و عیال کو زہر دے کر مار ڈالا اور خود اپنے تھوڑے سے مریدوں کے ساتھ آگ میں کود کر خودکشی کر لی۔

المقنع کے ساتھی بطور نشان سفید کپڑے پہنتے تھے۔ اس لئے انہیں "مبیضہ" بھی کہا جاتا ہے۔

ایران کے ساسانی فرماں روا کسریٰ نوشیرواں عادل (المتوفی ۴۳ سنہ قبل الہجرت) کے عہد میں مزدک نامی ایک ایرانی نے بڑی ابتری پھیلائی تھی۔ اسے فارسی ادبیات میں زندیق کہا جاتا ہے اور "المحمرہ" بھی۔ یہ تمام اخلاقی بندشوں کو ختم کر کے اشتراکیت پھیلانا چاہتا تھا۔ نوشیرواں کے باپ شہنشاہ کیقباد کے آخری زمانہ میں مزدک اور اس کے ساتھیوں نے خطرناک صورت پیدا کر دی، وہ نہ تو شخصی ملکیت کا قائل تھا اور نہ ہبہ، عطیہ اور وراثت کا حتیٰ کہ مزدکی مذہب میں یہ بھی جائز نہ تھا کہ ایک عورت ایک ہی مرد کی بیوی بن کر رہے۔ یہ لوگ اباحیت مطلقہ پر یقین رکھتے تھے اور عملاً اسی پر کاربند تھے، ۵۳۱ء میں جب اپنے باپ کی موت پر

Marfat.com

نوشیرواں عادل بادشاہ ہوا تو اس نے مزدک اور اس کے ہزاروں ساتھیوں کو قتل کر کے اس فتنہ کو دبا دیا تھا۔ لیکن مزدکی مذہب رکھنے والے لاکھوں ہی ایرانی غیر متحرک حالت میں موجود تھے۔ سنہ ۱۶۰ھ میں انہوں نے اپنی تنظیم کی اور قانون و اخلاق دونوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ خلیفہ المہدی نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کیا جس کا افسر "صاحب الزنادقہ" کہلاتا تھا۔ افسر کے ماتحت خفیہ پولیس اور مسلح سپاہیوں کا ایک مضبوط دستہ ہوتا تھا۔ اور اس طرح اشتراکیوں کا سدباب کیا جاتا تھا۔

خلیفہ المہدی کے عہد میں چونکہ بڑا سکون و اطمینان رہا۔ اس لئے ان کے عہد میں بڑے بڑے رفاہی کام ہوئے۔ بغداد سے مکہ مکرمہ تک پختہ سڑک تعمیر ہوئی۔ مسجد الحرام مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی مدینہ منورہ کی بڑے پیمانہ پر توسیع و تزئین ہوئی۔ بہت سی جدید مساجد تعمیر ہوئیں، سینکڑوں جگہ تعلیم کا جدید انتظام ہوا۔ زراعت و صنعت میں بھی بڑی ترقی ہوئی۔

خلیفہ المہدی نے بغداد میں محرم سنہ ۱۶۹ھ وفات پائی۔ وہ شہسواری کے دوران ایک ویران عمارت کی رگڑ سے زخمی ہو گئے تھے۔ اور یہی زخم سبب موت ثابت ہوا۔ مدت خلافت دس سال اور ایک ماہ ہوئی۔ عہد عباسی کی مشہور خواتین میں سے ایک خاتون خیزراں خلیفہ المہدی کی بیوی تھیں۔ بغداد میں محلہ اعظمیہ جہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح اور حضرت ابوبکر شبلی کے مزار ہیں۔ اور آجکل امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہو کر الاعظمیۃ کہلاتا ہے۔ بعد وفات خیزراں کی قبر یہیں بنائی گئی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ مقبرہ خیزراں کے نام سے مشہور تھا۔

خلیفہ الہادی اور خلیفہ ہارون الرشید خیزراں ہی کے فرزند تھے۔

Marfat.com

(۴) الہادی، موسیٰ بن محمد المہدی بن المنصور عبداللہ العباسی الہاشمی

ولادت : ۱۴۵ھ (۷۶۲ء)

خلافت : محرم ۱۶۹ھ (۷۸۵ء)

وفات : ۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ (۷۸۶ء)

مدت خلافت : ایک سال ۳ ماہ

جس وقت خلیفہ المنصور عباسی کی وفات ہوئی۔ اس وقت موسیٰ الہادی جرجان میں زنادقہ کے خلاف مصروف جہاد تھے۔ ہارون الرشید نے جو المہدی کے پاس موجود تھے، نہایت وفاشعاری کے ساتھ اپنے بھائی الہادی کے لیے بیعت لی۔ اس وقت خلیفہ الہادی کی عمر ۲۴ سال تھی

الہادی کی خلافت صرف ایک سال ۳ ماہ ہوئی۔ اس مختصر سی مدت کے دو واقعات قابل ذکر ہیں، ایک حسین بن علی کی حجاز میں بغاوت اور دوسری الجزیرہ میں حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت۔ ان دونوں بغاوتوں پر بہ آسانی قابو پا لیا گیا۔ حسین بن علی حضرت حسن السبط رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے عباسی حاکم مدینہ عمر بن عبدالعزیز کو شکست دے کر مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ اور تقریباً سارے حجاز پر اپنی خلافت قائم کر لی۔ الہادی نے ان کے خلاف محمد بن سلیمان کو فوج لے کر بھیجا اور اس نے حسین بن علی کو شکست دے کر انہیں قتل کر دیا۔

حمزہ بن مالک خارجی نے الجزیرہ میں بغاوت کی اور وہاں کے حاکم منصور بن زیاد کو شکست دیکر اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن چند ہی روز کے بعد اس کے دو رفیقوں نے حمزہ کو قتل کر دیا۔

الہادی کی وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ (مطابق ۱۴ ستمبر ۷۸۶ء کو ہوئی وہ بہت دنوں سے ایک مہلک مرض میں گرفتار تھے۔ ان کی وفات کے متعلق لوگوں

Marfat.com

نے یہ بھی لکھا ہے کہ خود ان کی والدہ خیزران نے اسے قتل کرا دیا۔ اگرچہ اقتدار اور حکومت کے لئے ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ لیکن تاریخی ثبوت اس کا کوئی نہیں۔ یہ محض افسانہ ہے۔ الہادی نے وفات کے وقت اپنے بھائی ہارون الرشید کے ہاتھ پر بیعت کی وصیت کی۔

(۵) ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور العباسی الہاشمی

ولادت : ۱۴۹ھ (۷۶۶ء)

خلافت : ۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ (۱۴ ستمبر ۷۸۶ء)

وفات : بمقام طوس (ایران) ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ (۲۴ مارچ ۸۰۹ء)

مدت خلافت : ۲۳ سال ۳ ماہ

خلیفہ ہارون الرشید کا عہد ہر اعتبار سے دولت عباسیہ کا سنہرا عہد تھا۔ اس لئے اس عہد کے بیسیوں سچے اور جھوٹے افسانے عربی، ترکی اور اردو ادبیات میں موجود ہیں۔ افسانوں کی مشہور کتاب الف لیلہ نے تو ہارون الرشید کے عہد کو خوابوں کی ایک جنت بنا کر ساری دنیا کی ادبیات میں شریک کر دیا۔ لیکن اتنی صحیح حقیقت ضرور ہے کہ رعایا آباد، دلشاد، امن و امان اور تمدنی ترقی کے لئے یہ دور واقعتہً قابلِ رشک تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ خوش حال، علم و ہنر سے مالا مال اور حکمت و دانائی میں بے مثال انسانی آبادی ممالک محروسہ خلافتِ عباسی کی آبادی تھی۔

اس صورت حال کے پیدا کرنے میں یقیناً دوسروں کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ تھا۔ وزراء، امراء، قضاۃ اور علماء، کاشتکار اور صنعت کار سب ہی اس قابلِ رشک تمدن کے پیدا کرنے میں شریک تھے۔ لیکن کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا کہ

Marfat.com

ان سب عناصر کو جس محنتی اور ذہین آدمی نے یکجا کر رکھا تھا اور ان سے بالکل صحیح کام لے رہا تھا وہ خود امیرالمؤمنین ہارون الرشید تھے۔ وہ ہر چیز کی براہ راست نگرانی کرتے تھے۔ راتوں کو بھیس بدل کر نکلتے، مختلف طبقات سے ملاقات کر کے ان کے معاملات سے باخبر رہتے، وہ سیر و شکار کے لئے دیہاتوں میں چلے جاتے اور کسانوں کے حالات کا براہ راست مطالعہ کرتے۔ وہ علماء کی محفلوں میں کبھی ظاہر طور اور کبھی چھپ کر شریک ہوتے، وہ سفر کر کے مدینہ منورہ میں امام مالک کے پاس پہنچے، انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے شاگردان رشید امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی کو عدلیہ اور تعلیم و تعلم کا نظام سپرد کر کے بڑا فائدہ عوام کو پہنچایا۔

ہارون الرشید کے عہد کی مفصل تاریخ تو ہزاروں صفحات کی ضخامت چاہتی ہے۔ لیکن اگر مختصر تاریخ بھی لکھی جائے تو اس چھوٹی سی کتاب میں نہیں سما سکتی۔ امیرالمومنین ہارون الرشید کے ہاتھوں پر جب بیعت خلافت ہوئی تھی تو وہ ایک ۲۲ سالہ نوجوان تھے۔ لیکن اس عمر میں بھی رومن سرحدوں کے حاکم رہ چکے تھے اور کئی بار رومن حکومت کو شکست دے چکے تھے؛ ان کے عہد خلافت میں رومن حکومت قسطنطنیہ سے بار بار جنگیں ہوتی رہیں اور ہر بار رومیوں کو شکست ہوتی رہی۔ اگر ہارون الرشید کا مزاج غیر معمولی حد تک صلح پسند نہ ہوتا تو رومن حکومت نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔

اس عہد میں حسب طریقۂ قدیم علویوں نے بغاوتیں کیں، خارجیوں نے بدنظمی پھیلائی، افریقہ کے حالات بار بار بگڑے اور بڑی مشکل سے انہیں درست کیا جا سکا۔ صاحب النفس الزکیہ کے ایک بھائی ادریس عبداللہ نے ۱۷۲ھ میں بربر قبائل افریقہ سے مل کر ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی۔ ان کا ۱۷۷ھ

Marfat.com

میں انتقال ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات کے کچھ دنوں بعد ان کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس بچہ کا نام ادریس ثانی رکھا گیا۔ اس لڑکے کی حمایت کرکے افریقہ کے بربر قبائل نے وہ حکومت قائم کرلی جو تاریخ میں ادریسی حکومت کہلاتی ہے۔ اور بہت دنوں تک عباسیوں سے بالکلیہ علیحدہ ایک علوی خلافت بن کر قائم رہی۔

خراسان کے حالات رافع بن لیث کی بغاوت سے بڑے خراب ہوگئے تھے، اس لئے ہارون الرشید نے بغداد سے ایک بڑی فوج لے کر خراسان کی طرف سفر کیا۔ مقدمۃ الجیش پر ہارون کا بڑا لڑکا مامون متعین تھا۔ طوس کے قریب پہنچ کر ہارون الرشید کی طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی۔ بالآخر ہفتہ کے دن ۴ جمادی الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۲۵ مارچ ۸۰۹ء کو ۲۳ سال ۲ ماہ خلافت کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے بہ عمر ۴۷ سال بمقام طوس وفات پائی اور وہیں ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔

ہارون الرشید ایک بیدار مغز، دیندار اور خداترس آدمی تھا۔ اس کے بعد اس صلاحیت کا کوئی دوسرا خلیفہ خاندان عباسی میں نہیں ہوا۔

(۶) امین الرشید، محمد بن ہارون الرشید المہدی بن المنصور العباسی الہاشمی

ولادت : ۱۷۴ھ (۷۹۰ء)

خلافت : ۴ جمادی الآخری ۱۹۳ھ (۲۵ مارچ ۸۰۹ء)

قتل : ۲۴ محرم ۱۹۸ھ (۲۴ ستمبر ۸۱۳ء)

مدت خلافت : ۴ سال ۷ ماہ ۲۲ دن

امین الرشید کی ماں مشہور عالم بی بی زبیدہ ہاشمیہ تھیں۔ خلفائے عباسیہ میں صرف الامین ہی ایک خلیفہ ہے جو نجیب الطرفین ہاشمی تھا۔ وہ ایک حسین وجمیل زبردست مقرر، شجاع اور فیاض آدمی تھا۔ اگر اس کو حکمرانی کی طویل مدت مل جاتی تو وہ اپنے نامور باپ ہارون الرشید سے بھی زیادہ نامور ہوتا۔ لیکن اس کا دور حکمرانی

Marfat.com

عجمیوں کی سازش کی وجہ سے بہت ہی مختصر ہوا۔

ہارون الرشید نے یہ وصیت کی تھی کہ تمام ممالک محروسۂ خلافت اس کے تین بیٹوں، الامین، المامون اور المؤتمن کے مابین تقسیم ہو جائے۔ بغداد اور عرب علاقوں پر الامین کو اپنا جانشین بنا کر خلیفہ قرار دیدیا تھا۔ المامون کو خراسان اور عجم کے علاقوں کا والی قرار دیکر الامین کے ماتحت قرار دیا تھا اور قاسم کو المؤتمن کا لقب دے کر آرمینیہ کا والی بنا دیا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ وہ ہمیشہ الامین کی اطاعت کرے۔

المامون ہارون کی وفات کے وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ اور اس کی ماں ایک ایرانی کنیز مراجل تھی۔ اس لئے ایرانیوں اور خراسانیوں کو فکر تھی کہ ان کا بھانجہ یعنی المامون خلیفہ بنا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے فضل بن ربیع اور اس کے عجمی ساتھیوں نے بڑا کام کیا اور ابتدا ہی سے الامین اور المامون کے مابین عداوت کا بیج بو دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار سال کے بعد ہی المامون کے جنرل طاہر نے بغداد کا محاصرہ کر لیا اور ایک طویل محاصرہ کے بعد شہر میں داخل ہو کر ۲۴ محرم ۱۹۸ھ کو خلیفہ الامین کو قتل کر دیا۔

مورخین نے الامین کو سیاسی بصیرت سے محروم اور غافل شخص قرار دیکر اس کے بہت سے عیوب گنوائے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب کہانیاں المامون کے خوشامدیوں کا کارنامہ اور ایرانیوں کی سخن تراشیوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ زمانہ مابعد کے مورخوں نے نقل راچہ عقل کے بموجب ان قصوں کو بار بار نقل کر کے لوگوں کی ذہنوں میں جاگزین کر دیا ہے۔ ورنہ الامین میں حقیقتاً ایسی کوئی کمزوری نہ تھی، بھلا یہ بھی کوئی عیب ہوا کہ الامین نے خوبصورت کشتیاں بنوائیں تھیں اور اس میں بیٹھ کر دریائے دجلہ کی سیر کرتا تھا، یا شعراء کی قدر افزائی کرتا

Marfat.com

تھا۔ یہ سب قصے اس مقصد کے لیئے بھی گھڑے گئے تھے کہ فضل بن ربیع اور اس کے ایرانی و خراسانی رفقاء کی فتنہ پروری اور سازش پر تہہ بہ تہہ پردے ڈال دیئے جائیں۔ بہرحال! ہر محکوم قوم اپنے فاتحین سے اسی طرح انتقام لیتی ہے۔ اور ایرانیوں نے اس طرح عربوں سے انتقام لیا۔ اور عربوں کی غفلت نے ان کے لیئے کامیابی کے مواقع فراہم کر دیئے۔

(۷) مامون الرشید، عبداللہ بن ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور العباسی الہاشمی

ولادت : ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ (ستمبر سنہ ۸۸۶ء)

خلافت : ۲۴ محرم سنہ ۱۹۸ھ (۲۴ ستمبر سنہ ء)

وفات : ۸ رجب سنہ ۲۱۸ھ (۹ اگست سنہ ء)

مدت خلافت : ۲۰ سال ۵ ماہ ۲۷ دن

خلیفہ مامون الرشید کا ۲۰ سالہ زمانۂ خلافت ہارون الرشید کے بعد خلافت عباسیہ کا بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور حقیقۃً یہ بیس سال ایسے ہی تھے۔ خود المامون کی تعلیم نہایت اہتمام کے ساتھ اور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ اس کی والدہ ایک ایرانی کنیز مراجل تھی۔ اس کو تمام ایرانیوں کی دلی حمایت حاصل تھی۔ اور ہر طرف یہ نعرہ بلند ہوتا تھا کہ المامون ہمارا بھانجہ اور ہمارے نبی کے چچا عباس کی اولاد ہے۔

اگرچہ الامین و المامون کے مابین اختلاف پیدا ہوتے ہی اس نے خراسان میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۸ھ میں الامین کے قتل کے بعد چونکہ اسے عام طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس لیئے المامون کی خلافت کا نقطۂ آغاز محرم سنہ ۱۹۸ھ ہی کو مانا جاتا ہے۔ جعفر برمکی تو ابتدا ہی سے المامون کا اتالیق تھا۔

Marfat.com

اور خراسان میں اس کے ساتھ تھا لیکن فضل بن ربیع بھی جو بظاہر الامین کا ساتھی اور بہی خواہ بنا ہوا تھا در پردہ المامون سے ملا ہوا تھا اور بغداد کی پوری کیفیت سے المامون کو خفیہ طور پر باخبر کرتا رہتا تھا۔ الامین کا قتل حقیقتہً ایرانیوں کی عربوں کے مقابلہ میں کامیابی تھی۔ اب جو کچھ دشواریاں اور بغاوتیں المامون کو پیش آئیں وہ بہ آسانی دبا دی گئیں اور المامون نے نہایت شاندار انداز میں بیس سال سے زیادہ عرصہ تک حکمرانی کی۔

ابتداء میں المامون نے اپنا دارالخلافہ خراسان کے شہر مرو کو قرار دیا اور رجب ۲۰۳ھ تک وہیں رہا اس کے بعد وہ اطمینان کے ساتھ سیر کرتا ہوا اور ممالک محروسہ کے حالات کا مطالعہ کرتا ہوا بڑے شان و شکوہ کے ساتھ ۵ صفر ۲۰۴ھ کو بغداد میں داخل ہوا۔

المامون نے ایرانیوں کو خوش کرنے کے لئے علویوں کا سبز رنگ اختیار کر رکھا تھا اور علویوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اپنی بیٹی کی شادی علی بن موسیٰ رضا (شیعوں کے آٹھویں امام) کے ساتھ کر کے انہیں اپنا ولیعہد بھی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن علی بن موسیٰ رضا کا وہیں طوس میں انتقال ہو گیا۔ اور المامون اس کے بعد مرو سے چل کر بغداد پہنچ گیا تو یہاں آتے ہی اس نے عباسیوں کا سیہ رنگ اختیار کر لیا۔

عہد مامون کا ایک بڑا اہم واقعہ بابک خرمی کا ظہور ہے۔ ابتداءً شمالی ایران میں آذربائیجان کی سرحد پر ایک شخص جاویدان نے تناسخ کے عقاید اور مزدک کی اخلاقی آزادہ روی کے ساتھ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ ایران کے بہت سے لوگ بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود تناسخ ارواح اور اباحیت کے عقیدہ سے تائب نہیں ہوئے تھے، زنادقہ، مقنع اور راوندیہ کے فرقے ان ہی عقاید کی پیداوار تھے۔ جاویدان کی موت کے بعد اس کے ایک رفیق بابک خرمی نے دعویٰ کیا کہ جاویدان کی روح اب اس

Marfat.com

کے جسم میں منتقل ہوگئی ہے۔ اس نے جاویدان کی بیوہ سے شادی کرلی اور جاویدان کے مریدوں کا سربراہ بن بیٹھا۔ اس نے بڑا شدید فتنہ پیدا کردیا قتل، نہب اور آبروریزی کی انتہا نہ رہی۔ ۲۰۱ھ سے بابک خرمی نے سرکاری فوجوں کا مقابلہ شروع کیا، المامون کے پورے عہد میں ۲۱۸ھ تک اس کا استیصال نہ ہو سکا۔ آذربائیجان اور اس کے قریبی علاقے اس کے مظالم کا شکار رہے۔ المامون کے جانشین خلیفہ المعتصم کے عہد میں بابک خرمی ۲۲۲ھ میں قتل ہوا۔ اور شمالی ایران نے اس فتنہ سے نجات پائی۔

عہدِ المامون کا دوسرا بڑا ہی اہم واقعہ فرقہ معتزلہ کی ابتداء ہے۔ مامون علم و فضل میں ممتاز حیثیت رکھنے کے باوجود بہت ہی سخت فلسفہ زدہ آدمی تھا۔ اس نے قاضی ابو دواد کے اشارہ سے فرقہ معتزلہ کو سر چڑھالیا اور ان کی حمایت میں مسلمان علماء اور قضاۃ پر بے پناہ سختیاں کیں۔ اس کی طبیعت میں ایک عجیب تضاد تھا اس نے عیسائیوں یہودیوں اور مجوسیوں کو پوری آزادی دے رکھی تھی۔ لیکن خود مسلمانوں پر معتزلی مذہب اختیار کرنے کے لئے ہر قسم کی سختیاں کرتا تھا، اعلیٰ ملازمتوں سے ہر اس مسلمان کو نکال دیا جاتا تھا جو بالاعلان معتزلی مذہب نہ اختیار کرتا۔ جو علماء ذرا بھی معتزلہ کے خلاف زبان کھولتے ان کی طرح طرح سے تذلیل و تشہیر کی جاتی، انہیں کوڑوں سے پٹوایا جاتا، انہیں قید و بند کی سزائیں دی جاتیں، قاضی ابو دواد ایک بد عقیدہ اور بدطینت آدمی اس معاملہ میں المامون کے دل و دماغ پر سوار تھا۔

اسی طرح المامون کے ذہن کا یہ تضاد بھی عجیب تھا کہ وہ یونانی فلسفہ پر بھی ایمان رکھتا تھا اور علم نجوم کی صداقت کا بھی پوری طرح قائل تھا۔ حالانکہ یونانی فلسفہ الٰہیات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عہد المامون میں عجم کا دربارِ عباسی پر تسلط ہوگیا، المامون کی مادری زبان

Marfat.com

فارسی تھی اس نے فارسی زبان کی بڑی سرپرستی کی اسی کے عہد میں فارسی کا پہلا قصیدہ حنظلہ باد غیسی نے لکھا۔ اس کی درباری اور گھریلو زندگی تمام تر ایرانی عیش و عشرت اور ایرانی تہذیب و شائستگی کا نمونہ تھی۔ شاعری، رقص و موسیقی کی محفلیں عام طور پر روزانہ منعقد ہوا کرتی تھیں۔ اس نے اپنے وزیر کی حسین و ذہین بیٹی بوران رخت سے شادی کر لی تھی۔ اور اس نے سارے ایرانی نوک پلک سے درباری اور گھریلو زندگی کو تکلف و تصنع کے ساتھ سجا دیا تھا۔ عربی سادگی کے نشانات ابتدائے خلافتِ عباسیہ سے کم ہونے جا رہے تھے اور اب المامون کے عہد میں بالکلیہ ناپید ہو گئے۔

المامون کے زمانہ میں رومن حکومت نے ایشیائے کوچک کے مسلمان علاقوں پر تین بار حملے کئے اور بڑے بڑے جنگی معرکوں کے بعد ان حملوں کو پسپا کیا گیا۔ ان تینوں مہمات میں خود المامون نے حصہ لیا۔ آخری مہم ۲۱۸ھ کے دوران وہ سرحد پر خیمہ زن تھا کہ وہیں بتاریخ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ بمقام طرسوس وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی اس وقت ان کا بھائی المعتصم بھی ان کے ساتھ تھا۔ المامون نے اپنے بعد المعتصم کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔

المامون کی تاریخ ولادت کے متعلق یہ حسن اتفاق تاریخوں میں مذکور ہے۔ کہ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۷۰ھ کی وہ رات جس میں المامون کی ولادت ہوئی تھی ایک عجیب یادگار رات تھی۔ ایک خلیفہ یعنی الہادی نے اسی رات وفات پائی۔ دوسرا خلیفہ ہارون الرشید اسی رات میں مسند نشینِ خلافت ہوا، اور تیسرا خلیفہ المامون اسی رات کو پیدا ہوا۔

اسی طرح ایک لطیفۂ تاریخی الامین کی والدہ بی بی زبیدہ کے متعلق مذکور ہے۔ کہ یہ نامور خاتون۔ ایک خلیفہ المنصور کی پوتی، دوسرے خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی تیسرے خلیفہ الامین کی ماں تھی۔ عہد المامون میں ۲۱۵ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس

Marfat.com

خاتون نے تعلیم قرآن خصوصاً قرآن حفظ کرنے کا اپنی ذاتی دولت سے اتنا وسیع انتظام کیا تھا کہ ہزاروں ہی لڑکیوں نے پورا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ وہ ان پر بیحد بارش امداد و انعام کرتی تھی۔ اس خاتون کا دوسرا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آج تک مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ کے نام سے موجود ہے، اس نے اپنی ذاتی دولت سے حاجیوں کو آب رسانی کے لئے یہ تاریخی نہر بنوائی تھی اور اسے بارگاہ الٰہی سے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج تک اس کی فیض رسانی قائم ہے

(۸) المعتصم باللہ، ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۱۸۰ھ (۷۹۶ء)

خلافت : ۸ رجب ۲۱۸ھ (۹ اگست ۸۳۳ء)

وفات : ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ (۵ جنوری ۸۴۲ء)

مدت خلافت : ۸ سال ۸ ماہ

المعتصم باللہ جس کا نام محمد اور کنیت ابو اسحاق تھی، خلیفہ ہارون الرشید کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کی ماں بھی ایک کنیز تھی۔ یہ بہت قوی و جسیم اور جفاکش آدمی تھا۔ اگرچہ اس کی تعلیم کچھ بہت اچھی نہیں ہوئی تھی علم کے زیور سے تقریباً عاری تھا۔ لیکن جرأت مند اور فیاض تھا۔ اسے اچھی خاصی سیاسی بصیرت بھی حاصل تھی۔

المامون کی وفات کے وقت بمقام طرسوس، یہ رومیوں کے مقابلہ میں مصروف جہاد تھا اور بعض قابل قدر جنگی کارنامے اس نے انجام دیئے تھے جب المامون نے اپنے بعد خلافت کے لئے اس کو نامزد کیا تو اسے فوج اور عوام میں کافی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہوا، سب نے

Marfat.com

بخوشی اس کے ہاتھ پہ بیعت کر لی۔ سب سے زیادہ خطرہ عباس بن مامون سے ہو سکتا تھا جو اس وقت اپنے باپ المامون کا نائب اور بغداد کا حاکم تھا لیکن عباس نے عربوں کی حمایت اور فوج میں مقبولیت کے باوجود کوئی فتنہ نہیں کھڑا کیا۔ طرسوس میں المعتصم کے ہاتھ پہ بہ آسانی بیعت ہوگئی اور بغداد میں بھی۔ اس طرح المعتصم پورے ممالک محروسئہ خلافت عباسیہ میں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔

المعتصم نے اپنے سابق خلیفہ المامون کے غلط مذہبی رویئے کو جاری رکھا۔ بلکہ معتزلی قاضی ابو دواد کا زور اور بڑھ گیا اور المعتصم نے اہل سنت پہ بے پناہ سختیاں قاضی ابو دواد کے مشوروں سے کیں۔ حتیٰ کہ امام اہل السنۃ حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ کو بغداد کی سڑکوں پہ گھسیٹا گیا۔ ان پہ کوڑے برسائے گئے۔

المعتصم کی دوسری بڑی غلطی ترکوں کی جدید فوج اور اس کی جا و بے جا حمایت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دولت عباسیہ کے زوال کا زمانہ شروع ہو گیا۔ المعتصم کے بعد جتنے عباسی خلفاء ہوئے وہ سب جاہل اور ضدی ترکوں کی چیرہ دستیوں کے شکار رہے۔ ترکی فوجیوں نے جسے چاہا خلیفہ بنا دیا اور جسے چاہا قتل کر دیا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے عہد المامون میں ایرانیوں نے خلافت عباسیہ پہ تسلط حاصل کر لیا تھا۔ اور شیعی عقاید کے پھیلانے کی ہر کوشش ہو رہی تھی۔ عرب تقریباً دب گئے تھے۔ لیکن ایرانیوں اور عربوں کے مابین اختلافات کبھی کبھی ابھر کر سامنے بھی آجاتے تھے۔ اب المعتصم نے یہ تدبیر سوچی کہ عربوں اور ایرانیوں دونوں کا زور توڑنے کے لئے ترکوں کی ایک فوج بنائی جائے۔ یہ فوج بنائی گئی۔ اور اس کی بڑی بے جا خاطرداریاں ہونے لگیں، یہ بغداد میں لاکر بیرکوں میں رکھے گئے تو ان کے مظالم سے سارا بغداد کانپ اٹھا۔ اس کا علاج المعتصم نے یہ کیا

Marfat.com

بغداد سے اپنا دارالخلافہ تبدیل کرنے کے لئے ۶۰ میل دور ایک نیا شہر "سامرا" یا "سُرمن رائے" کے نام سے تعمیر کیا اور وہاں ترک فوجیوں کو جن کی تعداد ڈھائی لاکھ سے زیادہ تھی بسایا۔ وہیں اپنا محل بھی بنایا۔ اب دارالخلافہ سامرا ہو گیا۔ اور بغداد دوسرے درجہ کا شہر قرار پایا۔ شہر سامرا کی بنیاد ۲۲۰ھ (۸۳۵ء) میں رکھی گئی۔

المعتصم نے بابک خرمی کے مقابلہ کے لئے ترک فوجی افسر افشین حیدر کو مع ترکی افواج کے بھیجا اور اس نے بمشکل تمام ۲۲۲ھ (۸۳۷ء) میں اس فتنہ کو ختم کیا قیصر روم اور بابک خرمی کے مابین ایک خفیہ سازش تھی۔ اس لئے قیصر روم نے مسلم علاقوں پر شدید حملے کئے اور بڑے بڑے مظالم ڈھائے۔ المعتصم کو جب اطلاع ہوئی تو وہ خود قیصر کے مقابلے کے لئے سرحد پر آیا اور قیصر روم کو فرار پر مجبور کیا۔ واپس آکر سامرا میں مقیم تھا کہ ۴۷ سال کی عمر میں بیمار ہو کر بتاریخ ۱۹ ربیع الاوّل ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۹) الواثق باللہ ہارون بن المعتصم بن الہارون العباسی الہاشمی

ولادت : ۲۰۰ھ (۸۱۶ء)

خلافت : ۱۹ ربیع الاوّل ۲۲۷ھ (۸۴۱ء)

وفات : ذوالحجہ ۲۳۲ھ (۸۴۷ء)

مدت خلافت : ۵ سال ۹ ماہ ۳ دن

الواثق باللہ جس کا نام ہارون تھا المعتصم کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ اس کی ماں ایک رومی کنیز تھی، اس کی تعلیم و تربیت بڑے اعلیٰ طریقہ پر ہوئی تھی، علم و ادب سے اسے بڑی دلچسپی تھی۔ اور خصوصیت کے ساتھ عربی شعر و ادب سے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرا المامون تھا۔ اسے اتنے عربی اشعار یاد تھے کہ شاید ہی اہل

Marfat.com

کے معاصرین میں سے کسی عالم کو یاد رہے ہوں گے۔ یونانی فلسفہ کا بھی اس کے ذہن پر اثر تھا۔ وہ مذہباً معتزلی تھا۔ اس نے اپنے باپ المعتصم کی طرح قاضی احمد بن ابی دواد کی بڑی حمایت کی اور اس کے مشوروں کے ماتحت ان تمام علماء پر جو معتزلہ کے خلاف تھے۔ بڑی بے اعتدالی کے ساتھ سختیاں کیں۔ شیخ احمد بن نصر کو جنہوں نے معتزلہ کے خلاف تقریریں کی تھیں اپنے دربار میں بلایا اور ان کی حق گوئی پر خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ حالانکہ یہودیوں کو اور نصرانیوں کو ہر طرح کی مذہبی و معاشرتی آزادی دے رکھی تھی۔ یہودیوں نے الواثق باللہ کے عہد میں کئی مذہبی کتابیں عبرانی اور عربی میں تصنیف کیں۔ موجودہ عبرانی خط جسے خط مربع کہا جاتا ہے۔ یہودیوں نے قدیم عبرانی حروف کی اصلاح کر کے اسی عہد میں بنایا تھا۔

الواثق نے رومی حکومت سے ۲۳۲ھ میں جنگی قیدیوں کا تبادلہ کیا۔

الواثق کے زمانہ میں عربوں نے کئی جگہ شورشیں بپا کیں۔ یہ درحقیقت عربوں کی طرف سے احتجاجی ہنگامے تھے کیونکہ اس زمانہ میں عربوں کو فوجی اور کشوری ملازمتوں سے چن چن کر نکالا جا رہا تھا۔ لیکن الواثق نے ان کے خلاف اپنے ترک فوجی افسر بغا الکبیر کو متعین کر کے عربوں کو دبا دیا۔

الواثق کی وفات مرض استسقا سے ہوئی۔ اسے طبیبوں نے دوبارہ گرم تنور پر بٹھا کر گرم بھاپ دلائی۔ دوسری بار اس علاج سے اس کی طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی اور ذی الحجہ ۲۳۲ھ (۸۴۷ء) میں اس کا انتقال ہوگیا اس وقت اس کی عمر صرف ۳۸ سال تھی۔ مدت خلافت ۵ سال ۹ ماہ ہوئی۔

(۱۰) المتوکل علی اللہ (اول) جعفر بن المعتصم بن ہارون الرشید العباسی
ولادت: ۲۰۵ھ (۸۲۰ء)

Marfat.com

قتل : ۳۰ شوال ۲۴۷ھ (۸۶۱ء)

مدت خلافت : ۱۴ سال ۱۰ ماہ

الواثق باللہ نے اپنا کوئی جانشین نامزد نہیں کیا تھا اس لئے اس کی وفات کے بعد امرائے دربار نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے دربار میں جمع ہوئے وزیر ابن زیات کی کوشش یہ تھی کہ الواثق کے کم سن فرزند محمد بن الواثق کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ مگر قاضی ابو دواد نے جس کا اس وقت وزیر سے بھی زیادہ اثر تھا۔ الواثق باللہ کے چھوٹے بھائی جعفر بن المعتصم کے حق میں رائے دی اور اسی پہ امراء کا اتفاق ہوگیا۔ اور اس کے ہاتھ پہ سب نے بیعت کر لی۔ اس وقت جعفر بن المعتصم کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اس نے اپنا لقب خود ہی المتوکل علی اللہ رکھا۔ تاریخ میں اسے المتوکل علی اللہ اوّل کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد بھی دو اور خلفائے عباسیہ نے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کیا تھا۔ جو علی الترتیب المتوکل علی اللہ ثانی اور المتوکل علی اللہ ثالث کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

المتوکل نے مسند نشین ہوتے ہی مذہب کے بارے میں اپنے ماقبل خلفاء کا طرز عمل بدل دیا۔ المامون، المعتصم اور الواثق معتزلیوں کے حامی تھے اور جو معتزلیوں کے خلاف کچھ کہے ان کے لئے سخت ظالم تھے۔ لیکن المتوکل نے مسئلہ خلق قرآن پہ ہر قسم کے مناظروں اور مجالس کی ممانعت کر دی۔ اہل سنت کے سینکڑوں علماء اور حاملین سنت کو جو اس وقت قید خانوں میں پڑے ہوئے تھے رہا کر دیا۔ علم حدیث کی تعلیم دینے والوں کی قدر افزائی کی۔ المتوکل نے کوشش تو اس کی بھی کی تھی کہ ترکی فوجیوں کا زور توڑ دے۔ مگر اس مقصد میں اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

Marfat.com

ان مساعی کا مسلمانوں پر بڑا اچھا اثر پڑا اور عام طور پر سارے ممالک محروسہ میں خوشی اور طمانیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لیکن بہت سے لوگوں پر اس کا اثر یہ بھی پڑا کہ وہ اقتدار سے محروم ہو گئے۔ اس لئے ان میں غم و غصہ کے جذبات پیدا ہوئے اور دین سے بے بہرہ فلسفہ زدہ لوگوں نے جاہل ترکی فوجیوں کو اپنے ساتھ ملا کر المتوکل کے خلاف ایک خفیہ محاذ قائم کر لیا۔

ابن زیاد وزیر جس سے ناخوش ہوتا تھا اسے خود ہی اپنے مکان میں قید کر دیتا اور کسی عدالتی فیصلہ کے بغیر طرح طرح کی ایذارسانی کے بعد اسے قتل کر دیتا تھا۔ پچھلے دور میں اس کا اتنا اثر تھا کہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھتی تھی۔ المتوکل کے عہد میں جب ابن زیات نے یہ حرکت جاری رکھی تو اس کے خلاف عدالتی تحقیقات ہوئی اور جرم بہ آسانی ثابت ہو گیا۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا کہ اس وقت بھی اس کے گھر میں کئی افراد قید ہیں اور موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس پر ابن زیات کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

ترکی امرائے فوج میں اس وقت سب سے زیادہ بااختیار ایتاخ ترکی تھا۔ جو شرابی اور بڑا ظالم تھا۔ سامراء میں تو ایتاخ کی گرفتاری آسان نہ تھی۔ اسے اور اس کے دو جوان لڑکوں کو بغداد بلا کر قید کر دیا گیا۔ ایتاخ ترکی نے قید ہی میں بیمار ہو کر وفات پائی۔ البتہ اس کے دونوں لڑکے منظفر اور منصور نے بعد میں رہائی پائی۔ ایک دوسرے ترکی سالار کو بھی بغداد میں قید کر دیا گیا اور اس نے بھی قید ہی میں بہ قضائے الٰہی وفات پائی۔

قاضی ابو دواد جن کا پورا نام احمد بن ابی دواد تھا معتزلہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے اور ان کے لڑکوں کے خلاف تحقیقاتی کمیشن ۲۳۷ھ میں قائم کیا گیا تو پتہ چلا کہ ان لوگوں نے کروڑوں روپے ناجائز ذرائع سے حاصل کر کے جمع

Marfat.com

کر رکھے ہیں۔ ان کے فرزند ابوالولید نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ درہم جرمانہ ادا کر کے اپنی اور اپنے خاندان کی رہائی حاصل کی، اسی سال قاضی ابو دواد نے مرض فالج میں گرفتار ہو کر وفات پائی۔

المتوکل کے عہد میں عیسائیوں نے ۲۳۴ھ میں آذربائیجان میں ۲۳۷ھ میں آرمینیہ میں اور ۲۴۰ھ میں حمص میں خونریزی کی اور بے گناہ آبادی میں قتل و خون کیا۔ لیکن المتوکل نے بہ آسانی ان کو دبا دیا۔ اسی طرح رومن حکومت نے ۲۳۸ھ نے ایشائے کوچک میں سرحدوں پر خشکی سے اور ۲۳۹ھ میں تین سو بحری جہازوں سے مصر پر حملے کئے۔ اس کے بعد رومیوں نے تونس پر حملہ کیا۔ اور وہاں بھی لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ المتوکل نے مجاہدانہ جرأت اور ایمانی حرارت کے ساتھ ان کو پسپا کر دیا۔ مصر میں دمیاط کا قلعہ اسی زمانہ میں رومیوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔

شہادت:

۳ شوال ۲۴۷ھ کو رات کے وقت ترک باغیوں نے المتوکل علی اللہ کے گھر میں گھس کر خلیفہ متوکل کو شہید کر دیا۔ عباسیوں ہی نہیں بلکہ پوری تاریخ خلافت میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی خلیفہ کو خود اس کی تنخواہ یاب فوج نے شہید کر دیا۔ اس کی وجہ ولیعہدی کے سلسلہ میں خود المتوکل کے بڑے لڑکے المنتظر باللہ کی ناراضی کو بتایا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ترکی فوجیوں کو بے اعتدالیوں سے روکنے اور ان کا زور توڑنے کی جو کوششیں المتوکل نے شروع کر رکھی تھیں اس کے جواب میں یہ کارروائی ہوئی۔ ایرانی اور عام طور پر شیعہ المتوکل کے اس وجہ سے دشمن تھے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقبروں کو جنہیں المتوکل سے قبل کے حکمرانوں نے تعمیر کرایا تھا، مسمار کر دیا تھا۔ اب ترکی اس لئے دشمن

Marfat.com

ہو گئے کہ ترکی سالار ایتاخ کو قتل کرا دیا۔ تیسرا گروہ عربوں کا تھا جن میں اب اتنی جان باقی ہی نہ تھی کہ وہ خلیفہ کی حفاظت کر سکتے۔

المتوکل عباسی خلفاء میں وہ آخری خلیفہ تھا جسے صحیح معنوں میں بااختیار کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد آنے والے عباسی خلفاء یا ترکوں کے ہاتھوں میں بے اختیار رہے یا ایرانیوں کے ہاتھوں میں تبرکاً سربراہ کی حیثیت رکھتے تھے

المتوکل ذاتی طور پر دیندار اور خدا ترس آدمی تھا وہ یقین و عمل کے اعتبار سے ایک پختہ مسلمان تھا۔ اس میں بردباری اور فیاضی کی صفات بھی تھیں نہ اس میں کوئی اخلاقی خرابی تھی اور نہ کبر و غرور، اللہ رحمت نازل کرے۔ وہ اپنے زمانہ کے بہترین مسلمانوں میں سے ایک تھا۔

(۱۱) المنتصر باللہ بن المتوکل باللہ بن المعتصم بن ہارون الرشید العباسی الہاشمی

ولادت : ۲۲۲ھ (۸۳۷ء)

خلافت : شوال ۲۴۷ھ (۸۶۱ء)

وفات : ربیع الثانی ۲۴۸ھ (۸۶۲ء)

مدت خلافت : ۶ ماہ

اسے المتوکل کو شہید کرنے والے ایرانیوں اور ترکوں نے مسند نشین کیا تھا اس نے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے مقبروں کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ وہ ایک معتدل مزاج آدمی تھا۔ اس نے معتزلہ علویوں اور شیعوں پر سے بہت سی پابندیاں بھی ختم کر دیں۔ لیکن ترکی افواج اس سے مطمئن نہیں تھیں۔ صرف ۶ ماہ مسند خلافت پر جلوہ افروز رہنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ترک افسروں نے طبیب سے مل کر زہر آلود نشتر سے اس کا فصد کھلوا دیا تھا۔ اسی سے اس کی وفات ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

(۱۲) المستعین باللہ احمد بن محمد بن المعتصم باللہ بن ہارون الرشید العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ ھ

خلافت : ربیع الثانی ۲۴۸ھ (۸۶۲ء)

دست برداری : محرم ۲۵۲ھ (۸۶۶ء)

مدت خلافت : ۳ سال ۸ ماہ

خلیفہ المنتصر باللہ کی وفات کے بعد ترک اُمراء نے المعتصم باللہ کے پوتے احمد بن محمد کو خلیفہ بنا لیا۔ اس وقت سارے اختیارات ترک فوجیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ ایرانی امراء بالکلیہ بے دخل تھے۔ اور عربوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ دارالخلافہ سامرا ہی تھا۔ ترک امراء خود بھی ایک دوسرے کے خلاف سازشوں اور اکھاڑ پچھاڑ میں لگے ہوئے تھے۔ صوبائی حکام بہت سے آزاد و خود مختار ہو چکے تھے۔ کئی آزاد اور نیم آزاد ریاستیں قائم تھیں، نہ خلافت کا کوئی وقار باقی تھا اور نہ مرکز کی کوئی گرفت تھی۔ اس صورت حال سے عاجز آکر المستعین سامرا سے خفیہ طور پر چند رفقا کے ساتھ بغداد چلا آیا۔ امید تھی کہ بغداد میں عربوں اور ایرانیوں کی امداد حاصل ہو جائے گی۔ ترک امراء کو جب خلیفہ کے بغداد چلے جانے کا علم ہوا تو انہوں نے المتوکل علی اللہ کے ایک لڑکے المعتز باللہ کو خلیفہ بنا یا اور بغداد پر بھرپور فوجی حملہ کر دیا۔ المستعین کو عربوں اور ایرانیوں سے کوئی امداد نہ مل سکی اس نے اس شرط پر حکومت سے دست برداری کر لی کہ اسے مدینہ منورہ جا کر گوشہ نشین ہو جانے دیا جائے۔ ترکوں نے یہ شرط قبول بھی کر لی اور مستعین مدینہ کو روانہ بھی ہو گیا۔ لیکن جب وہ شہر واسط میں پہنچا تو اسے قتل کر دیا گیا۔

۲۵۲ھ (۸۶۶ء) اس وقت اس کی عمر سال تھی اس کی مدت

Marfat.com

خلافت ۳ سال ۸ ماہ ہوئی۔ اس عہد کا کوئی واقعہ اس کے سوا قابل ذکر نہیں کہ آپس میں فرقہ دارانہ فسادات ہوتے رہے اور ہر طرف طوائف الملوکی اور انتشار ہی انتشار نظر آتا تھا۔

(۱۳) المعتز باللہ۔ ابو عبداللہ محمد بن جعفر المتوکل علی اللہ بن المعتصم باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ـــــــہ

خلافت : ۲۵۲ھ (۸۶۶ء)

مدت خلافت : ۴ سال

المعتز کو ترکوں ہی نے خلیفہ بنایا تھا اور وہ المنتصر اور المستعین کی طرح ترکی فوجی افسروں کے قبضہ میں رہا۔ وہی جو چاہتے تھے کرتے تھے ادھر یہ کیفیت تھی کہ ترک امراء بھی آپس میں متفق نہ تھے بلکہ ایکدوسرے کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اب المعتز کے عہد میں ان کی باہمی چپقلش اور بڑھ گئی۔ کئی بار ان کے درمیان خونیں ہنگامے بپا ہوئے۔ اس وقت دو ترکی امراء بغا اور واصف قتل کر دیئے گئے۔ مرکز میں اقتدار ایک تیسرے امیر بابکیال کے قبضہ میں آ گیا۔ بابکیال نے اپنے لئے المعتز سے مصر کی حکومت کا پروانہ لیا۔ خود تو گیا نہیں۔ اپنی طرف سے احمد بن طولون کو نائب بنا کر مصر بھیج دیا۔ احمد بن طولون بڑا ہوشیار اور حوصلہ مند آدمی تھا۔ اس نے وہاں بہت اچھا نظم و نسق قائم کر لیا۔ ادھر ایک دوسرا ہنگامہ بغداد میں ہوا اور بابکیال بھی قتل کر دیا گیا۔ اب احمد بن طولون نے نیابت کا طوق بھی گلے سے اتار پھینکا اور خود مختار بن گیا۔ اس نے مصر میں طولونیہ کے نام سے ایک نیا شہر بسایا اور ایک آزاد حکمران کی طرح مصر پہ حکومت کرنے لگا۔

Marfat.com

اس طرح مصر میں دولت طولونیہ کی بنیاد پڑی جو ۲۱۳ھ / ۸۶۸ء سے ۲۹۲ھ تک قائم رہی۔ لیکن خلافت بغداد کی برتری کا اقرار کرتی رہی۔

حجاز اور عراق میں متعدد بار علویوں نے بدنظمی پیدا کی۔ مگر انہیں ترکی امرائے بغداد نے فوجی قوت سے دبا دیا۔ ملک میں عام بدنظمی تھی، خزانہ خالی پڑا تھا، فوجیوں کو کئی ماہ سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں، وہ ۲۵۵ھ/۸۶۹ء میں خلیفہ المعتز کے محل سامراء میں گھس گئے اور اسے گھسیٹ کر باہر لائے اور زدوکوب کرکے قید میں ڈالا۔ اس کے بعد قید ہی میں اسے قتل کر دیا۔

(۱۴) المہتدی باللہ، ابوعبداللہ محمد بن الواثق بن المعتصم باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ ھ

خلافت : شعبان ۲۵۵ھ / جولائی ۸۶۹ء

شہادت : رجب ۲۵۶ھ / جون ۸۷۰ء

مدت خلافت : ۱۱ مہینے

المعتز کو قتل کرکے ترکی امراء نے الواثق باللہ کے فرزند محمد کو المہتدی باللہ کے لقب کے ساتھ خلیفہ بنایا۔ یہ ایک دیندار اور باعمل و باکردار آدمی تھا۔ بڑی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس نے سارے درباری تزک و احتشام کو ختم کر دیا۔ اس کی غذا اور لباس میں فقیرانہ سادگی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں مروانی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو اپنے لئے نمونہ سمجھتا ہوں۔ اس نے محل سے تمام گویوں اور ارباب نشاط کو باہر کر دیا۔ مظلوموں کی دادرسی کے لئے ایک خاص عمارت تعمیر کرائی جس کا نام قبلۃ المظالم تھا۔ یہاں ہر فریادی کی فریاد سنی جاتی اور اس کی دادرسی کی جاتی تھی۔

المہتدی کے قبضہ میں کوئی اختیار نہ تھا۔ سب کچھ ترک امراء ہی کے ہاتھوں

Marfat.com

میں تھا۔ پھر بھی اس کے اصلاحی اقدامات اور خود اس کے عمل میں صلاح و تقوٰی سے ترک امراء اتنے ناخوش تھے کہ ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء میں انہوں نے المہتدی پہ حملہ کر دیا۔ اس نے اپنے چند رفیقوں کو لے کر حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ گرفتار ہوا اور بالآخر شہید کر دیا گیا۔

(۱۵) المعتمد علی اللہ احمد بن المتوکل علی اللہ بن المعتصم باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۲۰۱ھ (۸۱۶ء)

خلافت : رجب ۲۵۶ھ (۸۷۰ء)

وفات : ۲۷۹ھ (۸۹۲ء)

مدت خلافت : ۲۳ سال

المہتدی کو گرفتار کر لینے کے بعد ترک امراء نے المتوکل علی اللہ کے فرزند احمد کو المعتمد کا لقب دیکر سامراء میں مسند نشین کر دیا۔ جو لوگ خلافتِ عباسیہ کو تسلیم کرتے تھے انہوں نے بے چون و چرا قبول بھی کر لیا۔ کوئی قابلِ ذکر مخالفت اس کی نہیں ہوئی۔

خود المعتمد تو کسی غیر معمولی صلاحیت کا مالک نہ تھا۔ لیکن اس کا بھائی جس کا لقب الموفق تھا بڑی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ ترک امراء میں چونکہ آپس میں شدید اختلافات تھے، کوئی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اس لئے خود ترکی امراء ہی نے خلیفہ سے درخواست کی کہ الموفق کو حکومت کا مختار عام اور فوجوں کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے۔ خلیفہ نے فوراً ہی یہ درخواست قبول کر کے الموفق کو سپہ سالار اور مختار مطلق مقرر کر دیا۔ الموفق کی کوششوں سے دولت عباسیہ کے اچھے دن کسی حد تک واپس آگئے۔

الموفق نے دار الخلافہ کو سامراء سے پھر بغداد منتقل کر دیا اور بڑی ہمت

Marfat.com

وجوہات کے ساتھ ترکوں کو قابو میں لا کر ان کی بے اعتدالیوں کا سد باب کر دیا اہواز (ایران) کا ایک حبشی جس کا نام بہبود تھا کئی سال سے اس علاقہ کے لئے عذاب بنا ہوا تھا۔ اس کی ایک بڑی جمعیت تھی اور یہ لوگ قتل اور غارت گری کا بازار گرم کئے ہوئے تھے، سرکاری فوجیں ان پر قابو پانے میں بار بار ناکام ہو چکی تھیں۔ ۲۷۰ھ کے اواخر میں الموفق نے ان کے خلاف مہم کی خود قیادت کی اور پوری کامیابی حاصل کی بہبود اور اس کے ساتھیوں کے نام و نشان مٹا کر پوری طرح امن و امان قائم کر دیا۔

۲۷۸ء میں الموفق کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد رجب ۲۷۹ھ میں المعتمد نے وفات پائی۔ اس درمیانی عرصہ میں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ایک تو قرامطہ کا عراق میں ظہور اور ہنگامہ اور دوسری بات المعتمد کا حکم کہ نجوم اور فلسفہ کی کتابیں ضبط کر لی جائیں اور اس کی تعلیم بند کر دی جائے۔ اس زمانہ میں فلسفہ کے ساتھ لوگوں کے اشتغال نے علم دین کے رواج کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ اور نجوم کے رواج نے جاہل عوام کے عقاید کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔

(۱۶) المعتضد باللہ احمد بن الموفق باللہ بن المتوکل علی اللہ بن المعتصم باللہ بن ہارون الرشید العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۲۴۳ھ (۸۵۷ء)

خلافت : ۲۷۹ھ (۸۹۲ء)

مدت خلافت : ۹ سال ۹ ماہ اور چند یوم

المعتضد جب مسند خلافت پر آئے تو ان کی عمر تقریباً ۳۶ سال تھی۔ وہ دیندار اور صفات حمیدہ کے حامل ہونے کے علاوہ اچھی سوجھ بوجھ رکھنے والا

Marfat.com

مدبر تھا۔ وہ ایک ایسا جری آدمی تھا کہ خوف و ہراس کا اس کے سامنے آنا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بڑی شجاعت اور استقلال کے ساتھ مہماتِ خلافت انجام دیئے اور خود براہِ راست تمام امور کی نگرانی کرتے تھے۔ فوج کشی کر کے موصل کے خوارج اور امیر حمدان کی اچھی طرح سرکوبی کی۔ رومیوں کے حملوں کو کئی بار انتہائی جرأت کے ساتھ پسپا کیا اور رومی حکومت کو سر جھکانے پر مجبور کر دیا۔ اس نے بحری فوج اپنے غلام راغب کی سرکردگی میں بحر روم کو بھیجی۔ اس مہم نے رومی بحری بیڑے کے تئیس جہازوں کو جلا کر ڈبو دیا اور مصر و تونس کو رومیوں سے نجات ملی۔ مصر کی طولونی حکومت جس نے مصر کے علاوہ اب شام پر بھی قبضہ کر رکھا تھا شکست قبول کر کے پھر سے دولتِ عباسیہ کو خراج ادا کرنے لگی۔ بغداد سے تمام امن شکن عناصر کو بزورِ شمشیر نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ بحرین اور عراق میں قرامطہ کو بار بار شکست دی۔

المعتضد کے عہد میں دولتِ عباسیہ کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس آ گئی اور عباسیوں کی ہر طرف دھاک بیٹھ گئی۔ المعتضد نے فرمانروائے مصر احمد بن طولون خمارویہ کی لڑکی قطر الندیٰ سے ۲۸۲ھ میں شادی کر لی۔ اور مصر و عراق کے مابین اختلاف کا خاتمہ کر دیا۔ یہ لڑکی حسن و جمال کے علاوہ علم و فضل کے لئے بھی مشہور تھی۔

المعتضد نے ربیع الثانی ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔ اس زمانہ تک قرامطہ کا فتنہ ختم نہیں ہوا تھا۔ المعتضد کے بعد قرامطہ نے بڑا سر اٹھایا اور عباسی حکومت کے رعب و داب کو بڑا نقصان پہنچایا۔ حتیٰ کہ ۳۱۷ھ میں وہ مسلح ہو کر عین حج کے موقع پر مکہ آئے اور ہزاروں حاجیوں کو بے دریغ قتل کر کے حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گئے۔ شام کے ایک قصبہ میں کعبہ تعمیر کر کے لوگوں سے وہیں حج کرایا۔ تقریباً

Marfat.com

۲۲ سال کے بعد پھر حجر اسود مکہ مکرمہ میں واپس لایا جا سکا۔ قرامطہ مذہباً اسمٰعیلی شیعہ تھے۔ اور حضرت اسماعیل بن جعفر الصادق کے دوبارہ دنیا میں آنے کے قائل تھے۔

(۱۷) المکتفی باللہ علی بن المعتضد بن الموفق بن المتوکل بن المعتصم باللہ بن ہارون الرشید العباسی الہاشمی

ولادت : ۲۶۴ھ (۸۷۸ء)

خلافت : ربیع الثانی ۲۸۹ھ (۹۰۲ء)

وفات : ۲۹۵ھ (۹۰۸ء)

مدت خلافت : ۶ سال کچھ ماہ

سابق خلیفہ المعتضد باللہ کی وفات پر بمقام بغداد اس کے فرزند المکتفی باللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس وقت المکتفی کی عمر ۲۵ سال تھی۔ وہ ایک بہادر رحمدل اور عادل فرماں روا تھا۔ اس کے زمانہ میں قرامطہ نے شام اور شمالی حجاز کا امن و امان ختم کر دیا تھا۔ وہ حاجیوں کے قافلوں کو بے دریغ لوٹتے اور بے قصور حاجیوں کو قتل کیا کرتے تھے۔ انہوں نے تین بار سرکاری امن فوج کو بھی شکست دی خلیفہ المکتفی اس لئے کہ جنگ میں رومیوں کے حملوں کے مقابلہ میں ہونا اور قرامطہ کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس صورت حال سے قرامطہ فائدہ اٹھاتے، اور مذہبی بدامنی پھیلاتے رہے۔

رومیوں کے مقابلہ میں المکتفی کو ہمیشہ کامیابی ہوئی۔ اس نے اور اس کی فوج نے رومیوں کو بار بار شکستیں دیں۔ اس کے زمانہ میں مصر و شام کی حکومت طولونیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ دولت طولونیہ کے آخری فرماں روا احمد بن طولون کو اس کے ایک غلام نے ۲۹۳ھ/۹۰۵ء میں قتل کر دیا۔ اس وقت المکتفی نے مصر و شام کو بغداد کی حکومت

Marfat.com

کے ساتھ ملالیا اور اپنا حاکم وہاں بھیج دیا۔ المکتفی نے کردوں کو راہ راست پر لانے کیلئے عبداللہ بن حمدان کو موصل کا مستقل حاکم بنا دیا۔ یہی عبداللہ بن حمدان ہے جس نے زمانۂ مابعد میں حمدانی ریاست کی بنیاد رکھی۔

المکتفی باللہ نے چھ سال اور کچھ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۲۹۵ھ/۹۰۸ء میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی المقتدر باللہ کے لقب سے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔

(۱۸) المقتدر باللہ ابوالفضل جعفر بن المعتضد باللہ بن الموفق باللہ بن المتوکل باللہ بن المعتصم باللہ بن ہارون الرشید العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۲۸۲ھ (۸۹۵ء)

خلافت : ۲۹۵ھ (۹۰۸ء)

قتل : ۲۵ شوال ۳۲۰ھ (۲۹ اکتوبر ۹۳۲ء)

مدت خلافت : ۲۴ سال ۲ ماہ ۷ دن

المقتدر باللہ خاندان عباسی کا اٹھارواں فرماں روا تھا۔ اس کے بھائی المکتفی نے اسے ولیعہد بنایا تھا۔ المکتفی کی وفات کے وقت المقتدر کی عمر صرف ۱۳ سال تھی۔ بغداد میں ایک عام اسپتال المقتدریہ کے نام سے اسی نے تعمیر کرایا تھا۔

المقتدر کسی غیر معمولی صلاحیت کا آدمی نہ تھا۔ لیکن بدکردار اور بے دین بھی نہ تھا۔ اس کا طویل زمانۂ خلافت اس کے امیر ابن الفرات کی وجہ سے اچھا ہی گزرا۔ اس کے زمانہ میں شمالی افریقہ کی حکومت اغلبیہ پر فاطمی غالب آگئے اور دولتِ فاطمیہ کی بنیاد پڑی۔ حسن بن زید علوی نے دیلمی آتش پرستوں کو مسلمان کیا اور دیلمیوں کی ریاست قائم ہوئی۔ اس کے عہد میں قرامطہ کی بدعنوانیاں پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ آخری دور میں المقتدر اور مونس خادم کے مابین عداوت ہوگئی اور اس عداوت

Marfat.com

نے باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ مونس خادم کے حامیوں نے عین معرکۂ جنگ میں المقتدر کو بتاریخ ۲۵ شوال ۳۲۰ھ کو قتل کر دیا۔

(۱۹) القاہر باللہ محمد بن المعتضد بن الموفق بن المتوکل بن المعتصم باللہ العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ ھ

خلافت : ۲۵ شوال ۳۲۰ھ (۲۹ اکتوبر ۹۳۲ء)

معزولی : ۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ (۲۵ اپریل ۹۳۴ء)

مدت خلافت : ایک سال ۵ ماہ، ۲۱ دن

القاہر باللہ! اس کے بڑے بھائی سابق خلیفہ المقتدر کا چھوٹا بھائی تھا۔ ۳۲۰ھ میں اپنے بھائی کے میدان جنگ میں قتل ہو جانے کے بعد اس کا جانشین اور خلیفہ ہوا۔ اس کے وزیر ابن مقلہ نے ۶ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ کو محل میں گھس کر گرم لوہے سے اس کو اندھا کر دیا۔ اس کے بعد سے وہ جب تک زندہ رہا، بغداد کی ایک مسجد میں پڑا رہا۔ اور خیرات پر گزر بسر کرتا تھا۔ یہ متحقق نہ ہو سکا کہ اس حالت میں وہ کتنے دنوں تک زندہ رہا۔ اور کب وفات پائی۔ غالباً ۳۳۹ھ (۹۵۰ء) میں اس نے وفات پائی۔

(۲۰) الراضی باللہ احمد بن المقتدر بن المعتضد بن الموفق باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۲۹۷ھ (۹۰۹ء)

خلافت : ۶ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ (۲۵ اپریل ۹۳۴ء)

وفات : ربیع الاول ۳۲۹ھ (دسمبر ۹۴۰ء)

الراضی باللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت تو ہو گئی۔ لیکن چونکہ ابن مقلۃ الوزیر نے القاہر باللہ کو اندھا کر کے اس کو خلیفہ بنایا تھا۔ اس لئے اقتدار پر ابن مقلہ کا قبضہ تھا۔ ابتداءً الراضی کے ہاتھوں میں کچھ نہ تھا۔ کچھ دنوں کے بعد الراضی نے ۳۲۶ھ

Marfat.com

میں ایک نیا عہدہ امیر الامراء کا قائم کر کے اس پر ابن رائق کو مقرر کر دیا۔ اور اسے تمام امور مملکت پر قبضہ دلایا۔ اس طرح ابن مقلہ کا زور ٹوٹ گیا اور ابن مقلہ نے "کے کردنیافت" کے بموجب کے مطابق بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ اسے قید کیا گیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور بالآخر ۳۲۷ھ / ۹۳۹ء میں قید حیات سے نجات پائی۔ موجودہ خط نسخ اسی ابن مقلہ کی صناعی ہے۔

ابن مقلہ وضع کردہ شش خط از خط عرب

نسخ و توقیع و موشح ثلث و تعلیق و رقاع

کئی سو سال کے بعد ان ہی خطوط میں سے نسخ و تعلیق کی شکلوں کو یکجا کر کے خطِ نستعلیق ایجاد کیا گیا ہے۔

الراضی کے امیر الامراء ابن رائق کو آخر میں ترک سپہ سالار بجکم نے مغلوب کر لیا تو الراضی نے سارے اختیارات بجکم کے سپرد کر دیئے۔

الراضی کے زمانہ میں چونکہ اخلاقی پستی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اس لئے بغداد کے حنبلی علماء نے امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے ایک جمعیت قائم کی۔ اس کے ارکان جس امیر غریب کو منکرات میں مبتلا دیکھتے۔ اس کے گھر میں گھس کر شرابیں بہا دیتے اور آلاتِ موسیقی توڑ دیتے۔ یہ لوگ اتنے بلند کردار کے لوگ تھے کہ وہ کسی گھر سے ایک تنکا بھی نہیں اٹھاتے تھے اور نہ گھر والوں کو زدو کوب کرتے۔ ان کے خوف سے بہتوں کی اصلاح ہوئی۔ بجکم ترک سپہ سالار نے آخر میں ان حنابلہ کے جلسوں پر پابندی لگا دی تھی۔

الراضی باللہ نے ربیع الاوّل ۳۲۹ھ / دسمبر ۹۴۰ء میں ۷ سال اور ۱۰ ماہ سے کچھ دن زیادہ مدت تک مسند نشین خلافت رہنے کے بعد بمقام بغداد بیمار پڑ کر وفات پائی۔ اور اس کے بعد المتقی باللہ جانشین ہوا۔

Marfat.com

(۲۱) المتقی باللہ ابراہیم بن المقتدر بن المعتضد بن الموفق العباسی الہاشمی۔

ولادت : ــــــھ

خلافت : ۳۲۹ھ (۹۴۱ء)

معزولی : ۳۳۳ھ (۹۴۴ء)

وفات : ۳۵۰ھ (۹۶۰ء)

مدت خلافت : ۳ سال ۱۱ ماہ ۱۵ دن

المتقی باللہ کا نام ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر تھا۔ جو کچھ چاہیں امرائے فوج کیا کرتے تھے۔ اس لئے حقیقتاً اب کسی عباسی خلیفہ کی طرف سے اپنے جانشین کی نامزدگی کوئی فیصلہ کن بات نہیں رہ گئی تھی۔ المتقی کو ترک حاکم بجکم نے مسند نشین کیا تھا اور وہی سارے امور پہ حاوی تھا۔ دو سال کے اندر ہی بجکم کردوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گیا تو ایک دوسرا ترک سالار کورتگین سارے امور پہ حاوی ہو گیا۔ اور خلیفہ نے اسی کو امیر الامراء کا عہدہ سپرد کر دیا۔ لیکن بہت جلد ہی ابن الرائق اولین امیر الامراء نے اپنی جمعیت اکٹھی کر کے کورتگین کو شکست دی اور بغداد پہ قبضہ کر لیا۔ پھر اس کے خلاف ایک دوسرا ترک فوجی کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ المتقی اور ابن الرائق دونوں بغداد سے فرار ہی پہ مجبور ہو گئے۔ یہ لوگ موصل پہنچے، وہاں اس وقت ناصر الدولہ حمدانی فرمان روا تھا۔ اس نے ابن الرائق کو قتل کر کے خلیفہ المتقی کو ساتھ لیا اور بغداد پہ حملہ کر دیا۔ ناصر الدولہ نے بڑی آسانی کے ساتھ بغداد پہ قبضہ کر لیا۔ اور خلیفہ سے امیر الامراء کے عہدہ کا رسمی فرمان لے کر بغداد پہ حکمرانی کرنے لگا۔ توزون نامی ایک اور ترک فوجی نے ناصر الدولہ کو شکست دی۔ خلیفہ نے توزون کو امیر الامراء کا فرمان خلافت دے کر خود بھاگ کر رقہ چلا گیا۔ توزون نے المتقی کو وفاداری کا یقین دلا کر کسی نہ کسی طرح بغداد بلایا اور اسے اندھا کر کے ماہ صفر

Marfat.com

۳۳۳ھ مطابق اکتوبر ۹۴۴ء میں معزول کر دیا۔

(۲۲) المستکفی باللہ عبداللہ بن محمد بن المقتدر باللہ العباسی الہاشمی

ولادت : ۲۹۳ھ (۹۰۵ء)

خلافت : ۳۳۳ھ (۹۴۴ء)

معزولی : ۳۳۴ھ (۹۴۵ء)

مدت خلافت : ایک سال ۴ ماہ

المستکفی کا نام عبداللہ تھا۔ یہ خلیفہ المقتدر باللہ کا پوتا تھا۔ اور امیر محمد کا لڑکا تھا۔ ۳۳۳ھ میں المتقی کی معزولی کے بعد امیر الامراء توزون نے اس کو خلیفہ بنایا۔ یہ ایک بے اختیار خلیفہ تھا۔ اسے حکومت کی طرف سے پانچ ہزار یومیہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔

المستکفی کے مسند نشین ہونے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد امیر الامراء توزون کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کے کاتب جعفر بن شیرزاد کو امرائے دربار نے امیر الامراء بنایا اور خلیفہ کو مجبور کر کے اس کے تقرر کا فرمان بھی حاصل کر لیا یہ امیر الامراء در پردہ آل بویہ دیلمی سے ملا ہوا تھا۔ اس وقت سارے ایران پر آل بویہ دیلمی قابض تھے۔ اس گھرانے کے تینوں بھائیوں احمد، علی اور حسن کو خلیفہ المستکفی نے معز الدولہ اور رکن الدولہ اور عماد الدولہ کے خطابات عطا کیے۔ ان میں سے بڑے بھائی معز الدولہ نے بڑھ کر بڑی آسانی کے ساتھ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ المستکفی نے اسے امیر الامراء مقرر کر کے سلطان کا مزید ایک لقب دے دیا۔ تاریخ اسلامی میں سلطان کا لفظ بمعنی بادشاہ اسی وقت سے آیا۔

آل بویہ دیلمی نسلاً ایرانی اور مذہباً شیعہ تھے۔ اور ان دونوں باتوں میں وہ شدید بھی تھے، وہ نہ ایرانی کے سوا کسی کو با اقتدار دیکھ سکتے تھے اور نہ

Marfat.com

شیعہ کے سوا کسی کو معززنہ شمار کرتے تھے لیکن ان کی تعداد سنیوں کے مقابلہ میں دو ڈھائی فیصد سے زیادہ نہ تھی۔ حتیٰ کہ خود ایران میں شاہ اسماعیل صفوی اوّل المتوفی سنہ ۹۳۰ھ / سنہ ۱۵۲۴ء تک شیعہ ایک اقلیت تھے اور عراق میں تو اب تک ان کی تعداد فی صد بیس سے زائد نہیں ہے۔ اس لئے آلِ بویہہ دیلمی کے زمانۂ تسلط میں عباسی خلفاء ذلیل تو بہت ہوئے مگر ہر بار ایک عباسی کو معزول کر کے دوسرے کسی عباسی شہزادہ ہی کو خلیفہ بنایا جاتا رہا۔ حالانکہ اگر تھوڑی جرأت سے کام لیتے تو عباسیوں کا سلسلہ ختم کر کے علویوں میں سے کسی کو خلیفہ بنا سکتے تھے اور وہ دل سے چاہتے بھی یہی تھے۔ مگر اکثریت مطلقہ کے جذبات کو ٹھکرا دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔

سلطان معزالدولہ کو کچھ ہی دنوں کے بعد یہ شک ہوا کہ خلیفہ المستکفی ترکوں سے ملا ہوا ہے۔ اس نے خلیفہ کو جمادی الاوّل سنہ ۳۳۴ھ مطابق دسمبر سنہ ۹۴۵ء کی ایک رات کو معزول کر کے اندھا کر دیا۔ حالانکہ المستکفی کا نہ کوئی دینی داخلاقی قصور تھا اور نہ سیاسی و فوجی۔

(۲۳) المطیع اللہ فضل بن المقتدر بن المعتضد العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ ۲۹۹ھ (سنہ ۹۱۲ء)

خلافت : سنہ ۳۳۴ (سنہ ۹۴۶ء)

دست برداری : ذلیقعدہ سنہ ۳۶۳ھ (سنہ ۹۷۴ء)

مدتِ خلافت : ۲۹ سال ۴ ماہ

المستکفی کو معزول کرنے کے بعد سلطان معزالدولہ آل بویہہ دیلمی چاہتا تو یہ تھا کہ کسی علوی کو خلیفہ بنادے لیکن اس میں دو خطرات تھے۔ ایک تو سنیوں کی طرف سے بغاوت کا اور دوسرا علویوں سے عام عقیدت کی وجہ سے خود

Marfat.com

وہ بے اختیار ہو جاتا اس لئے اس نے خلیفہ المقتدر کے ایک لڑکے کو المطیع للہ کا لقب دیکر خلیفہ بنایا۔ المطیع للہ ایک مجہول مزاج بے فائدہ وبے ضرر سا آدمی تھا، نہ تو کسی معاملہ میں دخل دیتا تھا اور نہ کبھی آلِ بویہ کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کرتا۔

۳۵۲ھ کے محرم میں معزالدولہ نے بغداد میں مراسم محرم کی ابتداء کی سرکاری انتظام سے محرم کا جلوس نکالا۔ اس جلوس میں آگے آگے نقارہ بجتا تھا اور پیچھے خواتین ماتمی لباس میں ملبوس، سر پہ خاک اڑاتی ہوئی انتہائی دردناک انداز میں حادثۂ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ پر ۲۹۱ سال بعد پہلی بار ماتم کر رہی تھیں۔ اس کے بعد سے تو محرم میں ماتم کرنے کا رواج بہت سے ممالک میں ہو گیا۔ اور آج تک کئی ممالک میں رائج ہے۔

محرم ۳۵۲ھ میں مراسم محرم اور اجتماعی ماتم کی ابتداء کرنے کے بعد اسی سال میں معزالدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد معزالدولہ کا بیٹا بختیار عزالدولہ کے کے خطاب کے ساتھ بغداد میں امیرالامراء بنا۔ اس کے نو سال کے بعد ۳۶۱ھ میں المطیع پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ معذور ہو گیا، اس حالت میں تقریباً دو سال گزرنے کے بعد معزالدولہ کے اصرار پر اپنے فرزند الطائع اللہ کے حق میں ۳۶۳ھ/ ۹۷۴ء میں ۲۹ سال اور ۴ ماہ تک خلیفہ کہلانے کے بعد دست بردار ہو گیا۔

(۲۴) الطائع للہ بن عبدالکریم المطیع للہ بن المقتدر باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۳۱۷ھ (۹۲۹ء)

خلافت : ذیقعدہ ۳۶۳ھ (۹۷۴ء)

دست برداری : ۳۸۱ھ (۹۹۱ء)

مدت خلافت : ۱۷ سال ۴ ماہ

Marfat.com

الطائع للہ عبدالکریم بھی اپنے باپ المطیع کی طرح بالکل بے اختیار وظیفہ یاب خلیفہ تھا۔ اس کو امیر الامراء عز الدولہ نے خلیفہ بنایا تھا۔ اس کے زمانہ میں کئی بار امیر الامراء بدلے۔ یہ سب آل بویہ دیلمی کے اشخاص تھے۔ سب سے پہلے تو یہ ہوا کہ عز الدولہ کو خود اس کے چچا عضد الدولہ نے ۳۶۷ھ میں معزول کر دیا اور خود امیر الامراء بن بیٹھا۔ خلیفہ سے اپنے لئے تاج الملت کا ایک مزید خطاب حاصل کیا۔ اس کے بعد ۳۷۲ھ میں جب عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے فرزند صمصام الدولہ کا مع خطاب شمس الملت امیر الامراء کا تقرر ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد صمصام الدولہ کو اس کے بھائی شرف الدولہ نے بے دخل کر دیا تو شرف الدولہ کو امیر الامراء کا عہدہ سپرد ہوا۔ اس نے خلیفہ کو مجبور کر کے اپنے لئے شہنشاہ کا لقب حاصل کیا۔ یہ تاریخ اسلامی کا پہلا واقعہ ہے کہ کسی حاکم کو شہنشاہ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ ورنہ اب تک لفظ شہنشاہ کا استعمال عام طور پر مسلمان سخت مکروہ اور ناپسندیدہ لفظ سمجھتے تھے۔ شرف الدولہ نے ۳۷۹ھ میں وفات پائی اور اس کا لڑکا بہاء الدولہ ضیاء الملت کے لقب کے ساتھ امیر الامراء کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اسی بہاء الدولہ نے خلیفہ الطائع للہ کو ۳۸۱ھ (۹۹۱ء) میں خلافت سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔

الطائع کے عہد میں بغداد کی حکومت محدود ہو کر محض ضلع بغداد اور اس سے ملحقہ تھوڑے رقبہ پر رہ گئی تھی۔ شمالی افریقہ میں قائم ہونے والی شیعہ اسماعیلیہ حکومت فاطمیہ الطائع سے پہلے ہی مصر پر قابض ہو چکی تھی۔ اور ۳۵۸ھ / ۹۶۹ء میں شہر القاہرہ تعمیر بھی ہو چکا تھا۔ الطائع کے عہد میں فاطمی حکومت نے بے روک ٹوک بڑھ کر صوبہ شام اور حجاز پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ دولت عباسیہ کی طرف سے اس کی مزاحمت نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آل بویہ دیلمی کے جو امیر الامراء بغداد کی حکومت پر

Marfat.com

قابض تھے۔ یعنی عزالدولہ، عضدالدولہ، صمصام الدولہ، شرف الدولہ اور بہاءالدولہ یہ سب ایک ہی خاندان بویہ کے ارکان تھے۔ نسلاً ایرانی اور مذہباً شدید قسم کے شیعہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ شیعہ قوی تر حکومت فاطمیہ کی وسعت پذیری میں کوئی مزاحمت ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاطمیوں کے نام کا خطبہ حرم مکی میں پڑھا گیا۔ لیکن جلد ہی ترک کر دیا گیا۔

(۲۵) القادر باللہ، احمد بن اسحٰق بن المقتدر العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۳۳۵ھ (۹۴۶ء)

خلافت : ۳۸۱ھ (۹۹۱ء)

وفات : ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء)

مدت خلافت : ۴۱ سال

خلیفۃ القادر باللہ بڑا دیندار، صاحب علم، عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار آدمی تھا۔ یہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں صرف کرتا تھا۔ اور دن کا بڑا حصہ مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں۔ اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں ان میں سے دو کتابوں کا ذکر تاریخوں میں ملتا ہے۔ اور ایک کتاب کا قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔ ایک کتاب اسمٰعیلیوں اور معتزلیوں کے رد میں ہے۔ اور دوسری کتاب اصول الدین میں۔

القادر باللہ کو جب امیرالامراء بہاءالدولہ ضیاءالملت نے خلیفہ بنایا تو اس نے اپنے معزول بھائی الطائع اللہ کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے محل میں رکھا۔ اس کے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ قرآن و سنت کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ہمیشہ کوشش کی، علماء کی قدر افزائی کی۔ اس کے اختیار میں نہ تو کوئی فوجی قوت تھی اور نہ کوئی بہت بڑا ملک۔ لیکن پھر بھی اس کو جو مقبولیت حاصل تھی اس سے

Marfat.com

کام لے کر اس نے مختلف مقامات اور خصوصاً حرمین میں اپنے آدمی بھیج کر مقامی لوگوں کو ایسا تیار کر دیا کہ فاطمیوں کے نام کا خطبہ بھی بند ہو گیا۔ اور فاطمیوں کے مقرر کردہ حکام بھی نکال دیئے گئے۔

اس عہد میں خلافت کا وقار بلند ہوا، لوگوں کو خلیفہ سے ایسی عقیدت و محبت پیدا ہو گئی کہ لوگ خلیفہ کو حقیقی رہنمائے ملت سمجھنے لگے۔ اور دیلمیوں کا اثر خود بخود کم ہو گیا۔

امیر الامراء بہاء الدولہ اور اس کے اہل خاندان کو یہ ساری باتیں شدت کے ساتھ ناپسند تھیں۔ لیکن القادر باللہ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے انہیں دو چیزیں روک دیتی تھیں۔ اوّل تو خود خلیفہ کی دینداری و سادگی اور عابدانہ زندگی۔ اور دوسری چیز محمود غزنوی کی مشرق میں مضبوط حکومت دیلمی یہ جانتے تھے کہ محمود غزنوی خلیفہ القادر باللہ کا مخلص اور وفادار ہے اسی نے محمود کو یمین الدولہ امین الملت کا خطاب دے کر ہندوستان پہ حملے کرائے ہیں۔ اگر خلیفہ کے خلاف حرکت ہوئی تو محمود اپنی ترک افواج لے کر سیدھا بغداد پہنچ جائے گا۔ اور راستہ میں اسے ایک دن کے لئے بھی روکنے کی قوت کسی میں نہیں ہے۔ اور خود خلیفہ اس قدر مقبول شخصیت رکھتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ کوئی برائی ہوئی تو لوگ اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

ان دونوں وجوہ کی بناء پہ دیلمی نہ خلیفہ کو قتل کر سکے اور نہ معزول، اگرچہ وہ اس کے ہر کام میں رکاوٹ ڈالتے تھے مگر اس سے ہمیشہ خائف بھی رہتے تھے۔ کہ اگر خلیفہ محل سے نکل کر بغداد کی جامع مسجد میں فریادی بن کر آ گیا تو کیا ہو گا۔

خلیفہ القادر باللہ نے ۴۱ سال تک مسند خلافت پہ جلوہ افروز رہنے کے بعد ۸۷ سال کی عمر میں بیمار پڑ کر اواخر ذیقعدہ ۴۲۲ھ (نومبر ۱۰۳۱ء) میں بمقام بغداد

Marfat.com

وفات پائی۔

(۲۶) القائم بامر اللہ، ابو جعفر عبداللہ بن القادر باللہ العباسی الہاشمی

ولادت : ۳۹۱ھ (۱۰۰۱ء)

خلافت : ذیقعدہ ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء)

وفات : شعبان ۴۶۷ھ (مارچ ۱۰۷۴ء)

مدت خلافت : ۴۴ سال ۸ ماہ

القائم اپنے باپ خلیفہ القادر باللہ کا صحیح جانشین تھا۔ وہ دین و تقویٰ میں باپ کی طرح تھا۔ اور سوجھ بوجھ میں بھی۔ اسے علم و ادب کا بڑا اچھا ذوق تھا۔ وہ اپنے زمانہ کا بے مثال خطاط بھی تھا۔

القائم نے اپنے دور خلافت میں مرکز خلافت کی عظمت و جلالت کو برقرار رکھنے کی مخلصانہ سعی کی۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں آل بویہ کی طاقت خود ان کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کی وجہ سے کمزور پڑ گئی تھی اس لئے سارا نظم و نسق درہم برہم تھا۔ پانچ سال تک تو شہر بغداد میں شیعہ سنی فسادات ہوتے رہے اور کسی طرح قابو میں نہ آتے تھے۔ ایران و خراسان کا یہ حال تھا کہ سلجوقی اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ غزنی اور اس کے گرد و نواح میں محمود غزنوی کی اولاد ایک دوسرے سے برسرپیکار تھی۔

خلیفہ نے سلجوقی فرماں روا طغرل بیگ اوّل کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ وہ آیا اور اس نے دیلمی امیر الامراء ملک عبدالرحیم کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا پھر بڑی مشکل سے بغداد میں امن و امان قائم کیا۔ طغرل بیگ کو کچھ دنوں کے بعد ایک مہم پر باہر جانا پڑا۔ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر فاطمیہ مصر کے ایک ایجنٹ بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ القائم کو معزول کر دیا۔ اور فاطمی

Marfat.com

خلیفہ المستنصر کے نام کا بغداد میں خطبہ جمعہ پڑھوایا۔ اس کی خبر طغرل بیگ کو ہوئی تو وہ تیزی کے ساتھ بغداد کو لوٹا اور بساسیری نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ اب طغرل بیگ نے خلیفہ کو دوبارہ مسند نشین کیا۔ اس وقت القائم نے طغرل بیگ کو ملک المشرق و مغرب کا خطاب دیکر امیر الامراء بنا دیا۔ طغرل بیگ نے مزید رشتۂ مودت خلیفہ سے قائم کرنے کے لئے اپنی بہن کی شادی خلیفہ القائم سے کر دی۔ جب ۴۵۵ھ میں طغرل بیگ کا لاولد انتقال ہوگیا تو اس کا بھتیجا الپ ارسلان اس کا جانشین ہوا۔

الپ ارسلان نے قیصر روم کو ایشیائے کوچک میں شکست فاش دے کر اس علاقہ میں امن قائم کیا۔ دوسری طرف اس نے شام و حجاز میں فاطمیوں کو شکست دے کر ان دونوں صوبوں کو پھر سے دولت عباسیہ میں شامل کر لیا۔ الپ ارسلان کو ۳۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ (۱۵ دسمبر ۱۰۷۲ء) کو ایک خوارزمی قیدی نے دھوکہ سے قتل کر دیا۔ اور مشہور و معروف ملک شاہ سلجوقی اس کا جانشین ہوا۔

خلیفہ القائم کے زمانہ میں اگرچہ حکومتی امور پر سلجوقیوں کا قبضہ تھا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ مذہباً سنی تھے اس لئے انہوں نے خلیفہ کے ظاہری احترام اور مسندِ خلافت کی جلالت میں کبھی کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

خلیفہ القائم نے بغداد میں بیمار پڑ کر بہ قضائے الٰہی ۴۶۷ھ (۱۰۷۵ء) میں وفات پائی وہ ۴۵ سال تک مسند نشین خلافت رہا۔

(۲۷) المقتدی باللہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن القائم باللہ بن القادر باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۴۴۸ھ (۱۰۵۶ء)

Marfat.com

خلافت : ۴۶۷ھ (۱۰۷۵ء)

وفات : ۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء)

مدت خلافت : ۱۹ سال ۵ ماہ

المقتدی کا نام عبداللہ بن محمد تھا وہ خلیفہ القائم کا پوتا تھا۔ اس کی کنیت بعد کو ابو القاسم ہوئی۔ یہ جس وقت خلیفہ ہوا اس وقت اس کی عمر صرف ۱۹ سال تھی اور ابھی اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ خاندانِ عباسی کا ۲۷ ستائیسواں خلیفہ تھا۔ اس کے زمانہ میں اختیاراتِ حکومت ملک شاہ سلجوقی کے ہاتھوں میں تھے۔ جس کی حکومت کا ڈنکہ بحیرۂ روم سے سرحد چین تک بج رہا تھا۔ اس عہد میں علم و ادب کی بڑھی ترقی ہوئی۔ امام الحرمین الجوینی اور امام سرخسی جیسے علماء اسی دور میں تھے۔

۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد سلجوقی آپس میں اتحاد و یکجہتی قائم نہ رکھ سکے اور ان کی وسیع و عریض حکومت مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی۔

اسی عہد میں شیخ الجبل حسن بن صباح نے اسماعیلی شیعوں کی خفیہ تنظیم شروع کی جو زمانۂ مابعد میں ایک بہت بڑا فتنہ بن گئی۔ اس عہد میں فاطمیوں کے مابین بھی اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ نزاریوں اور مستعلویوں میں خونریز جنگیں اسکندریہ اور مصر میں ہوئیں۔

المقتدی باللہ کی وفات بمقام بغداد بیمار پڑ کر ۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء) میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا المستظہر باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔

(۲۸) المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی بن محمد بن القائم باللہ العباسی الہاشمی۔

Marfat.com

ولادت : ۴۷۱ھ (۱۰۷۸ء)

خلافت : ۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء)

وفات : ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء)

المقتدی باللہ کی وفات کے بعد ملک شاہ سلجوقی کے فرزند بر کیارق کی امداد سے یہ مسند نشین خلافت ہوا، اس وقت اس کی عمر صرف ۱۶ سال تھی۔ المستظہر طبعاً نرم مزاج، سنجیدہ اور دیندار آدمی تھا۔ اس کو علم و ادب سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ اپنا بڑا وقت علماء میں بیٹھ کر گزارتا تھا۔ خود اچھا عالم تھا۔ اور بہت ہی اچھے اشعار کہتا تھا۔ امام غزالی المتوفی ۵۰۵ھ اسی کے زمانہ میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں صدر مدرسہ ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب المستظہری اسی خلیفہ کے نام معنون کر کے اسے پیش کی تھی۔ المستظہر علماء کی بڑی قدر کرتا تھا اور ان کو حسب حوصلہ انعامات بھی دیتا تھا۔

المستظہر باللہ کے عہد خلافت میں دو واقعات ایسے ہوئے ہیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

(۱) شیخ الجبل حسن بن صباح کا قلعہ الموت پہ قبضہ اور وہاں سے فدائیوں کو تیار کر کے مختلف نامور لوگوں کو خفیہ طور پہ قتل کرا دینا۔ اس تنظیم فدائیاں کی ابتداء اسی عہد میں ہوئی ہے۔ تمام اُمراء و حکام ہر وقت ان کے خوف سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ فدائیوں نے ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ ہر شخص اپنے قریب ترین رفقاء سے ڈرنے لگا۔ ہر عالم کو یہ خوف تھا کہ اس کا نہ جانے کون شاگرد اسے قتل کر دے گا۔ اور ہر وزیر اپنے قریبی لوگوں کو نظر خطر سے دیکھنے کا عادی ہو گیا۔

Marfat.com

(۲) دوسرا اہم واقعہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ ہے جو اسی زمانہ میں شروع ہوا۔ پاپائے اعظم نے مذہبی جوش دلاکر سارے یورپی عیسائیوں کو کھڑا کر دیا یہ لوگ مسلح ہو کر فلسطین فتح کرنے کے لئے نکل پڑے۔ انہوں نے اتنے مظالم کئے کہ تاریخ کے صفحات ان کے مظالم کی داستان سے سرخ ہیں۔ اس کی ابتداء اسی عہد میں ہوئی جو زمانہ مابعد میں ڈھائی سو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ پہلا صلیبی حملہ ۴۸۹ھ/۱۰۹۶ء میں ہوا تھا۔ اس حملہ میں صلیبی عیسائیوں نے انطاکیہ اور حمص پر قبضہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا اور ۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء میں بیت المقدس کے سارے مسلمانوں مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ ملک شاہ سلجوقی کے دو لڑکوں برکیا روق اور محمد کے مابین جنگ جاری تھی۔ دولت فاطمیہ مصر صلیبیوں سے ملی ہوئی تھی۔ وحشی صلیبیوں کے خلاف کون پڑھتا۔

۴۹۸ھ میں برکیا روق کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد سلطان محمد سلجوقی فرمانروا ہوا۔ اور سارے اختیارات اس کے ہاتھوں میں آ گئے سلطان محمد سلجوقی نے ۵۱۲ھ میں وفات پائی اور اسی سال یعنی ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) میں خلیفہ المستظہر کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بڑا لڑکا المسترشد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔

(۲۹) المسترشد باللہ فضل بن المستظہر باللہ بن المقتدی العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۴۶۶ھ (۱۰۷۳ء)

خلافت : ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء)

شہادت : ۱۸ ذی الحجہ ۵۲۹ھ (۳۰ اگست ۱۱۳۵ء)

مدت خلافت : ۱۷ سال اور کچھ مہینے

Marfat.com

المسترشد باللہ خلیفہ المستظہر کا لڑکا تھا۔ بڑا عالی ہمت اور دلیر اور بہت ہی اچھا دیندار آدمی تھا۔ خلیفہ المستظہر کی ۵۱۲ھ میں وفات کے بعد سلجوقیوں نے اسے خلیفہ بنایا تھا۔ مگر اس نے اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے سلاطین سلجوقی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننے سے انکار کر دیا۔ اس نے صلیبیوں کے مقابلہ میں زنگیوں کی مہم بھیجی جس نے اتابک عماد الدین زنگی کی قیادت میں صلیبی حملہ آوروں کو کئی معرکوں میں شکستیں دیں اور ہوش ٹھکانے کر دیئے۔ دوسری مہم خلیفہ المسترشد نے اپنی قیادت میں باطنیوں (فاطمیوں) کو دبانے کے لئے تیار کی اور بغداد کے باہر فوج لے کر نکلا۔ مگر مسعود سلجوقی نے رکاوٹیں ڈال کر خلیفہ المسترشد کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ لے کر آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا وہاں مقام مراغہ میں یہ سلطان مسعود سلجوقی کے لشکر میں بہ ظاہر آزاد لیکن در حقیقت قیدی تھا۔ کہ ایک باطنی فدائی نے ۱۸ ذیقعدہ ۵۲۹ھ (۳۰ اگست ۱۱۳۵ء) کو خلیفہ المسترشد کو شہید کر دیا۔ المسترشد عباسی خاندان کا ۲۹ انتیسواں خلیفہ تھا۔

(۳۰) الراشد باللہ ابو جعفر منصور بن المسترشد بن المستظہر العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۵۰۹ھ (۱۱۱۶ء)

خلافت : ۲۷ ذیقعدہ ۵۲۹ھ (۱۰ ستمبر ۱۱۳۵ء)

معزولی : ذی الحجہ ۵۳۰ھ (ستمبر ۱۱۳۶ء)

مدت خلافت : ایک سال ۶ دن

خلیفہ المسترشد باللہ کو ایک باطنی فدائی نے بمقام مراغہ شہید کر دیا تو ایک ہفتہ کے بعد یہ خبر بغداد پہنچی اور بغداد میں المسترشد کے فرزند کے ہاتھ پہ بیعت خلافت ۲۷ ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں ہو گئی۔ اور وہ الراشد باللہ کے لقب

Marfat.com

سے مسند نشین خلافت بھی ہو گئے ۔ لیکن مسعود سلجوقی کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ یہ نہیں برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی رائے کے بغیر کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے ۔ مسعود آذر بائیجان سے فوج لیے ہوئے آیا اور بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ خلیفہ الراشد کے ہاتھ میں کوئی فوجی قوت تو تھی نہیں کہ جو مسعود کا مقابلہ کرتا۔ اس لیے الراشد چند رفیقوں کو لے کر موصل چلا گیا۔ مسعود نے بغداد پر قبضہ کر کے، الراشد کو اس کی عدم موجودگی میں بماہ ذی الحجہ ۵۳۰ھ میں معزول کر کے المستظہر باللہ کے ایک فرزند یعنی الراشد کے چچا کو المقتفی لامر اللہ کے لقب کے ساتھ خلیفہ بنا دیا۔ اس طرح صرف ایک سال اور ۶ دن کی خلافت کے بعد الراشد معزول ہو گیا۔ صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ وہ موصل میں اپنی معزولی کے بعد کب تک زندہ رہا اور کب وفات پائی ۔ الراشد خاندان بنی عباس کا تیسواں خلیفہ تھا۔

(۳۱) المقتفی باللہ محمد بن المستظہر العباسی الہاشمی ۔

ولادت : ۴۸۹ھ (۱۰۹۶ء)

خلافت : ۵۳۰ھ (۱۱۳۵ء)

وفات : ۵۵۵ھ (۱۱۶۰ء)

مدت خلافت : ۲۴ سال

المقتفی میں علم و دین اور تدبر و حوصلہ کے صفات تھے۔ اسے ان صفات کی وجہ سے عوام میں بڑی مقبولیت بھی حاصل تھی ۔ اور اب سلجوقیوں کا زور بھی ان کے باہمی اختلافات اور مسلسل فسادات کی وجہ سے کم ہو چکا تھا۔ المقتفی نے تدبر اور دانشمندی سے خلافت بغداد کو سلجوقیوں سے بالکلیہ آزاد کرا لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے اندر ہی سارے عراق پر المقتفی کی براہ راست حکومت قائم

Marfat.com

ہو گئی۔ اب اس نے آگے بڑھ کر فارس اور اہواز کو بھی بغداد کے انتظام میں لے کر اچھا نظام قائم کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب سے بغداد پر دیلمی آل بویہ نے قبضہ کیا تھا اس وقت سے کسی خلیفۂ بغداد کو اتنا اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا جتنا المقتفی نے حاصل کر لیا۔ اس نے بہت سی انتظامی اصلاحات کیں اور وہ تمام امور حکومت کی براہ راست نگرانی کرتا تھا۔

المقتفی کے عہد میں عماد الدین زنگی نے صلیبیوں سے جنگیں جاری رکھیں اور انہیں شکست دیکر بہت سے ان کے مفتوحہ مقامات کو صلیبی مظالم سے نجات دلائی ۵۴۱ھ میں عماد الدین زنگی کو دھوکے سے ایک فدائی نے شہید کر دیا۔ تو اس کا بہادر بیٹا سیف الدین غازی جانشین ہوا۔ اس نے پوری قوت سے یورپ سے آنے والے صلیبی دل کا مقابلہ کیا اور اس سیلاب کو روکا جو صلیب اٹھائے ہوئے آرہا تھا ۵۴۹ھ میں سیف الدین نے وفات پائی تو اس کا جانشین وہ عظیم الشان مجاہد نور الدین محمود الملک العادل ہوا۔ جس کے کارناموں سے تاریخ عالم کے صفحات رنگین ہیں۔ اس کے زمانہ میں جرمنی اور فرانس اور انگلستان نے متحد ہو کر ۹ لاکھ فوجیوں سے حملہ کیا۔ یہ صلیبی جنگوں میں سب سے بڑا اور سب سے خطرناک حملہ تھا۔ یہ لوگ لوٹتے اور قتل عام کرتے ہوئے انطاکیہ اور شمالی شام کو تاراج کرنے کے بعد دمشق پہنچ گئے اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت دمشق کا بادشاہ نور الدین محمود تھا۔ اس نے محاصرہ کرنے والوں کو پیاپے حملے کر کے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

خلیفہ المقتفی نے نور الدین محمود کی ہر ممکن ذریعہ سے امداد کی۔ اس کے فرستادہ علمائے کرام نے المقتفی کے فرامین کے ذریعہ عراق سے ہزاروں مجاہدین کو تیار کر کے نور الدین محمود کی امداد کے لئے بھیجا۔ اور انہوں نے صلیبی محاصرین پر

Marfat.com

عقب سے حملہ کر کے ان کی جمعیت کو بکھیر دیا۔

خلیفہ المقتفی نے ربیع الاول ۵۵۵ھ (مارچ ۱۱۶۰ء) میں بمقام بغداد ۲۴ سال تک خلیفہ رہنے کے بعد وفات پائی۔ یہ عباسی خاندان کا اکتیسواں خلیفہ تھا۔

(۳۲)۔ المستنجد باللہ یوسف بن المقتفی بامر اللہ بن المستظہر باللہ عباسی الہاشمی

ولادت : ۵۱۰ھ (۱۱۱۷ء)

خلافت : ربیع الاول ۵۵۵ھ (مارچ ۱۱۶۰ء)

وفات : ربیع الثانی ۵۶۶ھ (دسمبر ۱۱۷۰ء)

مدت خلافت : ۱۱ سال ایک ماہ

خلیفہ المقتفی کی وفات کے بعد اس کا لڑکا المستنجد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ اس نے کئی ٹیکس جو بہت دنوں سے چلے آرہے تھے معاف کر دیئے۔ المقتفی نے جو امن عراق، فارس اور اہواز میں قائم کر دیا تھا وہ قائم رکھا۔ اس عہد میں الملک العادل نور الدین محمود زنگی نے صلیبیوں کے خلاف جنگ جاری رکھی اور المستنجد نے اس کی امداد بھی جاری رکھی۔ اس نے ان تمام علاقوں کا جہاں اس کا زور چلتا تھا دوبارہ سفر کر کے لوگوں کو نورالدین محمود زنگی کی امداد پر آمادہ کیا۔ اور اس طرح مسلمانوں میں جذبۂ جہاد اور غیرت ایمانی کو بیدار کرنے کے لیئے اس نے بڑا کام کیا۔ وہ بڑا رعایا پرور دل رکھتا تھا۔ اس لیئے اس نے بکثرت رفاہی کام کیئے۔ وہ بہت دلیر تھا فدائیوں کی خنجر زنی سے بے پرواہ ہو کر مسجدوں میں امامت بھی کرتا اور رعایا کی عام محفلوں میں بے خوف و خطر شریک ہو جاتا تھا۔ المستنجد نے گیارہ سال اور ایک ماہ حکومت کی اور اس مدت میں اپنے اعمال صالحہ اور اپنی شیریں سخنی سے ہمیشہ عوام کا محبوب فرماں روا رہا۔ المستنجد کی ماں ایک رومی

Marfat.com

کنیز تھی جس کا نام کاوشی تھا۔

المستنجد کی وفات اس طرح ہوئی کہ وہ کچھ دنوں سے بیمار تھا۔ طبیب نے گرم حمام تجویز کیا۔ وہ حمام میں داخل ہوا تو وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ (ماہ ربیع الثانی ۵۶۶ھ)

(۳۳) المستضئ باللہ ابو محمد حسن بن المستنجد بن المقتفی بامر اللہ العباسی الہاشمی

ولادت :

خلافت : ربیع الثانی ۵۶۶ھ (دسمبر ۱۱۷۰ء)

وفات : ذلیقعدہ ۵۷۵ھ (اپریل ۱۱۸۰ء)

مدت خلافت : ۹ سال ۷ مہینے

المستضئ باللہ خاندان عباسی کا تینتیسواں [۳۳] خلیفہ المستنجد عباسی کا لڑکا تھا۔ اپنے باپ المستنجد کی وفات کے دوسرے دن اس کے ہاتھ پر بغداد میں بیعت ہوئی۔ یہ صاحب اخلاق حمیدہ اور مخیر آدمی تھا۔ اس نے بکثرت خیرات کی۔ غریبوں اور محتاجوں کی ہمیشہ مدد کرتا تھا۔ اس کے عہد میں نور الدین الملک العادل اور یورپ سے آکر حملہ کرنے والے صلیبیوں کے مابین جنگوں کا سلسلہ جاری تھا اور نور الدین انہیں پیاپے شکست دے رہا تھا۔ اور اس کے جواب میں یورپ کے فرمان رواؤں کی طرف سے بار بار جدید تازہ دم فوجیں آرہی تھیں۔ اسی اثناء میں مجاہد عظیم نور الدین محمود الملک العادل کا شوال ۵۶۹ھ (مئی ۱۱۷۴ء) میں انتقال ہو گیا اور دمشق کے تخت پر اس کا کم سن لڑکا ملک شاہ زنگی بیٹھا۔ اس کی عمر اس وقت بہ مشکل ۱۵ سال تھی۔ لیکن نور الدین کے سپہ سالار غازی صلاح الدین ایوبی کی نیکی اور وفاداری نے اس کم سن بادشاہ کی دھاک جما دی۔ اور صلیبیوں کو بار بار شکستیں دیں۔ یہاں تک کہ پورے ملک

Marfat.com

شام سے صلیبیوں کو نکال دیا۔ اب صلیبیوں کے قبضہ میں صرف بیت المقدس اور عکہ رہ گیا جس کی فتح المستضیئ کے فرزند الناصر الدین اللہ کے عہد میں ہوئی۔

اس عہد میں ۵۶۷ھ میں مصر کی فاطمی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حکومت فاطمیہ کے آخری فرماں روا العاضد کی صحت خراب رہتی تھی اور اس کو کاروبار حکومت سے بالکلیہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ سارے اختیارات اس کے وزیر شاور سعدی کے ہاتھوں میں تھے۔ یہ بڑا ہی خائن آدمی تھا۔ اس نے دوبارہ صلیبیوں کو دعوت دی کہ وہ آکر مصر پہ قبضہ کر لیں۔ لیکن صلیبیوں کو اس کی فرصت نہیں ملی کہ مصر پہ قبضہ کرتے۔

جب لوگوں کو شاور کی اس خیانت کا علم ہوا تو چند عمائد نے العاضد سے خفیہ ملاقات کی اور ایک خط نورالدین محمود کے نام حاصل کیا۔ اس خط میں نورالدین محمود سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ دخل اندازی کر کے شاور سے مصر کو نجات دلائے۔ نورالدین نے اس کام کے لئے اپنے سپہ سالار شیرکوہ کو متعین کیا۔ اس مہم میں شیرکوہ کا بھتیجا غازی صلاح الدین ایوبی بھی شریک تھا۔ یہ دونوں فوجیں لے کر مصر آئے اور شاور کو قتل کر کے مصر کو شاور سے نجات بخشی۔ العاضد نے شیرکوہ کو اپنا وزیر اور سپہ سالار بنا لیا۔ اور حکومت دمشق نے اس کی اجازت دے دی۔ العاضد تو ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ محل سے کبھی باہر نہیں آتا تھا سارے اختیارات شیرکوہ کے ہاتھوں میں تھے۔ شیرکوہ چند مہینوں کے بعد ہی وفات پا گیا اور اس کے بعد اس کے بھتیجے غازی صلاح الدین کو یہ عہدہ سپرد ہوا۔ صلاح الدین نے محرم ۵۶۷ھ میں العاضد کی وفات کے دو تین دن بعد القاہرہ میں عباسی خلیفہ المستضیئ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اس طرح مصر

Marfat.com

سینکڑوں سال تک خلافت عباسیہ سے الگ رہنے کے بعد المستضیٔ خلیفۂ عباسی کے عہد میں پھر سے عباسی خلافت میں شامل ہو گیا۔ اور فاطمیوں کی مرکزِ گریز خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جگہ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ فاطمی خلیفہ العاضد نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ صرف شیعہ بہرے یہ کہتے ہیں کہ العاضد کا ایک لڑکا طیب سال ڈیڑھ سال کا تھا جسے رات کے وقت بالا خانہ کی کھڑکی سے پالنے پر ڈال کر نیچے اتار دیا گیا تھا۔ اور بہوا خواہوں نے اسے خفیہ طور پر یمن پہنچا دیا تھا۔ وہاں ایک مقدس خاتون نے اس کی پرورش کی۔ وہ ہمیشہ مستور رہے اور ان کی نسل کے جانشین ائمہ اب تک مستور ہیں۔ ان کی طرف سے روحانی قوت کے ذریعہ مقرر کردہ داعی مذہبی پیشوائی کے عہدہ پر فائز ہو کر بہروں کے پیشوا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلیفہ المستضیٔ نے ۹ سال اور ۷ ماہ تک خلیفہ رہنے کے بعد ذیقعدہ ۵۷۵ھ میں بمقام بغداد وفات پائی اور ان کے فرزند ناصر الدین اللہ کے لقب سے خلیفہ ہوئے۔

(۳۴) الناصر الدین اللہ احمد بن المستضی بن المستنجد باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۵۵۳ھ (۱۱۵۸ء)

خلافت : ۵۷۵ھ (مارچ ۱۱۸۰ء)

وفات : ۶۲۲ھ (۱۲۲۶ء)

مدت خلافت : ۴۶ سال ۱۱ ماہ

خلیفہ الناصر الدین اللہ خلیفہ المستضیٔ کا لڑکا تھا۔ یہ مسند خلافت پر تقریباً ۴۷ سال جلوہ افروز رہا۔ اس ڈوبتی ہوئی حکومت میں اتنی بڑی مدت تک امن و امان قائم رکھنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ لیکن خاندان عباسی کے اس ۳۴

Marfat.com

چونتیسویں خلیفہ نے اپنی ہمت و مردانگی اور حسن تدبیر سے اس کو آسان کر دیا۔ اس نے ایک فوج بھی تیار کی اور اسے لے کر خود خوزستان پر حملہ کر دیا اور خوزستان کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور مختلف مقامات پہ مدرسے اور مساجد کی تعمیر کی۔

الناصر کے عہد میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ایران کے اکثر حصہ کو فتح کر کے سلجوقی حکومت کا ایران سے خاتمہ کر دیا۔ وہ تو بغداد پر لشکر کشی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے اس کی فوج نے ہمدان سے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ۶۱۷ھ میں چنگیز خان نے خود خوارزم شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔

صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کو پیاپے شکست دے کر بتاریخ ۲۹ رجب ۵۸۳ھ (۵ اکتوبر ۱۱۸۷ء) بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ یہ ایک یادگار واقعہ ہے کہ جب صلیبی عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا تو وہاں کی تمام مسلم آبادی کو مرد، عورت، بوڑھے اور بچے بلکہ لب گور بیماروں کو بھی قتل کر دیا تھا۔ لیکن جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کر کے عیسائیوں کے چنگل سے آزاد کیا تو سب کو معاف کر دیا۔ بلکہ بعضوں کے ساتھ مربیانہ سلوک بھی کیا۔ غازی صلاح الدین ایوبی نے صفر ۵۸۹ھ (فروری ۱۱۹۳ء) میں طویل بیماری کے بعد بمقام عکہ وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا نامور فرزند ملک العزیز جانشین ہوا۔

الناصر الدین اللہ کے عہد میں شہاب الدین غوری نے ملتان، پھر لاہور وغیرہ فتح کیا۔ ربیع الاول ۵۸۷ھ میں اس کا پہلا مقابلہ پرتھوی راج سے ہوا جس میں شہاب الدین نے شکست کھائی۔ دوسرے سال جمادی الثانی ۵۸۸ھ (جون ۱۱۹۲ء) کو وہ لوٹا اور پانی پت کی دوسری جنگ ہوئی۔ جس میں شہاب الدین کی فتح ہوئی اور پرتھوی

Marfat.com

راج کو شکست ہوئی۔ میدانِ جنگ سے لوٹ کر اجمیر جاتے ہوئے پرتھوی راج مارا گیا اور دہلی میں پہلی اسلامی حکومت ۵۸۹ھ میں قائم ہوگئی۔ ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک ۱۴ ذیقعدہ ۶۰۲ھ (۲ جولائی ۱۲۰۵ء) تک غزنی کی غوری حکومت کا نائب رہا۔ پھر ۱۵ تاریخ کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے مستقل بادشاہ بن گیا۔

الناصر الدین اللہ کے عہد کا ایک یہ واقعہ بھی یادگار ہے کہ عکہ پر صلیبی قبضہ تھا اس وقت ۵۷۶ھ میں عیسائیوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسجد نبوی اور روضۂ اقدس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ اس کے بغیر مسلمان مقابلہ سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ یک شنبہ یکم محرم ۵۷۷ھ کو پرنس ارناٹ اپنی زبردست فوج لے کر عکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ غازی صلاح الدین ایوبی اس وقت بہت بیمار تھا۔ اور فوجیں صلیبیوں سے لڑنے میں ہر طرح سے الجھی ہوئی تھیں۔ تین منزل جانے کے بعد ایوبی خاندان کے ایک کمشنر عزالدین فرخ شاہ نے بالکل بے سروسامانی میں آمادۂ قتل و مہیائے قضا ہو کر پرنس ارناٹ پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ پرنس ارناٹ کی فوج ہزاروں مقتول چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور خود پرنس اس کے بعد مشرق کی زمین پر کہیں نہ ٹھہر سکا۔

اس کے بعد جرمنی، فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں نے باہم اتحاد کر کے اپنی پوری قوت کے ساتھ غازی صلاح الدین کے خلاف فوج کشی کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ دو سال کی مسلسل جدوجہد اور ہزاروں جانوں کی بربادی کے بعد وہ صرف ایک قصبہ عکہ پر قابض ہوسکے۔ بالآخر سلطان صلاح الدین سے صلح کر کے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

خلیفہ الناصر الدین اللہ نے بیمار پڑ کر بغداد میں ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء) کو وفات

Marfat.com

پائی۔ اس وقت وہ بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے۔ ان کی عمر ۷۳ سال سے زائد تھی اور ان کی خلافت پر ۴۷ سال گزر چکے تھے۔

بعض نے لکھا ہے کہ الناصر الدین اللہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا۔ غالباً یہ خیالات علویوں کے ساتھ الناصر کے حسن سلوک کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

(۳۵) الظاہر بامر اللہ۔ ابو نصر محمد بن الناصر الدین اللہ ابن المستضیٔ باللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت: ۵۷۱ھ (۱۱۷۴ء)

خلافت: ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء)

وفات: ۶۲۳ھ (۱۲۲۶ء)

مدت خلافت: صرف ۹ ماہ

الظاہر بامر اللہ بنو عباس کے پینتیسویں (۳۵) خلیفہ تھے۔ ان کے والد خلیفہ الناصر الدین اللہ کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ اس وقت الظاہر کی عمر ۵۲ سال کی ہو چکی تھی۔ یہ اتنے دیندار اور اعلیٰ کردار والے تھے کہ انہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان، مروانی خلیفہ کا مثیل سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اصلاح حکومت ابتداء بھی کر دی مگر زندگی نے وفا نہیں کی صرف ۹ ماہ کے بعد ۶۲۳ھ (۱۲۲۶ء) میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(۳۶) المستنصر باللہ ابو جعفر المنصور بن الظاہر بامر اللہ بن الناصر الدین اللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت: ۵۹۹ھ (۱۲۰۳ء)

خلافت: ۶۲۳ھ (۱۲۲۶ء)

Marfat.com

وفات : جمادی الثانی ۶۴۰ھ (۱۲۴۲ء)

مدت خلافت : ۱۷ سال

المستنصر باللہ ابو جعفر المنصور بن الظاہر خاندانِ عباسی کا چھتیسواں خلیفہ اپنے والد الظاہر کی طرح اعلیٰ کردار کا ایک بہت ہی دیندار فرمانروا تھا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی اور دانشمندی کے ساتھ نظم و نسق کو برقرار رکھا۔ جب یہ اپنے والد الظاہر کی وفات کے بعد مسند خلافت پہ بیٹھا تو فتنۂ تاتار عراق کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ایران سارا اور شام کا بھی کچھ حصہ چنگیز خاں تاتاری اور اس کی اولاد کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ یہ منگولیا کے وحشی اور جنگلی قبائل تھے جو مذہباً مظاہر پرست اور عملاً سفاک اور بے رحم تھے۔ نہ ان کا کوئی ضابطۂ اخلاق تھا نہ ان کے سامنے خیر و شر کا کوئی معیار تھا۔ چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی عیسوی) کے نصف آخر میں ان قبائل میں ایک لیڈر تموچین نامی نے اتحاد و تنظیم کا آغاز کیا۔ یہی شخص اپنے لقب چنگیز خاں کے ساتھ مشہور ہے۔ اس کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ تقریباً ۶۰۲ھ میں سارے وحشی قبائل نے اس کو سرداروں کا سردار یعنی خان خاناں و خاقان تسلیم کر لیا۔ اب یہ تموچین بن قوبیلائی خان اتنی بڑی طاقت بن گیا کہ اس نے اپنے ہمسایہ اور دنیا کے سب سے بڑے ملک چین کو اپنی ترک و تاز سے روند کر رکھ دیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ کو ٹھکانے لگایا۔ پھر وہ عالمِ اسلام پہ ٹوٹ پڑا اور سمرقند و بخارا سے لے کر دمشق و شام تک قتل عام کیا۔ بے رحمی، قتل عام اور جہاں سوزی میں اس کا، اس کی اولاد کا اور اس کی فوج کا کوئی جواب نہ تھا۔

جب یہ تاتاری حدود سے بڑھتے بڑھتے عراق کے قریب تک پہنچ گئے تو خلیفہ المستنصر نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک بہت ہی زبردست اور منظم فوج تیار کی۔ اس فوج کی دہشت کی وجہ سے تاتاری بہت دنوں تک سارے ایران پہ قبضہ کر لینے اور بادشاہ

Marfat.com

بن جانے کے باوجود عراق کی طرف پیشقدمی نہیں کر سکے۔ بغداد کے اندر جو شیعہ عناصر تھے وہ آل بویہ دیلمی کی علیحدگی کا دولتِ عباسیہ سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور اپنے ذہین آدمیوں کو چنگیز خان اور اس کی اولاد کی خدمت میں بھیج کر اپنے لئے مادی و معنوی فوائد بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کو برباد کرا کے اپنی آنکھیں بھی ٹھنڈی کرنا چاہتے تھے۔

المستنصر باللہ کو تعلیم و تعلم سے بھی بڑی دلچسپی تھی ہر جگہ مدرسے اور کتب خانے قائم کیا کرتے تھے۔ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے ان کے قائم کردہ المدرسۃ المستنصریہ کی عمارت اب بھی قائم ہے۔ یہ عمارت سات سال میں تعمیر ہوئی تھی۔ اور اس میں بڑے پیمانہ پر اعلیٰ تعلیم کا انتظام تھا۔ اس زمانہ میں دنیا کے بہترین اساتذہ یہاں اکٹھے کر دیئے گئے تھے۔ اس کے قریب طلبہ کا دار الاقامہ تھا۔ طلبہ کے جملہ اخراجات مدرسہ کی طرف سے ادا کئے جاتے تھے اور مزید برآں ہر طالب علم کو ایک اشرفی بطور جیب خرچ بھی دیا جاتا تھا۔ اس مدرسہ کے ساتھ ایک وسیع کتب خانہ تھا کہ دوسری جگہ سے یہاں لانے میں یہ کتابیں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر یہاں پہنچائی گئی تھیں۔

المستنصر باللہ کی وفات بغداد میں ۶۴۰ھ (۱۲۴۲ء) میں ہوئی۔

(۳۷) المستعصم باللہ، ابو احمد عبداللہ بن المستنصر العباسی الہاشمی۔

ولادت : ۶۰۹ھ (۱۲۱۲ء)

خلافت : ۶۴۰ھ (۱۲۴۲ء)

شہادت : ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء)

مدت خلافت : ۱۵ سال اور چند ماہ

المستعصم باللہ خاندان عباسی کا سینتیسواں اور عباسیۂ بغداد کا آخری خلیفہ تھا اس کی شہادت پر عباسی خلفائے بغداد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جو عباسی خلافت

Marfat.com

قائم ہوئی وہ القاہرہ میں قائم ہوئی۔ اور وہاں اس خاندان کے جو ۱۶ خلفائے ہوئے وہ عباسی خلفائے قاہرہ کہلاتے ہیں۔

ایرانی پروپیگنڈا یہ ہے کہ المستعصم بہت ہی بُرا آدمی تھا۔ یہ پروپیگنڈا بڑے علمی انداز میں اور بڑے پیمانہ پر کیا جا رہا ہے۔ اور بعد والے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ محض انتقامی جذبہ کی پیداوار ہے۔ صحیح طور پر روایات تاریخی کی تنقیح کی جاتی ہے۔ تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ المستعصم صحیح العقیدہ مسلمان اور نیکو کار آدمی تھا اس میں کوئی اخلاقی کمزوری نہ تھی۔

چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور المستعصم کی شہادت اس سازش کا نتیجہ تھی۔ جو شیعہ وزیر ابن علقمی اور اس کے بہترین کارندے مشہور شیعہ محقق و فلسفی نصیر الدین طوسی نے کی تھی۔ نصیر الدین طوسی ہولاکو خان کے درباری ہی نہیں بلکہ حقیقتہً مشیر المہام تھے اور ابن علقمی نے بار بار پیغام دے کر بغداد کو تباہ و برباد کر دینے کے لئے ہولاکو خان کو آمادہ کیا تھا۔

ابن علقمی جو بغداد میں وزیر مختار بنا ہوا تھا اور خلیفہ المستعصم کو اپنی وفاداری کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا تھا۔ اپنے بھائی اور خصوصی آدمیوں کو ہولاکو خان کے پاس بھیج کر بغداد کو جلا کر خاک کر دینے کی دعوت دیتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اس نے سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ تاتاریوں کو روکنے کے لئے جو زبردست فوج المستنصر نے جمع کی تھی اسے بے ضرورت اور خزانہ پر بوجھ قرار دے کر الگ کر کے منتشر کر دیا۔ اور نصیر الدین محقق طوسی کو بہ تاکید تمام ہدایت دی کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہولاکو خان کو بغداد پر حملے کے لئے

Marfat.com

آمادہ کرے۔

اب بھی خلافت کے تقدس کا خیال کچھ نہ کچھ موجود تھا۔ اور خود ہولاکو خان یہ نہیں چاہتا تھا کہ بغداد پہ حملہ کرے۔ وہ ایک وہمی کافر تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ مقدس خلیفہ پہ حملہ کرنے سے کوئی آسمانی عذاب اس پہ نازل ہو جائے گا۔ لیکن پانچ ماہ کی مسلسل کوششوں سے نصیرالدین محقق طوسی نے اسے سمجھایا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے قاتل پہ کوئی عذاب نہ آیا تو المستعصم کے قتل سے کیا عذاب آئے گا۔ اس کے بعد ہولاکو خان نے بغداد آ کر محاصرہ کر لیا۔ چالیس پچاس دن تک یہ محاصرہ جاری رہا کچھ فوجی اور کچھ رضا کار مقابلہ کو نکلے اور شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ ہولاکو خان کی منجنیقیں پتھر اور آگ برساتی رہیں۔ اب ابن علقمی شہر کے کچھ علماء کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلا اور ہولاکو خان کے پاس آیا۔ علماء و فقہاء کو ابن علقمی نے یہ یقین دلایا تھا کہ انہیں کوئی دکھ نہ دے گا۔ لیکن ہولاکو خان نے ان سارے علماء و فقہاء کو دیکھتے ہی قتل کرا دیا۔ اس وفد میں سے صرف ایک شخص ابن علقمی کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد شہر میں آ کر شہر کو آگ لگوا دی، بے دریغ قتل و غارت گری ہوئی۔ دریائے دجلہ کا پانی تین روز مقتولین کی لاشوں سے سرخ رہا۔ کتب خانوں کو جلا دیا گیا کہ مہینوں تک کتابوں کی آگ نہیں بجھی۔ مدرسے، مساجد، شفا خانے اور مقبرے سب ہی پھونک دیئے گئے۔ خلیفہ المستعصم کو محل سے گھسیٹ کر لایا گیا اور ہولاکو خان نے اس کو اپنے سامنے اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ بے چارہ ۴ صفر ۶۵۶ھ (۱۰ فروری ۱۲۵۸ء) کو ہولاکو خان کے سامنے ہی ان ضربوں سے شہید ہو گیا۔

Marfat.com

بغداد کی تباہی اتنا اہم حادثہ ہے کہ اس نے تاریخ بدل دی، علم و ہنر کا مرکز تباہ ہو گیا، علماء و فضلاء اور فقہا قتل ہو گئے، مسلمانوں کی عملی حرکت ختم ہو گئی۔ اس حادثہ پر کون تھا جو رو نہ رہا ہو۔ فارسی کے مشہور شاعر سعدی شیرازی مصنف گلستان و بوستان اس زمانہ میں زندہ تھے انہوں نے اس حادثہ سے متاثر ہو کر وہ مشہور مرثیہ لکھا ہے جس کا پہلا شعر ہے: ع

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں

ساری تباہی و بربادی کے بعد وزیر ابن علقمی نے کوشش کی کہ علویوں کی خلافت قائم ہو جائے۔ اس کے لئے اس نے تاتاریوں کو راضی کرنے کے لئے ہزار جتن کئے مگر اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مزید یہ کہ ہولاکو خان کے دربار میں نہ کوئی تقرب حاصل ہو سکا اور نہ اسے کوئی صلہ ملا۔ وہ ناکام و مایوس ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ اور بربادی بغداد کے چند ماہ کے اندر ہی مر گیا

عباسی خاندان کی خلافت ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں خلیفہ مروان ثانی کی مصر میں شہادت کے بعد سے شروع ہوئی۔ اگرچہ بنی عباس کے پہلے خلیفہ ابو العباس عبداللہ بن محمد السفاح نے ربیع الاول ۱۳۲ھ بمقام کوفہ اپنے ہوا خواہوں سے بیعت لے لی تھی۔ لیکن اس وقت وہ خلافت کا ایک باغی تھا۔ جب آخری مروانی خلیفہ مروان ثانی کے قتل ہو جانے کی اطلاع عراق میں پہنچی تو اسے عالم اسلامی کا خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ اور اس نے بروز جمعہ اپنا پہلا خطبہ دیا۔ اور یہی دن عباسی خلافت کا نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے اور ۴ صفر ۶۵۲ھ المستعصم کی شہادت پر عباسی خلافتِ بغداد ختم ہوئی اس طرح خلافت عباسیہ بغداد کی مدت قمری سال سے ۵۲۳ سال ایک ماہ اور چند دن ہوئی۔

Marfat.com

خلافتِ عباسیہ مصر

صفر ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) میں جب ہولاکو خان تاتاری نے المستعصم کو شہید کر دیا تو خلافتِ عباسیہ کا بغدادی عہد ختم ہو گیا۔ قتل عام سے بچ کر اور قید سے چھوٹ کر ایک عباسی شہزادہ عراق سے نکل گیا۔ اور شام میں کہیں رو پوش ہو گیا۔ پھر وہاں سے کچھ عرب سرداروں کے ساتھ القاہرہ (مصر) پہنچا۔ وہاں اس وقت ملک ظاہر بیبرس جو تھا مملوک فرماں روا کی حکومت تھی۔ اس شہزادہ کا نام ابوالقاسم احمد بن الظاہر بامر اللہ تھا۔

خلافت کو مسلمانوں کے نزدیک تقدس اور برتری کا وہ مقام حاصل تھا کہ اس سے زیادہ برتر مقام دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ ملک ظاہر بیبرس نے اسے غنیمت سمجھا کہ اس کے ہاتھوں پھر خلافت زندہ ہو جائے اور اس کو خلیفہ کی تائید حاصل رہے اس لئے اسے جب معلوم ہوا کہ آنے والے عرب سرداروں اور تاجروں میں خلیفہ الظاہر بامر اللہ کا ایک فرزند بھی ہے تو اس نے ابو القاسم احمد بن الظاہر کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اپنے ساتھ لا کر خلیفہ بنایا۔ قاضی نے عربوں سے حلفیہ شہادت لے کر شہزادے کے نسب کی تصدیق کی اور رجب ۶۵۹ھ میں الملک الظاہر، شیخ الاسلام عزالدین عبدالسلام اور خود قاضی تاج الدین نے ابوالقاسم احمد بن الظاہر کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت کی تو اس کے بعد سب نے بیعت کر لی۔ اس نے خلیفہ المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اس سے پہلے یہ لقب اس کے بھائی کا تھا۔ اس لئے اس کو المستنصر باللہ ثانی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد قاہرہ میں نئے خلیفہ کا بڑا شاندار جلوس نکلا جس میں صرف مسلمان

Marfat.com

ہی نہیں بلکہ یہودی اور عیسائی بھی تورات و انجیل اٹھائے ہوئے شریک ہوئے۔ اس طرح مصر میں عباسی خلافت پھر سے زندہ کر دی گئی۔ اور المستنصر باللہ ثانی خلافتِ عباسیہ مصر کا پہلا خلیفہ ہوا۔

(۱) المستنصر باللہ ابوالقاسم احمد بن الظاہر باللہ العباسی الہاشمی۔

اگرچہ الملک الظاہر کی حکومت تھی اور خلیفہ صرف نام کا خلیفہ تھا۔ لیکن المستنصر باللہ ثانی جرأت و ہمت کا آدمی تھا۔ اس نے الملک الظاہر سے ایک فوج کی تیاری میں امداد حاصل کی، اور مصر سے براہِ شام عراق پر حملہ کرنے اور عراق کو تاتاریوں سے آزاد کرانے کے لئے چل پڑا۔ دمشق تک خود الملک الظاہر بھی اس فوج کے ساتھ آیا۔

اس جگہ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ۲۵ رمضان ۶۵۸ھ (۴ دسمبر ۱۲۶۰ء) کو الملک الظاہر نے ہولاکو کے جانشین کو معرکۂ عین جالوت میں اس سے پہلے شکست فاش دے کر شام و فلسطین کو تاتاریوں سے آزاد کرا لیا تھا۔ عین جالوت فلسطین میں بیسان کے قریب ایک نہر عین جالوت کے نام سے منسوب ہو کر مشہور مقام ہے۔ ۶۵۸ھ میں جب تاتاری بغداد کو ویران کرنے کے بعد مصر کو برباد کرنے کے لئے چلے تھے تو ملک الظاہر نے ان کو اسی جگہ شکست دی تھی، یہ تاتاریوں کی پہلی شکست تھی اور بڑی سخت شکست تھی۔ اس وجہ سے تاریخ میں اس واقعہ کو ایک یادگار واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔

اب ۶۵۹ھ میں خلیفہ المستنصر باللہ ثانی کے ساتھ جب الملک الظاہر بھی دمشق تک آیا تو اس کا بڑا اثر ہوا۔ لوگ جوش و خروش کے ساتھ اس فوج میں رضا کارانہ طور پر شریک ہوئے اور بغداد کو آزاد کرانے کی نیت سے یہ فوج خلیفہ المستنصر باللہ ثانی کی سرکردگی میں روانہ ہوگئی۔ یہ مہم ذی الحجہ

Marfat.com

سنہ ۶۵۹ھ میں شام سے عراق کی طرف روانہ ہوئی، موصل، سنجار کے لوگ بغیر جنگ و جدال خلیفہ کے ہمنوا ہو گئے۔ اور المستنصر باللہ ثانی عراق کے مختلف شہروں اور قصبوں سے فاتحانہ گزرتا ہوا بغداد کے قریب جا پہنچا، بغداد شہر تک پہنچنے سے پہلے ہی تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ اس میں خلیفہ کو شکست ہوئی اور خود خلیفہ شہید ہو گیا۔ اس کی لاش کو لوگوں نے چھپا دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ خلیفہ گم ہو گیا ہے۔ فوج میں بددلی پھیلی اور فوج بکھر گئی اس طرح بغداد کو تاتاریوں سے چھڑانے کی یہ مہم ناکام ہو گئی۔ یہ حادثہ سنہ ۶۶۰ھ کے اواخر میں ہوا۔ مدت خلافت ایک سال اور چند ماہ۔

(۲) الحاکم بامر اللہ۔ ابو العباس احمد بن حسن العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ

خلافت : سنہ ۶۶۱ھ (سنہ ۱۳۰۱ء)

وفات : سنہ ۷۰۱ھ (سنہ ۱۳۰۱ء)

مدت خلافت : ۴۰ سال

الحاکم بامر اللہ خلافت عباسیہ مصر کا دوسرا خلیفہ تھا۔ یہ مسترشد باللہ خلیفہ بغداد متوفی سنہ ۵۲۹ھ کی اولاد میں سے تھا۔ یہ بھی ہولاکو خان کے قتل عام کے دوران بغداد سے چھپ کر نکل آیا تھا۔ اور شام کے مقام رحبہ میں رہتا تھا۔ الملک الظاہر بیبرس کو جب المستنصر باللہ ثانی کی شہادت اور فوج کے انتشار کی اطلاع ملی تو اس نے ابو العباس احمد بن حسن کو رحبہ سے بلوایا اور الحاکم بامر اللہ لقب کے ساتھ خلیفہ بنا دیا۔ اور بڑے شان و شکوہ کے ساتھ اس کو اپنے ساتھ قاہرہ لایا۔ یہاں قاضی نے اور عام لوگوں نے اس کی بیعت کر لی۔

اگرچہ الحاکم بامر اللہ کی خلافت کا زمانہ ۴۰ سال ہے۔ لیکن الملک الظاہر

Marfat.com

سے اتفاق صرف ۶ سال قائم رہا۔ اسی طرح الملک الظاہر کے دوسرے ملوک فرماں روایانِ مصر سے اتحاد و اتفاق کم ہی رہا۔ اس طویل مدت میں ۲۷ سال تقریباً نظر بندی ہی میں بسر ہوئے۔ ابتدائی چھ سال اور آخری سات سال بے انتہا رنگ آزادی میں بسر ہوئے بالآخر سنہ ھ (سنہ ۱۳۰۱ء) میں اس کی وفات شہر قاہرہ میں ہوئی اور سیدہ نفیسہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

الحاکم بامر اللہ کے عہد خلافت میں حسب ذیل ملوک فرماں روا مصر کے سلطان ہوئے۔ اور خلیفہ نے رسماً ان کو سیاہ خلعت اور فرمان عطا کئے۔ اگرچہ یہ ایک رسمی کارروائی تھی، لیکن عام لوگوں کی نظر میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔

اس کے لئے ایک بہت بڑا شاندار اجلاس منعقد ہوتا، قاضی القضاۃ خلیفہ کا فرمان اور سند حکمرانی پڑھ کر سناتا تھا۔ اور سلطان کھڑا ہو کر سنتا پھر قسم کھا کر اقرار کرتا کہ وہ ہمیشہ اسلامی احکام کا پابند رہے گا، عدل و انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑے گا۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کام کرتا رہے گا۔ اور امیرالمومنین کا اطاعت شعار کارندہ بنا رہے گا۔ اس کے بعد اسے عباسیوں کا سیاہ خلعت پہنایا جاتا، اور وہ ادب کے ساتھ خلیفہ کے ہاتھ کو نیازمندانہ بوسہ دیتا تھا۔

حاکم بامر اللہ کے عہد میں نو سلاطین کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔

(۱) الملک الظاہر بیبرس بندق داری سنہ ۶۶۱ھ بہ سنہ ۶۵۸ھ ہی سے فرماں روائے مصر تھا۔ تا سنہ ۶۷۶ھ۔

(۲) محمد سعید برکہ خان سنہ ۶۷۶ھ۔ تا سنہ ۶۷۸ھ۔

(۳) سلامش بن بیبرس سنہ ۶۷۸ھ۔ تا صرف چند ماہ کے لئے۔

(۴) الملک المنصور سیف الدین قلاؤن سنہ ۶۷۸ھ۔ تا سنہ ۶۸۹ھ۔

(۵) الملک الاشرف صلاح الدین خلیل بن قلاؤن سنہ ۶۸۹ھ تا سنہ ۶۹۳ھ۔

Marfat.com

(۶) الملک الظاہر بیدر ۶۹۳ھ تا چند ماہ۔

(۷) ناصر محمد بن قلاوون ۶۹۳ھ تا ۶۹۴ھ پہلی بار اور ۶۹۸ھ تا ۷۰۸ھ دوسری بار۔

(۸) الملک العادل کتبغا ۶۹۴ھ تا ۶۹۶ھ۔

(۹) منصور لاچین ۶۹۶ھ تا ۶۹۸ھ۔

(۳) المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن الحاکم بامر اللہ العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ

خلافت : ۷۰۱ھ (۱۳۰۱ء)

وفات : ۷۴۰ھ (۱۳۳۹ء)

مدت خلافت : ۴۰ سال

اس عہد میں دو سلاطین مصر ہوئے

(۱) ناصر محمد قلاوون جو ۶۹۸ھ میں دوسری بار سلطان ہو چکا تھا۔ اور تیسری بار ۷۰۹ھ میں سلطان ہوا۔

(۲) بیبرس جاشنگیر ۷۰۸ھ تا ۷۰۹ھ۔

المستکفی اور ناصر محمد قلاوون کے تعلقات ۷۲۶ھ تک خوشگوار رہے، اس کے بعد آپس میں بدگمانیاں پیدا ہوئیں۔ تو المستکفی کو قصر کبش میں اور پھر ۷۳۷ھ میں اسے ناصر محمد نے قوص بھیج دیا اور وہیں المستکفی نے ۷۴۰ھ میں وفات پائی۔

(۴) الواثق باللہ۔ ابراہیم بن محمد بن حاکم، العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ

خلافت : ۷۴۰ھ (۱۳۳۹ء)

معزولی : ۷۴۱ھ (۱۳۴۰ء)

Marfat.com

وفات : سنہ

مدت خلافت : ۶ ماہ

خلیفہ المستکفی نے اپنے فرزند احمد بن المستکفی کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ لیکن ناصر محمد سلطانِ مصر اس کا مخالف تھا۔ اس لئے قاضی القضاۃ کی رائے کے خلاف اس کے چچازاد بھائی ابراہیم بن محمد بن الحاکم کو خلیفہ بنا دیا اور اس نے اپنا لقب الواثق باللہ رکھا۔ چند ہی ماہ میں اسے اپنے اس عمل کی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ جب الواثق باللہ کی بیعت کے کچھ مہینے بعد وفات پا گیا تو اس کا لڑکا ابوبکر منصور اس کا جانشین سلطانِ مصر ہوا۔ تو اس نے قاضی القضاۃ سے فتویٰ لے کر الواثق کو ۷۴۱ھ میں معزول کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس کے باپ ناصر محمد سلطانِ مصر نے اپنے آخر وقت میں اسے اس کی وصیت کی تھی۔ الواثق کی وفات معزولی کے بعد کب ہوئی معلوم نہیں۔

(۵) الحاکم بامر اللہ ثانی۔ ابوالعباس احمد بن المستکفی العباسی الہاشمی۔

ولادت :

خلافت : ۷۴۱ھ (۱۳۴۰ء)

وفات : ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء)

مدت خلافت : ۷ سال

الحاکم بامر اللہ ثانی نے اپنی خلافت کا زمانہ عزو وقار کے ساتھ بسر کیا۔ اس نے اپنی سنجیدگی اور دینداری سے اچھی مقبولیت حاصل کر لی۔ اس کے زمانہ میں کئی سلاطینِ مصر ہوئے لیکن کسی نے الحاکم کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ اس کے زمانہ میں حسب ذیل سات سلاطین مصر کے فرمان روا ہوئے۔

(۱) ابوبکر المنصور ۷۴۱ھ (۷۴۲ھ)

Marfat.com

(۲) علاء الدین کجک بن محمد۔ ۷۴۲ھ

(۳) شہاب الدین احمد الناصر ۷۴۲ھ

(۴) الملک الصالح اسماعیل۔ ۷۴۳ھ تا ۷۴۶ھ

(۵) زین الدین شعبان الکامل ۷۴۶ھ تا ۷۴۷ھ

(۶) زین الدین المظفر۔ ۷۴۷ھ

(۷) حسن بن محمد الناصر۔ ۷۴۷ھ تا ۷۵۲ھ

الحاکم بامر اللہ ثانی کا انتقال ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء) میں ہوا۔

(۶) المعتضد باللہ اول۔ ابوبکر بن المستکفی العباسی الہاشمی

ولادت :

خلافت : ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء)

وفات : ۷۶۳ھ (۱۳۶۲ء)

مدت خلافت : ۱۵ سال

خلیفہ سابق الحاکم بامر اللہ ثانی نے کسی کو ولیعہد نہیں بنایا تھا۔ مصر کے قاضی القضاۃ اور امراء نے ایک جگہ جمع ہو کر الحاکم کے بھائی ابوبکر کو المعتضد باللہ اول کے لقب سے خلیفہ بنایا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خلیفہ کو جو تنخواہ ملتی تھی وہ ناکافی سمجھی گئی۔ اس لئے حکومت مصر نے حضرت سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی المرتضیٰ کے مزار مقدس کا خلیفہ کو متولی بنا دیا۔ حضرت نفیسہ کی وفات ۲۰۸ھ میں فسطاط میں ہوئی تھی۔ اور ان کا مزار مرجع خلائق تھا۔ کافی نذرانے اور چڑھاوے آتے تھے۔

اس کے عہد میں ۳ سلاطین فرماں روائے مصر ہوئے۔

(۱) ناصر حسن بن محمد۔ ــھ تا ۷۵۲ھ

Marfat.com

(۲) صلاح الدین صالح بن محمد۔ ۷۵۲ھ تا ۷۵۵ھ
(۳) ناصر بن محمد۔ دوبارہ ۷۵۵ھ تا ۷۶۲ھ

المعتضد باللہ اول کا انتقال ربیع الثانی ۷۶۳ھ میں ہوا۔ المعتضد اول علم دوست، نیک اور دیندار خلیفہ تھا۔

(۷) المتوکل علی اللہ اول۔ ابو عبداللہ محمد بن المعتضد العباسی الہاشمی۔

ولادت : سنہ
خلافت : ۷۶۳ھ (۱۳۶۲ء)
معزولی : ۷۸۵ھ (۱۳۸۸ء)
وفات : سنہ
مدت خلافت : ۲۶ سال

المعتضد اول کی وفات کے بعد امراء اور قضاۃ نے مل کر اس کے لڑکے محمد بن المعتضد کو خلیفہ بنایا اور اس نے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ خلفائے عباسیہ مصر میں پہلا المتوکل علی اللہ ہے۔

المتوکل ہوشیار، دانشمند اور بڑے حوصلہ اور ہمت کا آدمی تھا۔ اس نے خلیفہ کی برتری منوانے کی بڑی جدوجہد کی۔ اس سلسلہ اسے بار بار معزول ہونا پڑا۔ لیکن بالآخر وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہو گیا۔ اس نے یہ بات منوالی کہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کسی سلطان کو حکمرانی کا کوئی حق نہیں۔ یہ خلیفہ ہی ہے جو کسی سلطان کو حکمرانی کے اختیارات سپرد کرتا ہے۔

۷۷۹ھ میں مصر کا سلطان المنصور علی بن شعبان تھا۔ اس کا نائب الحکومت امیر اینبک المتوکل کا دشمن ہو گیا۔ اینبک نے اس سال میں المتوکل کے چچا زاد بھائی نجم الدین ذکریا کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور

Marfat.com

المتوکل کو معزول کر دیا۔ لیکن دو ہفتہ کے اندر ہی عمائدین مصر نے نائب الحکومت اینبک کو سمجھا بجھا کر المتوکل کو پھر منصب خلافت پہ بحال کر دیا

سلطان منصور انتقال ۷۸۲ھ میں ہوا اس وقت ایک چرکسی غلام برقوق نائب الحکومت تھا۔ اس نے پہلے تو منصور کے کمسن بچے کو الملک المصالح کے لقب سے سلطان بنایا۔ پھر چند ہی یوم کے بعد الملک الصالح کو ہٹا کر خود سلطان بن بیٹھا۔ اس طرح مصر میں ترکی غلاموں کی حکومت چرکسی غلاموں میں آ گئی۔ خلیفہ المتوکل نے اس کے خلاف تحریک چلائی۔ مصر شام اور عراق کے حکام کو اس کے خلاف خطوط لکھے۔ اس پہ برقوق نے المتوکل کو ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء) میں معزول کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ وہ قید سے ۷۹۱ھ میں نکل کر پھر خلیفہ ہوا۔ اور ۸۰۸ھ (۱۴۱۴ء) میں وفات پائی۔

(۸) الواثق باللہ، ابو حفص عمر بن المعتصم العباسی الہاشمی۔

ولادت :

خلافت : ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء)

وفات : ۷۸۸ھ (۱۳۸۶ء)

مدت خلافت : ۳ سال اور چند ماہ

الواثق باللہ عمر خلفائے بنی عباس مصر میں آٹھواں خلیفہ تھا۔ یہ بیعت خلافت کے بعد چار سال سے بھی کم زندہ رہا۔ بیمار پڑ کر ۷۸۸ھ میں وفات پا گیا۔

(۹) المعتصم زکریا بن المعتصم العباسی الہاشمی۔

ولادت :

خلافت : ۷۸۸ھ (۱۳۸۶ء)

معزولی : ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء)

Marfat.com

مدت خلافت : ۳ سال اور چند ماہ

برقوق نے الواثق کی وفات کے بعد اس کے بھائی نجم الدین زکریا کو خلیفہ بنایا۔ لیکن اسے کسی نے تسلیم ہی نہ کیا۔ برقوق کے خلاف متوکل کی معزولی کی وجہ سے شورش اور بڑھ گئی تھی کہ نائب الحکومت یلبغا ناصری نے برقوق کے خلاف فوج کشی کی۔

اب برقوق نے دیکھا کہ المتوکل کی بحالی کے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے۔ تو ۷۹۱ھ میں متوکل کو قید سے نکال کر اس سے معافی مانگی اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو منصب خلافت پر متمکن کیا۔ اور ہمیشہ اس کا اکرام و احترام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء) ہی کے آخر میں برقوق کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا فرج بن برقوق الملک الناصر فرماں روائے مصر ہوا۔

(۱۰) المستعین باللہ، ابوالفضل عباس بن المتوکل العباسی الہاشمی۔

ولادت :

خلافت : ۸۰۸ھ (۱۴۰۵ء)

معزولی : ۸۱۶ھ (۱۴۱۴ء)

وفات : ۸۳۳ھ (۱۴۲۹ء)

مدت خلافت : ۸ سال

خلیفہ المستعین ابوالفضل عباس خلیفۂ سابق المتوکل علی اللہ اول کا لڑکا تھا۔ المتوکل کی وفات کے بعد ۸۰۸ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اس وقت مصر کا سلطان ملک ناصر فرج بن برقوق تھا۔ ۸۱۵ھ تک حالات پرسکون رہے کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ۸۱۵ھ میں الملک الناصر فرج بن برقوق کے خلاف

Marfat.com

امرائے شام شیخ محمودی اور نوروز نے متفق ہو کر بغاوت کی یہ بغاوت کو دبانے کے لئے مصر سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ اور خلیفہ المستعین کو بھی اصرار کر کے ساتھ لایا۔ الملک الناصر کو شام میں شکست فاش ہوئی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اب شیخ محمودی نے مصر و شام کی بادشاہی خلیفہ المستعین کے سامنے پیش کی۔ پہلے تو اسے دنیوی بادشاہی کے قبول کرنے میں تامل ہوا مگر شیخ محمودی اور دیگر امراء کے حلف وفاداری کے بعد راضی ہو گیا۔ المستعین کی تخت نشینی شان و شکوہ کے ساتھ پہلے شام میں اور پھر واپس آ کر مصر میں ہوئی۔ اس وقت مستعین خلافت کے دینی منصب کے ساتھ ساتھ بادشاہی کے دنیوی منصب پر بھی متمکن ہو گیا۔

شیخ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کارروائی کے بعد وہ مصر و شام کا سلطان ہو کر الملک الناصر فرج بن برقوق کی جگہ لے۔ اس کے لئے اس نے خلیفہ المستعین کو خلیفہ کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی بنا دیا تھا۔ مصر میں آ کر متمکن ہونے کے بعد المستعین نے سارے کاروبار حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لئے تو شیخ محمودی کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اس نے المستعین پر زور ڈالنا شروع کیا کہ خلیفہ اسے فرمانِ حکمرانی اور خلعت عباسی عطا کر کے الملک الناصر کی طرح سلطانِ مصر بنا دے۔ المستعین اس کے لئے آمادہ نہ ہوا تو ۸۱۶ھ میں تقریباً ایک سال کے بعد فوج کو ملا کر قاضی البلقینی سے المستعین کی معزولی کا فتویٰ لے لیا۔ اور خلیفہ المستعین کو معزول کر کے اسکندریہ بھیج دیا۔ یہاں سولہ سال تک زندگی کے دن پورے کر کے المستعین نے ۸۳۳ھ میں وفات پائی۔

المستعین دیندار اور با صلاحیت آدمی تھا۔ مگر فوج کو قابو میں رکھنے میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

Marfat.com

(۱۱) المعتضد باللہ ابو الفتح داؤد بن المتوکل العباسی الہاشمی۔

ولادت : ــــــــ

خلافت : ۸۱۶ھ (۱۴۱۳ء)

وفات : ۸۴۵ھ (۱۴۴۱ء)

مدت خلافت : ۲۹ سال تقریباً

خلافت عباسیہ مصر کا گیارہواں خلیفہ ابو الفتح داؤد بن المتوکل اپنے بڑے بھائی المستعین کی معزولی کے بعد ۸۱۶ھ میں خلیفہ ہوا۔ شیخ محمودی جو اس زمانہ میں مصر کا سلطان تھا نہیں چاہتا تھا کہ خلافت کا ادارہ قائم رہے۔ لیکن صورتِ حال یہ تھی کہ عام رعایا ہی نہیں بلکہ فوج کی اہم شخصیتیں اسے برداشت نہیں کر سکتی تھیں کہ خلیفہ کا منصب ہی ختم کر دیا جائے۔ اور شیخ محمودی کو یہ خطرہ تھا کہ اگر اس نے منصبِ خلافت کو ختم کر دیا تو خود اس کی حکومت ہی ختم ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے ابو الفتح داؤد بن المتوکل کو خلیفہ بنا دیا اور خلیفہ نے اپنے لئے المعتضد باللہ کا لقب اختیار کیا۔

المعتضد خلافت کے بعد ۲۹ سال تقریباً زندہ رہا۔ لیکن اس طویل مدت میں اس کی خلافت سے متعلق کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہے۔ اس کے عہدِ خلافت میں حسب ذیل سلاطین مصر پر حکمران ہوئے۔

(۱) شیخ محمودی

(۲) مظفر احمد بن شیخ ۸۲۴ھ

(۳) الملک الظاہر ططر ۸۲۴ھ

(۴) صالح محمد بن ططر ۸۲۴ھ تا ۸۲۵ھ

(۵) ملک اشرف برس بائی ۸۲۵ھ تا ۸۴۱ھ

Marfat.com

(۶) عزیز یوسف بن برسبائی ۸۴۱ھ تا ۸۴۲ھ

(۷) سلطان الظاہر چقمق ۸۴۲ھ تا ۸۵۷ھ

المعتضد نے چقمق کے زمانہ سلطانی میں ۸۴۵ھ (۱۴۴۱ء) میں وفات پائی۔

(۱۲) المستعین باللہ ابوالربیع سلیمان بن المعتضد العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ

خلافت : ۸۴۵ھ (۱۴۴۱ء)

وفات : ذی الحجہ ۸۵۴ھ (جنوری ۱۴۵۱ء)

مدت خلافت : ۱۰ سال ۹ ماہ

المعتضد کے بعد اس کا لڑکا ابوالربیع سلیمان المستعین باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ یہ بہت ہی متقی زاہد اور عبادت گزار شخص تھا۔ رات دن عبادت اور یاد الٰہی میں بسر کرتا تھا۔ سلطان الظاہر چقمق کو اس سے بڑی عقیدت تھی ہمہ دم اس کی خاطرداری میں رہتا تھا۔ جب دس سال ۹ ماہ کے بعد ذی الحجہ ۸۵۴ھ میں المستعین باللہ نے وفات پائی تو سلطان چقمق نے اس کے جنازے کو کندھا دیا اور قبرستان تک جنازہ کو کندھے پر لے کر آیا۔

(۱۳) القائم بامر اللہ حمزہ بن المعتضد العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ

خلافت : ذی الحجہ ۸۵۴ھ (جنوری ۱۴۵۱ء)

معزولی : رجب ۸۵۹ھ (جولائی ۱۴۵۵ء)

وفات : ۸۸۳ھ (۱۴۷۸ء)

مدت خلافت : ۴ سال ۷ ماہ

Marfat.com

المستعین نے کسی کو ولیعہد نہیں بنایا تھا۔ اس لئے الظاہر چقمق سلطان مصر نے اس کے بھائی حمزہ بن المعتضد کو خلیفہ بنا دیا۔ اور سب نے اسے قبول بھی کر لیا۔ حمزہ نے اپنا لقب القائم بامر اللہ اختیار کیا۔ القائم بلند حوصلہ اور صاحب ہمت آدمی تھا۔ اس نے خلافت کے وقار و اعزاز کو بڑی حد تک دوبارہ قائم کر لیا۔ اگرچہ اس کا عہد صرف ۴ سال، ۷ ماہ ہوا۔ لیکن اس تھوڑے سے زمانہ میں مصر میں تین سلطان آئے اور گئے۔

(۱) الملک الظاہر چقمق ۸۴۲ھ تا ۸۵۷ھ

(۲) المنصور عثمان بن چقمق ۸۵۷ھ

(۳) ملک الاشرف اینال ۸۵۷ھ تا ۸۶۵ھ

۸۵۹ھ میں فوج نے الملک الاشرف کے خلاف بغاوت کر دی۔ خلیفہ القائم بامر اللہ نے فوج کا ساتھ دیا۔ باغیوں کو شکست ہوئی باغیوں کو دبانے کے بعد الملک الاشرف نے خلیفہ القائم پر اپنے غصے کا اظہار کیا تو القائم نے غصہ میں جواب دیا کہ میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ قاضی نے فیصلہ دیا کہ خلیفہ نے دست برداری کر لی۔ الملک الاشرف نے القائم کو اسکندریہ بھیج دیا اور وہیں اس نے ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔

(۱۴) المستنجد باللہ ثانی ابو المحاسن یوسف بن معتضد العباسی الہاشمی

ولادت : ــــــ

خلافت : ۸۵۹ھ (۱۴۵۵ء)

وفات : ۸۸۴ھ (۱۴۷۹ء)

مدت خلافت : ۲۵ سال

القائم کی دست برداری کے بعد الملک الاشرف اینال نے قاضی علم الدین

Marfat.com

البلقینی کی حمایت اور تائید سے المعتضد کے ایک اور فرزند المستنجد باللہ ابوالمحاسن یوسف کو خلیفہ بنایا۔ ۲۵ سال خلافت کے بعد ۸۸۴ھ میں المستنجد باللہ ثانی یوسف بن المعتضد کا انتقال ہوا۔ اس کا پورا عہد پرسکون گزرا۔ اس کے زمانہ میں مصر کے حسب ذیل سلاطین ہوئے۔

(۱) الملک الاشرف اینال ۸۵۷ھ تا ۸۶۵ھ

(۲) احمد بن اینال ۸۶۵ھ

(۳) الظاہر خوش قدم ۸۶۵ھ تا ۸۷۲ھ

(۴) الظاہر بلبائی ۸۷۲ھ

(۵) الظاہر تمر بغا ۸۷۲ھ

(۶) الملک الاشرف قائیتبائی ۸۷۲ھ ۹۰۱ھ

(۱۵) المتوکل علی اللہ ثانی، عبدالعزیز بن یعقوب بن المعتضد العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ

خلافت : ۸۸۴ھ (۱۴۷۹ء)

وفات : صفر ۹۰۳ھ (۱۴۹۷ء)

مدت خلافت : ۱۹ سال

خلیفہ المستنجد ثانی نے اپنے بھتیجے عبدالعزیز بن یعقوب بن المعتضد کو اپنی زندگی ہی میں المتوکل علی اللہ کا لقب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ المستنجد کی وفات کے بعد المتوکل کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی اور کسی نے مخالفت نہیں کی۔

المتوکل کے زمانہ میں تین تین سلاطین ہوئے۔

(۱) الملک الاشرف قائیتبائی ۸۷۲ھ

(۲) ناصر محمد بن قائیتبائی ۹۰۱ھ

Marfat.com

(۳) اشرف قانصوہ ۹۰۲ھ

المتوکل دیندار خوش اخلاق اور علم و فن کا شائق تھا۔ وہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول و محترم تھا۔ مشہور مصری عالم امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ اس خلیفہ کے معاصر ہیں۔ انہوں نے دو کتابیں المتوکل کے لئے تصنیف کر کے اسے نذر کی تھیں۔

(۱) الاساس فی فضل بنی العباس

(۲) رفع الباس عن بنی العباس

امام السیوطی کے سوا اور بھی بہت سے نامی گرامی علماء المتوکل کے معاصر تھے اور وہ ان کی قدر اور حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ ان میں سے امام ابن حجر العسقلانی صاحب فتح الباری المتوفی ۸۵۲ھ کے مشہور شاگرد کثیر التصانیف امام شمس الدین السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ بھی ہیں۔

المتوکل علی اللہ ثانی نے صفر ۹۰۳ھ (اکتوبر ۱۴۹۷ء) میں وفات پائی۔

(۱۶) المستمسک باللہ یعقوب بن عبدالعزیز بن یعقوب العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ

خلافت : صفر ۹۰۳ھ (اکتوبر ۱۴۹۷ء)

وفات : ۹۲۰ھ (۱۵۱۴ء)

مدت خلافت : ۱۷ سال

المتوکل علی اللہ ثانی کے بعد اس کا لڑکا یعقوب جانشین ہوا اس کے عہد میں جو ۱۷ سال سے کچھ زیادہ ہے ۵ سلاطین مصر فرماں روا ہوئے۔

(۱) ناصر محمد بن قایتبای، دوبارہ

(۲) ظاہر قانصوہ اشرفی ۹۰۴ھ

Marfat.com

(۳) الاشرف جان بلاط ۹۰۵ھ

(۴) العادل طومان بائے ۹۰۶ھ

(۵) الملک قانصوہ غوری ۹۰۶ھ تا ۹۲۲ھ

امام السیوطی نے اسی خلیفہ کے عہد میں وفات پائی۔ یمن میں ۹۱۱ھ میں بڑا شدید طوفان آیا، ۹۱۸ھ میں سلطان سلیم اوّل عثمانی ترک بادشاہ کی تخت قسطنطنیہ پر تخت نشینی ہوئی۔ یہی سلطان بعد کو ۹۲۳ھ میں عثمانی خاندان کا پہلا خلیفہ ہوا۔

(۱۷) المتوکل علی اللہ ثالث محمد بن یعقوب العباسی الہاشمی

ولادت : سنہ

خلافت : ۹۲۰ھ (۱۵۱۴ء)

دستبرداری : ۹۲۳ھ (۱۵۱۸ء)

مدت خلافت : ۳ سال

المتوکل علی اللہ ثالث عباسیہ مصر کا آخری خلیفہ تھا۔ اس کے عہد میں مصر میں ممالیک کی حکومت بھی ختم ہوگئی۔ اور خاندانِ عباسی کی خلافت بھی۔ سلطان سلیم اول خاندانِ بنی عثمان کا ترکی بادشاہ جو اپنے خاندان کا نواں بادشاہ تھا۔ شام کی فتح کے بعد مصر میں فاتحانہ داخل ہوا اور مصر میں ممالیک کی حکومت ختم کر کے اپنی طرف سے حاکم مقرر کر دیا۔ واپسی میں خلیفہ المتوکل علی اللہ ثالث کو بھی قسطنطنیہ لیتا گیا۔ وہاں ان کے رہنے سہنے کا بہت اچھا انتظام کر دیا، لیکن المتوکل نے یہ سوچ کر کہ ایک بے اختیار خلیفہ سے ایک بااختیار خلیفہ بہتر ہوگا بغیر کسی جبر کے خود قاضی کو بلا کر خلافت سے اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ اور تبرکاتِ خلافت، علم، تلوار، ردائے مبارک اور حرمین کی کنجیاں سلیم اول کے حوالہ کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر سب نے بیعت کر لی اور خلافت عباسیہ منتقل ہو کر ترک سلاطین بنی عثمان میں آگئی جسے ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ختم کر دیا۔

Marfat.com

خلافتِ عثمانیہ

القاہرہ (مصر) کے آخری عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ الثانی کو ترکی سلطان سلیم اول نے فتح مصر کے بعد ۹۲۳ھ میں واپس قسطنطنیہ جاتے ہوئے پورے اکرام و احترام کے ساتھ لے لیا تھا۔ ابتداءً مقصد یہ تھا کہ اب مصر دولت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہے تو نام کی خلافت بھی اب یہاں کیوں رہے۔ اسے بھی مرکز سلطنت شہر قسطنطنیہ ہی میں رہنا چاہیئے تاکہ خلافت و سلطنت دونوں کے دو مراکز باقی نہ رہیں۔ ایک ہی شہر مرکز قرار پائے۔ لیکن جب سلطان سلیم یاوز جو تاریخ میں سلطان سلیم اول کہلاتا ہے خلیفہ کو ساتھ لے کر قسطنطنیہ پہنچ گیا تو عباسی خلیفہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک بے اختیار خلیفہ سے جیسا کہ اب تک مصر کے عباسی خلفاء تھے۔ ایک با اختیار خلیفہ زیادہ کام کر سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے وہاں کے علماء اور ارباب حل و عقد سے مشورہ کیا اور تبرکات خلافت سلطان سلیم یاوز کے سپرد کر کے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اب سے عثمانی بادشاہ سلیم یاوز خادم الحرمین الشریفین، اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین بھی ہوں گے۔

خاندان عثمانی کے نویں فرمان روا کو خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس سے پہلے کے آٹھ سلاطین عثمانی اگرچہ خلیفہ نہ تھے صرف بادشاہ تھے۔ لیکن دولت عثمانیہ کے اولین فرمان روا وہی تھے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ربط قائم رکھنے کے لئے دولت عثمانیہ کی ابتدائی بادشاہوں کی ایک مختصر فہرست بھی اولین عثمانی خلیفہ سلطان سلیم کے تذکرہ سے پہلے لکھ دی جائے۔ تاکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے کہ عباسی گھرانے

Marfat.com

سے خلافت جب عثمانی خاندان میں منتقل ہوئی تو حالات کیا تھے۔

(۱) عثمان الاول بن ارطغرل بن سلیمان شاہ۔ الترکمانی (بانی دولت عثمانیہ)

ولادت ......، شاہی ۶۹۹ھ / ۱۳۰۰ء، وفات ۷۲۶ھ / ۱۳۲۶ء

اپنے والد ارطغرل المتوفی ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء کی وفات پر علاؤالدین سلطان سلجوقی کی طرف سے جاگیردار مقرر ہوئے۔ ۶۸۸ھ / ۱۲۸۹ء میں قونیہ کے قریب قلعہ قرہ حصار (بلدۃ افیون) فتح کیا اس کے بعد سلطان علاءالدین سلجوقی نے ان کو بک کا لقب دیا۔ اور اپنے نام کا سکہ جاری کرنے کی اجازت دی۔ جمعہ کے خطبات میں ان کا نام لیا جانے لگا۔ عملاً یہ بادشاہ ہوگئے لیکن بادشاہ کا لقب نہیں اختیار کیا۔ ۶۹۹ھ / ۱۳۰۰ء میں تاتاریوں نے ایشائے کوچک پر حملے کئے اسی سال سلجوقی سلطان قونیہ علاءالدین کی وفات ہوئی۔ علاؤالدین کے فرزند سلطان غیاث الدین سلجوقی بادشاہ ہوئے انہیں تاتاریوں نے قتل کردیا۔ عثمان الاول نے تاتاریوں کو شکست دی اور بادشاہ کا لقب اختیار کرکے شہر بورصہ سے شمال مشرق کی طرف ایک نیا شہر ینی شہر بسایا۔ اس کی قلعہ بندی کی اور اسی شہر کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔

ملک شاہ سلجوقی المتوفی ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء کے بعد ملک شاہ مرحوم کی حکومت اس کی اولاد میں تقسیم ہوگئی تھی اور ایشیائے کوچک میں متعدد ریاستیں قائم تھیں۔ ان ریاستوں نے تو عثمان الاول کی شاہی کو مراسلات اور مصالحات کے ذریعے قبول کرلیا لیکن ایشیائے کوچک میں کئی ریاستیں رومن عیسائیوں کی بھی موجود تھیں۔ انہوں نے اپنی امداد کے لئے تاتاریوں کو دعوت دی۔ تاتاری مجتمع ہوکر اور ایک لشکر عظیم لے کر آئے اور شہر بورصہ کو صدر مقام بناکر عثمان الاول کے خلاف کارروائی شروع کی۔ مقامی رومن امراء کے علاوہ انہیں رومن دربار قسطنطنیہ کی فوجی امداد بھی حاصل تھی۔ ان کے مقابلہ کے لئے عثمان الاول نے اپنے فرزند اورخان الاول ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں روانہ کیا۔ رومن امراء میں سے جو مسلمان ہوچکے تھے۔ انہوں نے اورخان کی امداد کی۔ اور اورخان نے ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء میں طویل محاصرہ

Marfat.com

کے بعد شہر بورصہ کو فتح کر لیا۔ تاتاری مارے گئے یا بھاگ کر منتشر ہو گئے۔ اورخان نے بورصہ والوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ بورصہ کا رومن حاکم آفرینوس صدق دل کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اس کو بک کا خطاب ملا۔ اور زمانہ مابعد میں دولت عثمانیہ کے بہترین سپہ سالاروں میں ایک نامور اور مشہور سپہ سالار ثابت ہوا۔

(۲) غازی اورخان الاول بن عثمان الاول

ولادت ۶۸۰ھ (۱۲۸۱ء)، شاہی ۲۱؍رمضان ۷۲۶ھ (۲۱؍اگست ۱۳۲۶ء)

وفات ۷۶۱ھ (۱۳۶۰ء)۔

ان کے والد عثمان خان اول بانی دولت عثمانیہ نے اپنی مرض موت میں ان کو بلایا جب یہ ینی شہر پہنچے تو ان کے والد عثمان خان کا آخری وقت تھا۔ ان کے والد نے ان کو ولیعہد مقرر کیا حالانکہ یہ اپنے بھائی علاء الدین سے چھوٹے اور عثمان خان کے دوسرے فرزند تھے۔

علاء الدین نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اخلاص کے ساتھ اپنے سے چھوٹے بھائی کی بادشاہی قبول کر کے صدر اعظم (وزیر اعظم) ہونا قبول کر لیا۔ دونوں بھائیوں میں ہمیشہ میل ملاپ رہا۔ داخلی معاملات صدر اعظم طے کرتے تھے اور خان غازی کو فتوحات کے لیئے فرصت حاصل تھی۔

انہوں نے اپنی فاتحانہ یلغار کے ذریعے وسط ایشیا کی ریاستوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔ یورپ میں بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ رومن حکومت قسطنطینیہ کو ہر جگہ ان کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور ۳۵ سال تک کامیابی و کامرانی کے ساتھ بادشاہی کر کے وفات پائی اور شہر بورصہ میں دفن ہوئے۔

(۳) غازی مراد خان اول بن اورخان الاول

ولادت ۷۲۶ھ (۱۳۲۶ء)، شاہی ۷۶۱ھ (۱۳۶۰ء)، وفات ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء)

Marfat.com

انہوں نے سب سے پہلے اہم شہر انقرہ کو فتح کیا اس کے بعد ان کی فوجوں نے اورنہ فتح کیا۔ قسطنطنیہ کی رومن حکومت نے مجبور ہو کر شہر اورنہ کو مراد خان کی فوجوں کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد سے یہی شہر ۸۵۷ھ / ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کی فتح تک دولت عثمانیہ کا دارالسلطنت رہا۔

غازی مراد خان اول نے اپنے مسلسل جہاد اور پیا پے فتوحات کے ذریعہ ایشیائے کوچک کے علاقہ کو اور جنوبی یورپ کے بہت بڑے حصہ کو قسطنطنیہ کی رومن حکومت کے چنگل سے آزاد کرا لیا۔

صرف ایک رومن ریاست جو شہر الاشہر (فیلاڈلفیا) ایشیائے کوچک میں باقی رہ گئی جسے مراد خان کے فرزند اور جانشین سلطان بایزخان اول نے ۷۹۳ھ / ۱۳۹۱ء میں فتح کر کے رومن حکومت کا نشان ایشیائے کوچک سے مٹا دیا۔

غازی مراد اوّل کی وفات اس طرح ہوئی کہ ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء میں قوص اوہ کی مشہور فتح کے بعد سلطان میدان جنگ میں مجروحین کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ایک سروی فوجی نے سلطان کو خنجر پھینک کر زخمی کر دیا۔ چند دنوں کے بعد ۱۵ر شعبان ۷۹۱ھ (مطابق دوشنبہ ۹ر اگست ۱۳۸۹ء) کو اس مجاہد اور غازی بادشاہ نے وفات پائی۔ عمر ۶۵ سال ہوئی اور مدت حکومت ۳۰ سال۔

(۴) سلطان غازی بایزید خان اول۔ (بایزید یلدرم)

ولادت ۷۶۱ھ / ۱۳۶۰ء، شاہی ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء، وفات ۱۵ر شعبان ۸۰۵ھ (۱۰ر مارچ ۱۴۰۳ء)

سرویا والوں کو داخلی آزادی دے کر ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ بادشاہ سرویا اسٹیفن کو سلطنت چھن جانے کے بعد مایوس ہو کر آوارہ گرد ہو گیا تھا بلا کر سرویا کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اس کی بہن اولی ویرا سے نکاح کر کے محل سرائے میں داخل کر لیا اس طرح یورپ کی طرف سے مطمئن ہو کر ایشیا کی طرف متوجہ ہوا اور ۷۹۳ھ / ۱۳۹۱ء میں آلا شہر کو فتح کر کے

Marfat.com

رومن حکومت کی آخری یادگار کو ایشیا سے ختم کر دیا۔

بایزید اتنی تیزی کے ساتھ سپاہیانہ حرکتیں کرتا تھا کہ اس کا لقب یلدرم یعنی بجلی مشہور ہو گیا۔ اور تاریخ میں اسے بایزید یلدرم ہی لکھا جاتا ہے اس کے بعد اس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا قسطنطنیہ اسی وقت فتح ہو جاتا اگر مغل قہرمان تیمور لنگ ٹھیک اسی وقت ایشیائے کوچک پر اپنی زبردست ٹڈی دل فوج سے حملہ نہ کر دیتا۔

تیمور نے شہر سیواس پر حملہ کر کے بایزید یلدرم کے فرزند ارطغرل کو گرفتار کیا اور اسے بے قصور قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایشیائے کوچک میں بڑھتا ہوا شہر انقرہ کے قریب جا پہنچا۔ یہاں تیمور کا مقابلہ بایزید یلدرم سے ہوا۔ بایزید نے ایسی داد شجاعت دی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ لیکن سلطان کی فوج میں بڑی تعداد میں آیدین، صاروخان اور کرمیان کے عیسائیوں کی تھی جو عین میدان جنگ میں تیمور لنگ سے جا ملی اور سلطان بایزید کو تیمور کی فوج نے کمند مار کر گرفتار کر لیا۔ اسی کے ساتھ سلطان بایزید یلدرم کا فرزند موسیٰ بھی گرفتار ہو گیا۔

یہ واقعہ ۱۹ ذی الحجہ ۸۰۴ھ (۲۰ جولائی ۱۴۰۲ء) کو پیش آیا۔ یورپی مورخین نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ تیمور لنگ نے بایزید یلدرم کو ایک آہنی پنجرے کو لئے پھرتا تھا اور اسی حالت میں بایزید یلدرم نے وفات پائی۔

یہ محض افسانہ ہے۔ تیمور لنگ نے بایزید یلدرم کے ساتھ ایسا کوئی سلوک نہیں کیا تھا اس نے اچھا سلوک کیا تھا۔ بایزید کی وفات ۱۵ شعبان ۸۰۵ھ (۱۰ مارچ ۱۴۰۳ء) کو تیرہ سال بادشاہی کے بعد ہوئی۔ اس وقت بایزید یلدرم کی عمر ۴۴ سال تھی اس نے اپنے فرزند موسیٰ کو وصیت کی کہ اس کی لاش پورے تزک و احتشام کے ساتھ بورصہ پہنچائی جائے اور اس وصیت کے مطابق عمل ہوا۔ اس کی قبر بورصہ میں سلطان مراد کے قریب ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت بایزید یلدرم اور اس کا فرزند موسیٰ تیمور لنگ

Marfat.com

کی قید میں تھے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن نہ تو وہ آہنی پنجرے میں بند تھے اور نہ وہ آہنی زنجیروں میں مقید تھے ہاں انہوں نے تخت رواں پر فوجی نگرانی میں سفر کیا تھا جسے یورپ والوں نے آہنی پنجرہ قرار دے دیا حالانکہ نہ تخت رواں آہنی ہوتا ہے اور نہ اسے پنجرہ کہا جا سکتا ہے

(۵) غازی سلطان محمد اول (عرف محمد چلپی) بن سلطان بایزید یلدرم

ولادت ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء، شاہی ۸۰۵ھ / ۱۴۰۳ء، وفات ۸۲۴ھ / ۱۴۲۱ء

بایزید یلدرم کی وفات کے بعد دولت عثمانیہ میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی اور تیمور لنگ نے اپنی سیاسی چالوں سے خاندان عثمانی کے ہر شاہزادہ کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا فرماں روا بنا دیا تھا۔ سلطان محمد الاول کا سارا زمانہ ان ہی داخلی فتنوں کے دبانے اور مرکزی حکومت کے استوار کرنے میں بسر ہوا، اور بہت سی مشکلات سے گزر کر انہوں نے بایزید یلدرم کے تمام مقبوضہ علاقوں کو ایک مرکز کے ماتحت منظم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ وہ اسی مہم میں مشغول تھے کہ ۸۲۴ھ / ۱۴۲۱ء میں انہوں نے وفات پائی۔

ان کے عہد حکومت میں ایک شخص بدرالدین نے ایک فتنہ عجیب پیدا کیا اور بہت سے مسلمان اور عیسائی اس کے شریک دعوت ہو گئے۔ ایک یہودی فتنہ پرور طورلاق نے جس نے بظاہر مسلمان بن کر اپنا نام طورلاق کمال رکھ لیا تھا۔ بدرالدین کا ساتھ دیا۔ تمام ادیان کو ایک قرار دیا اور مال و متاع میں اشتراکیت کا دین مزدکی پھیلایا۔ سلطانی افواج کو کئی بار شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر سلطان محمد الغازی نے اپنے وزیر اعظم بایزید پاشا کو اس کے مقابلہ میں بھیجا۔ شہر ازمیر کے قریب راس فرہ بورنوں پر ایک خونیں جنگ میں بدرالدین کے فتنہ کو ختم کیا۔ اس کی بنیاد وہی عقیدہ تھا جو بہائیوں کا ہے کہ سارے ادیان حق ہیں۔ اور اس کے سوا وہ اشتراکیت کا علم بردار

Marfat.com

بھی تھا۔ ایک شخص پیر تلیجہ مصطفیٰ بھی اس کا پرجوش ساتھی تھا۔ وہ مذکورہ بالا جنگ میں گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس وقت تو اس فتنہ کا بانی بدرالدین بھاگ کر یورپ چلا گیا لیکن ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء میں گرفتار کر لیا گیا، امام التفتازانی کے شاگرد رشید مولانا سعید نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر فرمایا اور بدرالدین کو پھانسی دے دی گئی، اس طرح یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

غازی سلطان محمد اول نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند مراد خان ثانی کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔

(۶) سلطان غازی مراد خان ثانی بن سلطان محمد اول

ولادت ۸۰۶ھ / ۱۴۰۳ء، شاہی ۸۲۴ھ / ۱۴۲۱ء، وفات ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء

غازی مراد خان ثانی بہت ہی دیندار، مخلص اور بہادر فرمان روا تھے۔ انہوں نے یورپ کی حکومتوں سے عدم جارحیت کے معاہدات کر کے اور ان سے عدم جارحیت پر حلف لے کر دولت عثمانیہ میں امن و امان قائم کر دیا۔ اس کے بعد اپنے فرزند سلطان محمد ثانی کو ۱۴ سال کی عمر میں بادشاہ بنا کر تخت و تاج سے دست بردار ہو گئے اور ایدین میں پرسکون زندگی بسر کرنے کے لئے جا بیٹھے، لیکن ہنگری کی معاہدہ شکنی اور یلغار بے پر بے وجہ حملہ نے سلطان کو عمل کی دنیا میں واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح ان کو تین بار کرنا پڑا کہ کنج خموشی سے نکل کر میدان جہاد میں واپس آئے۔ پاپائے اعظم نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ مسلمانوں سے معاہدہ کر کے توڑ دینا اور حلف لے کر نقض عہد کرنا جائز ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسا کرنا واجب ہے۔ پہلی بار تو پاپائے اعظم کے نائب مقدس کارڈنیل سیزارینی خود سلطان کے خلاف جنگ میں شریک ہو کر لڑے، مگر شکست کھائی اور میدان ہی میں قتل ہوئے۔

Marfat.com

سلطان اس قدر متوازن مزاج کے آدمی تھے کہ انہوں نے جب پہلی بار تخت زتاج سے دست برداری کی تو جب کبھی وہ جہاد کے لئے ایک عام مجاہد کی حیثیت سے آئے، بادشاہ نہیں بنے۔ سلطان مراد تمام بڑی جنگوں میں خود ہی کمان کرتے تھے، اور یہ عجیب بات ہے کہ تیس سال کی طویل مدت میں کبھی ان کو شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ فتح و ظفران کے قدم چومتے تھے۔

سلاطین عثمانیہ میں سلطان غازی مراد الثانی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہنگری کے بلغار یہ پر حملے کو روکنے میں توپ استعمال کی۔ اس سے پہلے کسی میدان میں عثمانیوں نے توپ نہیں استعمال کی تھی۔

سلطان مراد ثانی کی وفات ۵، محرم ۸۵۵ھ ہجری مطابق ۷، فروری ۱۴۵۱ء کو ہوئی۔ ان کا جنازہ شہر بورصہ لے جاکر وہیں ان کی تدفین ہوئی۔ اس وقت سلطان کی عمر صرف ۴۹ سال تھی۔

(۷) سلطان غازی ابوالفتح محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ بن سلطان مراد ثانی۔

ولادت:- ۲۶، رجب ۸۳۳ھ ہجری (مطابق ۲۰، اپریل ۱۴۲۹ء)

شاہی:- ۸۴۸ھ ۸۵۵ھ

وفات:- ۴، ربیع الاوّل ۸۸۶ھ ہجری (مطابق ۳، مئی ۱۴۸۱ء)

یہ وہ عظیم المرتبت غازی ہے جو تاریخ عالم میں سلطان محمد فاتح کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خاندان عثمان کے ساتویں فرمان روا تھے۔ سلطان مراد ثانی کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے ان کے والد غازی مراد ثانی نے ۸۴۸ھ میں جب تخت و تاج کو چھوڑ کر پر سکون زندگی بسر کرنے کے لئے ایدین میں قیام کا فیصلہ کیا تو اپنے اس ہونہار فرزند کو جن کی عمر صرف ۱۴ سال تھی تخت عثمانی پر متمکن کر کے ایدین چلے گئے۔ اس کے بعد یوروپ والوں

Marfat.com

کی عہد شکنی اور پاپائے اعظم کے مخالفانہ فتووں کی وجہ سے تین بار انہیں میدان جہاد میں آنا پڑا لیکن ہر بار وہ سلطان محمد ثانی کو بادشاہ وقت تسلیم کر کے ان ہی کے ماتحت ایک مجاہد و سپہ سالار کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اگرچہ سعادتمند فرزند نے اپنے والد بزرگوار کا احترام اور اطاعت سے کبھی سرتابی کا تصور بھی نہیں کیا لیکن صاحب تخت و تاج بنے رہے۔ بالآخر ۵ محرم ۸۵۵ھ کو جب غازی سلطان مراد ثانی بمقام اورنہ وفات پا گئے تو دوسرے امور سلطنت کے ساتھ ساتھ یورپی محاذ کا کام بھی سلطان محمد فاتح کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔

رومی سلطنت قسطنطنیہ دولت عثمانیہ کے لئے ایک مدت سے دردسر تھی ہمیشہ کسی نہ کسی ریاست کو تیار کر کے دولت عثمانیہ پر حملہ کرا دیتی تھی پاپائے روم نے مسلمانوں کے خلاف کو مقدس جنگ کا مرتبہ دے کر ساری جنوبی ریاستوں کو عثمانیوں کے خلاف تیار کر دیا تھا۔ اس لئے سلطان محمد فاتح کے لئے سب سے بڑا مسئلہ قسطنطین ثانی والی قسطنطنیہ کو صلح و صفائی پر تیار کرنا تھا، اس لئے انہوں نے قسطنطین کو تاریخ ۵ رجمادی الاول ۸۵۶ھ یہ مراسلہ لکھا کہ آپ عدم جارحیت کا معاہدہ کر لیں۔ لیکن قسطنطین نے اس درخواست مصالحت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اب سلطان نے قسطنطنیہ کا محاصرہ جو کیا تھا اسے یورپی ریاستوں کے متحدہ بیڑے نے توڑ دیا۔ اس کے بعد سلطان نے وہ عجیب و غریب تدبیر کی جو نہ اس سے پہلے کبھی کی گئی تھی۔ اور نہ اس کے بعد اب تک کسی سے بن آئی وہ تدبیر یہ تھی کہ سلطان نے ستر کشتیاں خشکی پر چھ میل سے زیادہ فاصلہ تک چلا کر سمندر میں قسطنطنیہ اور متحدہ یورپی بیڑے درمیان میں اتار دیں۔ یہ کام راتوں رات ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو سلطانی افواج قسطنطنیہ کے اندر داخل ہو گئی اور ۲۰ رجمادی اولی ۸۵۷ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء یوم سہ شنبہ) شہر قسطنطنیہ فتح ہو گیا۔ شہر قسطنطنیہ جب سے قائم ہوا

Marfat.com

تھا۔ کسی فاتح نے اسے فتح نہیں کیا تھا مسلمانوں نے کئی بار اس کو فتح کرنے کی کوشش کی جس کی ابتداء ۴۷ء ؁ ۴۸ھ میں بزمانۂ امیر المؤمنین حضرت معاویہ ابن ابی سفیانؓ ہوئی تھی اور یزید بن معاویہ کی سپہ سالاری میں مسلمان مجاہدین نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اسی محاصرہ کے دوران میزبان رسول حضرت ابو ایوب خالد الانصاری نے وفات پائی تھی اور فصیل کے قریب ہی ان کی قبر مبارک موجود ہے۔ فتح کے بعد سلطان محمد فاتح نے اس کے قریب ہی ایک مسجد تعمیر کرادی جو اب تک موجود ہے اور الحمد للہ کہ آباد ہے۔

اس پہلے محاصرہ کے بعد آٹھ سو سال کی طویل مدت میں قسطنطنیہ پر کئی بار فاتحانہ حملے ہوئے مگر یہ کبھی فتح نہیں ہو سکا تھا۔

فتح کے بعد سلطان محمد فاتح نے معافی عام کا اعلان کر دیا اور عیسائیوں کو ہر طرح مسلمانوں کے برابر حقوق عطا کر دیئے اس لئے پاپائے اعظم کی سعی بسیار کے باوجود عیسائی اقوام نے پھر قسطنطنیہ پر کوئی حملہ نہیں کیا سلطان نے اس شہر کو دولت عثمانیہ کا صدر مقام قرار دیا۔ اور اس کا نام اسلام بول یعنی شہر اسلام قرار دیا۔ عیسائی مقتدایان مذہب یعنی بطریقوں اور پادریوں کی تنخواہیں، جاگیریں، اعزاز و اکرام اس حد تک باقی رکھے گئے کہ مسلمان سپاہیوں کو ان کے جلوسوں میں شریک ہونے اور ان کے تہواروں میں رونق محفل ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ ۱۴۵۴ء میں ولادت مسیح کا تہوار اس شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا کہ خود پاپائے اعظم کو بھی ویٹیکن (اٹلی) میں کبھی وہ شان و شکوہ میسر نہ آ سکا تھا۔

سلطان محمد فاتح نے اس کے بعد بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ جزائر یونان فتح کئے۔ ہنگری کا بہت بڑا حصہ فتح کیا۔ تیمور لنگ کے ایک جانشین اوزن حسن نے شہر توقات کو تباہ کر دیا تو سلطان نے اس کی ایسی گوشمالی کی کہ تیمور کے جانشینوں میں سے کسی

Marfat.com

کو پھر چیرہ دستی کا حوصلہ نہ ہو سکا۔

سلطان محمد فاتح نے بہت سی مسجدیں تعمیر کیں، بہت سے مدرسے بنوائے، تعلیم مفت اور عام کر دی۔ نئے نئے قوانین جاری کئے اور بالآخر عظیم ملی خدمات کی انجام دہی کے بعد ۳۱ سال تک شاہانہ حکومت کر کے ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء میں بمقام آستانہ (اسلام بول) وفات پائی۔ اور اپنی تعمیر کردہ مسجد فاتح کے سامنے دفن کئے گئے۔

سلطان محمد فاتح کے متعلق پوری صداقت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ: ؎

موڑ کر رکھ دی تھی اس نے جنگ کے میدان میں
زورِ ناحق کی کلائی، خنجرِ باطل کی دھار

(۸) سلطان غازی بایزید خان ثانی بن سلطان محمد فاتح۔

ولادت ۸۵۱ھ / ۱۴۴۷ء، شاہی ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء، وفات ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء

سلطان محمد فاتح نے اپنی وفات کے وقت دو فرزند چھوڑے اول، بایزید خان اور دوم، شاہزادہ جم۔ سلطان محمد فاتح کی وفات کے وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی آستانہ (اسلامبول) میں موجود نہ تھا۔ بڑے شاہزادے بایزید ثانی اماسیا کے گورنر تھے اور چھوٹے شاہزادے جم قرمان کے گورنر تھے۔ سلطان محمد کی وفات کے بعد بڑے فرزند بایزید ثانی کو اطلاع دی گئی اور وہ نو دن کے بعد دار السلطنت پہنچ کر فرماں روائے دولت عثمانیہ ہوئے

شہزادہ جم کو پاپائے اعظم اور دیگر فرماں روایان یورپ نے سلطان بایزید کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ ایک بار دونوں بھائیوں کے مابین فوجی مقابلہ بھی ہوا لیکن شہزادہ جم میدان سے فرار ہو گئے۔ پھر تیرہ سال تک مختلف ممالک یورپ میں بسر کرنے کے بعد اٹلی میں ۳۶ سال کی عمر پا کر بتاریخ ۸ جمادی اولیٰ ۹۰۰ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۴۹۵ء وفات پا گئے اور وہیں شہر گائیٹا میں دفن ہوئے۔

سلطان بایزید ثانی ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء تک دولت عثمانیہ کے بادشاہ رہے یہ طبعاً صلح پسند

Marfat.com

تھے۔ جنگ و جدال کو ناپسند کرتے تھے لیکن با دل نخواستہ ان کو بھی جنگ و جدال سے واسطہ پڑتا ہی رہا اور اس میدان میں بھی یہ ناکام نہیں رہے البتہ ان کی صلح پسندی کی وجہ سے جانثاری فوج ان سے ناخوش رہتی تھی۔ آخر عمر میں ان کے فرزندوں نے اطاعت سے منہ موڑ کر کچھ فتنے پیدا کئے۔ اور فوج نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ اپنے فرزند سلیم یاوز کے حق میں تخت و تاج سے دست بردار ہو جائیں چنانچہ ۸ رصفر ۹۱۸ھ (۲۵ اپریل ۱۵۱۲ء) کو وہ سلیم اول یاوز کے حق میں دست بردار ہو کر شہر ویموتیقا (سرحد یونان) میں بقیہ عمر گزارنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ لیکن راستہ ہی میں بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۹۱۸ھ (۲۶ مئی ۱۵۱۲ء) ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ شاہی اعزاز و احتشام کے ساتھ بروصہ لا کر خاندانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

سلطان بایزید کے دور حکومت میں دولت عثمانیہ کے حدود میں ان کی صلح پسندی اور عدم جارحیت کے معاہدوں کی وجہ سے کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوا۔ مگر تعلیمی اداروں، کتب خانوں اور مساجد میں بڑا اضافہ ہوا۔

(۹) سلطان سلیم اول ملقب بہ یاوز بن سلطان بایزید ثانی (امیر المؤمنین)

ولادت ۸۷۵ھ، شاہی ۷ رصفر ۹۱۸ھ، وفات ۹ رشوال (۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ء)

سلطان سلیم اول کو اس کی تیزی اور بہادرانہ جنگی کارروائیوں کی وجہ سے زمانۂ شہزادگی میں لوگ یاوز (شکرا) کہتے تھے۔ یہ پہلے عثمانی بادشاہ ہیں جو علماء کے فتوے اور عوام کی رائے سے خلیفہ ہوئے محمد المتوکل علی اللہ (الثالث) نے تبرکات خلافت ان کے حوالے کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ اس طرح خلافت ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء سے خاندان عباسیہ سے خاندان عثمانی آ گئی، اور دارالخلافہ قسطنطنیہ قرار پایا۔

سلطان سلیم اول نے مغرب و مشرق میں بہت سی کامیاب جنگوں کے بعد ایران کے صفوی بادشاہ کو بار بار شکست دی۔ عراق فتح کیا۔ شام فتح کیا اور ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں مصر کو بھی

Marfat.com

فتح کر لیا۔ وہاں سے واپسی میں آخری عباسی خلیفہ محمد المتوکل الثانی ان کے ساتھ قسطنطنیہ آئے اور بغیر کسی جبر و اکراہ کے انہوں سلطان سلیم اول کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ المسلمین تسلیم کر لیا۔

سلطان سلیم اول بڑے نامور فاتحین میں شمار ہوتے ہیں وہ بہت جلد معاملات کے فیصلے کرتے تھے اور اپنے فیصلوں پر بڑی تیزی اور نہایت سختی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے تھے۔ وہ اپنے آخری ایام میں جزیرہ روڈس کی فتح کا نقشہ بنا رہے تھے۔ مگر موت نے فرصت نہیں دی۔ وہ قسطنطنیہ سے ادرنہ جا رہے تھے کہ دوران سفر ۹ رشوال ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء کو پیام اجل آ گیا۔ مدت حکومت صرف نو سال ہوئی۔

(۱۰) امیر المومنین سلطان غازی سلیمان خان قانونی (سلیمان اول بن سلیم اول عثمانی)

ولادت :- یکم شعبان ۹۰۰ھ (۲۷ راپریل ۱۴۹۵ء)

خلافت :- ۱۶ رشوال ۹۲۶ھ (۲۹ راپریل ۱۵۲۰ء)

وفات :- ۲۰ رصفر ۹۷۴ھ (۵ رستمبر ۱۵۶۶ء)

یہ خاندان عثمانی کے دسویں فرمان روا اور عثمانی خلفائے اسلام میں سے دوسرے خلیفۃ المسلمین تھے۔ اپنے زمانہ میں متعدد اعلیٰ قوانین کی اجرائی کی وجہ سے سلیمان القانونی کہلاتے ہیں۔ ان کے خطوط پر ابتدائی سطر سورہ النمل کی یہ آیت ہوا کرتی تھی

اِنہ مِن سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انہوں نے نہ صرف دولت اسلامیہ کی داخلی تنظیم کی۔ عدالتی قوانین وضع کئے اور ایسے معاشرتی اور معاشی قواعد و ضوابط بنا کر نافذ کئے جن کی بنیاد شریعت اسلامی پر تھی بلکہ امیر المومنین سلیمان القانونی نے اپنے چھیالیس سالہ دور خلافت میں جہاد کا سلسلہ کبھی ختم نہ کیا اور خلافت کے حدود کو یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں انتہائے وسعت تک پہنچا دیا۔ ان کے بعد دولت عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ اس سے زیادہ کبھی وسعت

Marfat.com

حاصل نہ کر سکی۔

سلیمان قانونی کے عہد میں خلافت کے براہ راست ماتحت ممالک کے علاوہ ان ممالک پر بھی جو براہ راست خلافت کے ماتحت نہ تھے۔ خلافت کا معنوی اثر تھا اور بہت تھا۔ سارے مسلمان مرکز خلافت کا نہ صرف احترام کرتے تھے بلکہ اسے روحانی، اور دنیاوی مرکز تسلیم کرتے تھے۔ سوائے ایران کی صفوی حکومت کے ہر حکومت کے فرمان روا خلیفہ وقت سے فرمان روائی کی سند حاصل کرنے کو اپنی بڑی کامیابی اور انتہائی خوش قسمتی سمجھتے تھے اور اس وقت تک تخت حکومت پر قدم رکھنا ناجائز سمجھتے تھے جب تک کہ خلیفہ کی طرف سے خلعت فرمان روائی اور سند حکمرانی نہ آجائے۔ اس کے لئے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ دربار عام منعقد ہوتا اور خلیفہ کا سفیر دربار میں نئے بادشاہ کو خلیفہ کی طرف سے خلعت پہناتا۔ کمر میں تلوار دیتا۔ اقرار ایمان لیتا۔ عدل وانصاف کی تاکید کرتا اور سند حکمرانی پڑھ کر سناتا تھا۔

جہاں مسلمان اقلیت میں تھے، ان کی دینی تعلیم کے لئے خلافت کے خرچ سے مدارس قائم ہوتے اور مقامی حکومتوں کو مسلمانوں کی آزادی قائم رکھنے کے لئے تاکید کی جاتی۔ بلکہ بعض جگہ سیاسی طور پر انہیں مجبور کیا جاتا تھا۔

۴۶ سال تک شاندار اور عدل پرور حکمرانی کے بعد امیر المومنین سلیمان قانونی کا ۲۰ صفر ۹۷۴ھ (۵ ستمبر ۱۵۶۶ء) کو ۷۲ سال کی عمر میں جب کہ ہنگری کے ایک شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے انتقال ہو گیا۔ یہ شہر وفات کے تین دن بعد ۲۳ صفر ۹۷۴ھ کو فتح ہوا۔ تین دن تک ان کی وفات کی خبر چھپائی گئی اور فتح کا اعلان سلیمان قانونی ہی کے نام سے ہوا تاکہ مجاہدین کا دل نہ ٹوٹنے پائے۔

(۱۱) امیر المومنین غازی سلیم خان ثانی بن سلیمان قانونی۔

ولادت :- ۶ رجب ۹۳۰ھ (۱۰ مئی ۱۵۲۴ء)

Marfat.com

خلافت :- ۹ ربیع الاول ۹۷۴ھ (۲۴ دسمبر ۱۵۶۶ء)

وفات :- ۲۷ شعبان ۹۸۲ھ (۱۲ دسمبر ۱۵۷۴ء)

یہ خاندان کے گیارہویں فرماں روا اور اس خاندان کے تیسرے خلیفۃ المسلمین تھے جس وقت ان کے والد امیر المومنین سلیمان قانونی کی ہنگری کے شہر اسکدوار (شہر تسگید) کے محاصرہ میں وفات ہوئی۔ اس وقت غازی سلیم ثانی شہر کوتاہیہ میں تھے۔ وفات کی خبر ملتے ہی وہ سیدھے شہر بلغراد پہنچے اور سلیمان قانونی کے جنازہ کو اسکدوار سے قسطنطنیہ پہنچانے کا انتظام کیا اور جنازہ لے کر قسطنطنیہ پہنچے۔ تجہیز و تکفین کے بعد ۹ ربیع الاول ۹۷۴ھ کو ان کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت ہوئی۔

سلیم خان غازی کی والدہ روکسلان ایک روسی شہزادی تھیں۔

غازی سلیم ثانی کی مدت خلافت صرف آٹھ سال پانچ مہینہ ہے وہ قمری سال سے صرف ۵۲ سال کی عمر میں وفات پاگئے لیکن یہ چھوٹی سی مدت بھی فتوحات سے خالی نہیں ہے انہوں نے یمن کے فتنوں کو ختم کیا۔ جزیرہ قبرص ۱۰ ربیع الاول ۹۷۹ھ (۲ اگست ۱۵۷۱ء) کو فتح کر کے عیسائیوں کی بے انصافیوں سے جزیرہ کے باشندوں کو نجات دلوائی، اور جزیرۂ قبرص کا الحاق دولت عثمانیہ سے کر لیا۔

پاپائے اعظم نے ان کے خلاف مذہبی جہاد کا اعلان کیا اور ساری عیسائی حکومتوں نے مل کر عثمانی بحری بیڑہ کو بحر ایڈریاٹک میں ایک بار شکست بھی دی۔ لیکن ترک مجاہدین کی ہمت مردانہ بدستور قائم رہی اور سنان پاشا نے ۹۸۰ھ میں عیسائی بحریہ پر جوابی حملہ کر کے اس کی تلافی کر دی۔

۲۷ شعبان ۹۸۲ھ (۱۲ دسمبر ۱۵۷۴ء) کو غازی سلیم ثانی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے چھ بیٹے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔ ان کی وفات کے بعد فرزند اکبر سلطان غازی مراد ثالث مسند آرائے خلافت ہوئے۔

Marfat.com

(۱۲) امیرالمومنین سلطان غازی مراد خان ثالث ابن سلیم ثانی۔

ولادت :- ۵، جمادی الاولیٰ ۹۵۳ھ (۴، جولائی ۱۵۴۶ء)

خلافت :- ۲۷، شعبان ۹۸۲ھ (۱۲، دسمبر ۱۵۷۴ء)

وفات :- ۸، جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ (۱۹، جنوری ۱۵۹۵ء)

امیرالمومنین غازی مراد خان ثالث نے مسند نشین ہونے کے بعد ملک میں شراب کا پینا اور اس کی تجارت کو ممنوع قرار دے دیا۔ اس کے خلاف خونیں ہنگامے ہوئے لیکن ان کے پائے استقلال کو لغزش نہیں ہوئی۔ غیر مسلموں کے لئے جو رعائیتیں قبل سے تھیں اس سے زیادہ رعایت دینے کے لئے راضی نہ ہوسکے۔

ان کے زمانہ میں اسٹریا اور ہنگری سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا اور شاہان ایران کی دراز دستیوں پر کافی گوشمالی کی گئی۔ داغستان کا علاقہ فتح کیا گیا۔ فوجوں میں فتنے بپا ہوئے اور ان کو قوت اور حسن تدبیر سے دبایا گیا۔ ممالک محروسۂ خلافت میں تعلیمی اداروں کی تنظیم نو کی گئی۔ دارالسلطنت اور ایران سے ملحقہ اضلاع میں متعدد کارخانے بھی جاری کئے گئے۔

سلطان مراد خان ثالث اپنے خاندان کے بارہویں فرمان روا اور عثمانی خلفاء میں سے چوتھے خلیفہ تھے۔

پچاس سال کی عمر میں تقریباً اکیس سال حکمرانی کرنے کے بعد آستانہ قسطنطنیہ میں صرف دو دن بیمار رہ کر ۸، جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ کو وفات پائی۔

یہ بڑے ادیب، شاعر اور ذہین آدمی تھے۔ ترکی زبان میں ان کے بہترین اشعار ملتے ہیں۔

(۱۳) امیرالمومنین غازی محمد خان ثالث بن مراد خان ثالث۔

ولادت :- ۷، ذی قعدہ ۹۷۴ھ (۶، مئی ۱۵۶۶ء)

خلافت :- ۸، جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ (۱۹، جنوری ۱۵۹۵ء)

Marfat.com

وفات :- ۱۲/ رجب ۱۰۱۲ھ (۱۶/ دسمبر ۱۶۰۳ء)

محمد خان ثالث کا زمانۂ خلافت صرف نو سال ہے۔ اس مدت میں انہیں داخلی فتنوں اور ایرانی حکومت کی بار بار معاہدہ شکنی سے فرصت نہیں ملی وہ ۲۹ سال کی عمر میں فرماں روا ہوئے تھے اور ۳۸ سال سے کم ہی عمر میں وفات پا گئے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ خود خلیفہ کے میدان جنگ میں موجود ہونے سے مجاہدین کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اس لئے وہ آستانہ سے بلغراد پہنچے اور وہاں سے میدان جنگ میں جا کر ارلو کا مضبوط قلعہ جو عہد سلیمان قانونی میں فتح نہیں ہو سکا تھا اسے فتح کر لیا۔ آسٹریا اور ہنگری کی متفقہ فوج اور پاپائے اعظم کے بھیجے ہوئے مسیحی سپاہیوں کو عبرتناک شکست دی۔

ان کے عہد خلافت میں فوج سے فرار ہونے والے ایک فتنہ پرور نے اعلان کیا کہ خواب میں اس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت عثمانیہ پر فتح پانے کی بشارت دی ہے اس شخص کا نام قرہ بازیجی تھا۔ اس نے اور اس کے بھائی ولی حسن نے مل کر بڑی تباہی مچائی۔ بالآخر قرہ بازیجی مارا گیا اور ولی حسن کو اسی کے ساتھیوں پر سالار مقرر کر کے آسٹریا اور ہنگری کے محاذ پر بھیج دیا گیا۔ جہاں ولی حسن اور اس کے تھوڑے سے رفقاء جنگ میں مارے گئے باقی منتشر ہو کر لاپتہ ہو گئے۔

۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء میں امیر المومنین غازی محمد خان نے وفات پائی۔ یہ خاندان عثمانی کے پانچویں خلیفہ تھے اور ان کے بعد ان کے فرزند اکبر احمد خان اول صرف ۱۵ سال کی عمر میں جانشین ہوئے۔

(۱۴) امیر المومنین غازی احمد خان اول بن محمد خان ثالث، خاندان عثمانی کے چھٹے خلیفہ۔

ولادت :- ۱۲/ جمادی الاخری ۹۹۸ھ (۱۸/ اپریل ۱۵۹۰ء)

خلافت :- ۱۷/ رجب ۱۰۱۲ھ (۲۱/ دسمبر ۱۶۰۳ء)

وفات :- ۲۳/ ذی قعدہ ۱۰۲۶ھ (۲۲/ نومبر ۱۶۱۷ء)

Marfat.com

غازی احمد خان اوّل کی کمسنی کو دیکھ کر یورپ اور ایشیا کے تمام مخالفین نے موقع کو غنیمت شمار کیا اور کوششیں کی کہ دولتِ عثمانیہ کا نام و نشان دُنیا سے مٹا دیں۔ لیکن ابھی اس حکومت کے اختتام کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غازی احمد خان کو توفیق عطا فرمائی کہ ایک تجربہ کار اور مخلص و دانشمند وزیر مراد پاشا ملقب بہ قویوجی کو صدرِ اعظم مقرر کر دیا۔ مراد پاشا کی عمر اگرچہ اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ لیکن انہوں نے جوانوں کی ہمت اور بوڑھوں کے تجربہ کو ایک ساتھ کام میں لے کر مخالفین کے سارے مذموم ارادوں کو ملیامیٹ کر دیا۔

۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ء) میں جب مراد پاشا قویوجی کا انتقال ہو گیا تو موقع سے فائدہ اٹھا کر ایران کے بادشاہ نے زبردست حملہ دولتِ عثمانیہ پر کر دیا۔ مراد پاشا کے منصب صدارت عظمیٰ پر نصوح پاشا فائز ہو گئے تھے۔ انہوں نے ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں شاہ عجم سے یہ معاہدہ کر لیا کہ عہد سلیمان قانونی سے اب تک جو مقامات عراق عرب، تبریز اور آذربائیجان کے دولت عثمانیہ نے فتح کئے ہیں وہ سب شاہِ عجم کو واپس کر دیئے جائیں۔ شاہ عجم نے کچھ دن پہلے برطانیہ سے اور روس سے پرتگالیوں کے خلاف تعاون کا معاہدہ کر رکھا تھا، اس لئے روس، برطانیہ اور فرانس نے بالاشتراک دباؤ ڈال کر شاہِ عجم کے حق میں یہ معاہدہ کرا دیا۔ تاریخ دولتِ عثمانیہ کا یہ پہلا منحوس معاہدہ تھا جس میں دولت عثمانیہ نے اپنے ممالک محروسہ کا کوئی حصہ چھوڑ دیا ہو۔

آگے تین سو سال کے اندر واقع ہونے والے معاہدات اور یورپ کی حکومتوں کی مسلسل سازشیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ کا یہ معاہدہ دولتِ عثمانیہ کی زوال کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔

۲۳، ذیقعدہ ۱۰۲۶ھ (۲۲، نومبر ۱۶۱۷ء) غازی احمد خان اوّل کا انتقال ہو گیا، اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔ چونکہ ان کے سب سے بڑے شہزادہ عثمان خان کی عمر اس وقت پورے تیرہ سال بھی نہ تھی، اس لئے غازی احمد اوّل نے اپنے بعد

Marfat.com

اپنے بھائی مصطفےٰ خاں اوّل کے لیئے وصیت کی۔

(۱۵) مصطفےٰ خاں اوّل بن محمد خاں اوّل۔

ولادت: سنہ ۱۰۰۱ھ

خلافت: سنہ ۱۰۲۶ھ (سنہ ۱۶۱۷ء)

معزولی: یکم محرم سنہ ۱۰۲۷ھ (سنہ ۱۶۱۸ء)

وفات: سنہ ۱۰۳۲ھ (سنہ ۱۶۲۹ء)

یہ صرف تین ماہ کے لیئے دولتِ عثمانیہ کے فرماں روا ہوئے تھے۔ اور غالباً اسی مدت میں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت بھی ہوئی۔ اس کے بعد فوج اور امرائے کشوری نے مل کر ان کو معزول کر دیا۔

(۱۶) عثمان خان ثانی ابن احمد اوّل۔

ولادت: سنہ ۱۰۱۳ھ (سنہ ۱۶۰۵ء)

خلافت: سنہ ۱۰۲۷ھ (سنہ ۱۶۱۸ء)

معزولی: سنہ ۱۰۳۱ھ اور چند ہی دنوں کے بعد

وفات: سنہ ۱۰۳۲ھ میں قتل کر دیئے گئے۔

عثمان خان اپنے چچا مصطفےٰ خاں اوّل کی معزولی کے بعد خلیفہ ہوئے اور چار سال کے بعد سنہ ۱۰۳۱ھ میں اپنی بے عقلی کی وجہ سے معزول کر دیئے گئے۔ اور باغی امرائنے انہیں قتل کر دیا۔ عثمان خاں کی معزولی کے بعد ان کے چچا مصطفےٰ خان صرف ایک سال کے لیئے دوبارہ خلیفہ ہوئے اور سنہ ۱۰۳۲ھ میں دوبارہ معزول کر دیئے گئے۔ اور اس کے بعد مراد رابع خلیفہ ہوئے

(۱۷) غازی مراد خان رابع بن احمد خاں اوّل۔

ولادت: ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۸ھ (۲۹ اگست سنہ ۱۶۰۹ء)

Marfat.com

خلافت : ۱۰۳۲ھ (۱۶۲۳ء)

وفات : ۱۶ رشوال ۱۰۴۹ھ (فروری ۱۶۴۰ء)

اب صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ فوج کا وہ حصہ جو پیشہ ور فوجیوں پر مشتمل تھا اور یہی دولتِ عثمانیہ کی بڑی فوج اور اقتدار رکھنے والا لشکر تھا۔ اس وقت سلطنت کے سارے معاملات پر حاوی تھا۔ پچھلے چند سالوں میں خلفاء کا عزل و نصب کرتا بلکہ قتل اور لوٹ کے ذریعہ خوف و ہراس پھیلاتا رہا تھا۔ بے عقلی مگر ظالمانہ رویہ کے ذریعہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہونے لگا تھا۔

اس فوج نے سلطان مراد خان رابع کو صرف ۱۴ سال کی عمر میں اس لئے تخت نشین کر دیا کہ وہ اپنی من مانی کرنے میں آزاد رہے اور تختِ سلطانی ان وحشیوں کے اعمال میں دخل اندازی نہ کر سکے۔

عباس صفوی بادشاہِ عجم نے اس صورتِ حال کو فرصت شمار کرکے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور عراق کے ترکی حاکم کو غداری پر راضی کرکے بغداد پر حملہ کر دیا۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد شہر بغداد پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن یہ قبضہ قائم نہ رہا۔ خود سلطان غازی مراد خان رابع فوج لے کر قسطنطنیہ سے چل پڑا اور مختلف مقامات کو فتح کرتا ہوا بغداد جا پہنچا۔ محاصرہ کیا اور ۴۸ گھنٹے کی مسلسل جنگ کے بعد شہر بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد شاہ عباس نے صلح کی گفت وشنید شروع کی اور تقریباً ایک سال کی گفت وشنید کے بعد صلح ہوگئی۔ طے پایا کہ مراد رابع شمالی ایران کا شہر شاہ عباس کو دیدے اور بغداد و عراق پر قبضہ قائم رکھے۔

غازی مراد رابع نے جس انداز میں فوجی کاروائیاں کیں اور جس طرح ہر میدان میں فتح و ظفر نے ان کے قدم چومے۔ اگر ان کو موت نے فرصت دی ہوتی تو ان کے عہد میں سلیمان قانونی کا زمانہ لوٹ آتا۔ مگر فیصلۂ قضا نے اس کی مہلت نہیں دی۔ تقریباً ۱۷ سال حکومت کرنے کے بعد عہد شباب ہی میں بتاریخ ۱۶ رشوال ۱۰۴۹ھ (۱۶۴۰ء) ان کا بہ قضائے الٰہی

—

انتقال ہوگیا۔ رحمہ اللہ۔ مراد رابع کے کوئی فرزند نہ تھا۔

(۱۸) غازی ابراہیم خان اوّل بن سلطان احمد اوّل

ولادت : ۱۲ ر شوال ۱۰۲۴ھ (۴ ر نومبر ۱۶۱۵ء)

خلافت : ۱۰۴۹ھ (۱۶۴۰ء)

قتل : ۲۸ ر رجب ۱۰۵۸ھ (۱۸ ر اگست ۱۶۴۸ء)

غازی ابراہیم خان اوّل، بڑے صاحب علم، صلح پسند اور دیندار آدمی تھے۔ ان کے بڑے بھائی سلطان مراد رابع کی وفات کے بعد بالاتفاق ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ انہوں نے یورپ کی ریاستوں سے صلح نامے کر کے یوروپی محاذ پر امن قائم کر دیا۔ اسی طرح دربار عجم سے بھی انہوں نے مصالحانہ رویہ اختیار کر کے قدیم عداوت کا تقریباً سدِ باب کر دیا۔

یوروپی محاذ پر صرف ایک جنگ ابتداء میں انہیں لڑنی پڑی، اور وہ شہر آزوف کی جنگ تھی۔ پاپائے اعظم نے جاہل عیسائیوں کو جوش دلا کر شمالی بحرِ اسود کے شہر آزوف پر روسیوں کا قبضہ کرا دیا۔ اور سارے شہر کو ان کے ہاتھوں جلوا کر خاکستر کرا دیا۔ اس کے جواب میں غازی ابراہیم خان نے فوجیں ارسال کیں اور بڑی مشکلات اور بڑی تباہیوں کے بعد خلافت کی فوجوں نے ان پرجوش عیسائی وحشیوں اور ان کے لیڈر کو شہر سے نکالا۔ اور وہاں امن و امان قائم ہو سکا۔

ابراہیم خان اوّل کا دوسرا عظیم الشان کارنامہ جزیرہ کریٹ کی فتح ہے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جزیرہ پر عیسائیوں کی حکومت تھی، اور خلیفہ ابراہیم سے بظاہر ان کا کوئی جھگڑا ابھی نہ تھا۔ خلیفہ ابراہیم خان کے اکلوتے فرزند محمد کی انا اپنے شوہر قیزلر آغاسی اور اپنے شیر خوار بچے کو لے کر حجِ بیت اللہ کے لئے جا رہی تھی۔ مالٹا کے قریب چند راہبوں نے مقدس جہاد کے جوش میں آغاسی اور انا کو قتل کر دیا۔ اور بچہ کو یہ سمجھ کر عیسائی بنا کر پالا کہ یہ خلیفہ ابراہیم کا فرزند محمد ہے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ آغا کا اور انا کا بچہ ہے تو اس کا نام پدر اوتومانو یعنی

عثمان پادری بنا رکھا۔ اس بچہ کو لے کر یہ مقدس راہبین جزیرہ کریٹ میں پہنچے تو بہ اشارۂ پاپائے اعظم ان کا حکومت اور عوام جزیرہ کریٹ کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا۔

خلیفہ ابراہیم خان کو اطلاع بڑی دیر سے ملی۔ اس پر خلیفہ نے ایک سفیر کو حکومت کریٹ کے پاس بھیج کر صرف یہ مطالبہ کیا کہ بچہ کو قسطنطنیہ بھیج دیا جائے۔ حکومت کریٹ نے نہ صرف بچہ کی سپردگی سے انکار کیا بلکہ جواب میں جنگ کی دھمکی بھی دی، ادھر پاپائے اعظم نے خصوصی ایلچی بھیج کر یورپ کی حکومتوں کو مقدس جہاد کے لئے بحری فوجیں بھیجنے کا حکم دیا۔

انگلستان اور ہالینڈ کے جہاز بھی تھے۔ خلیفہ ابراہیم خان نے بھی اپنی بحری فوج غازی یوسف پاشا کی قیادت میں جزیرہ کریٹ پر بھیج دی۔ غازی یوسف اتنی تیزی کے ساتھ جزیرہ پر حملہ کر دیا کہ یورپی حکومتوں کا متفقہ بیڑا وہاں پہنچنے بھی نہ پایا اور اسلامی فوجیں جزیرہ پر اتر گئیں۔ جزیرہ کی افواج نے بڑا سخت مقابلہ کیا لیکن عثمانی فوجوں کے مقابلہ سے جلد ہی فرار ہوگئیں اور جزیرہ کا اکثر حصہ فتح ہوگیا۔ پہلا عثمانی دستہ ۲۹ ربیع الاوّل ۱۰۵۵ھ (۲۴ جون ۱۶۴۵ء) کو جزیرہ کریٹ پر اترا تھا۔ اگر قسطنطنیہ کے انکشاری (کرایہ کے فوجی) ہنگامہ نہ برپا کر رہے ہوتے تو جزیرہ سارا اسی وقت فتح ہوجاتا، مگر اس ہنگامہ سے تکمیل فتح میں دیر ہوگئی اور ۱۰۵۶ھ کو فتح کی تکمیل ہوسکی۔

۱۰۵۶ھ ہی سے انکشاریوں نے غازی ابراہیم کے خلاف ہنگامے برپا کر رکھے تھے۔ یہ ہنگامے ۱۰۵۸ھ میں اتنے شدید ہوگئے کہ غازی ابراہیم الاوّل کو اپنے سات سالہ فرزند محمد الرابع کے حق میں تاج و تخت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور اس کے بعد ۲۸ رجب ۱۰۵۸ھ (۲۸ اگست ۱۶۴۸ء) کو قصر شاہی کے اندر اس جلیل القدر غازی کو باغیوں نے شہید کر دیا۔

غازی ابراہیم خان الاوّل کی مدتِ خلافت صرف ۸ سال اور ۹ ماہ ہوئی۔

Marfat.com

(۱۹) غازی سلطان محمد خان رابع بن غازی ابراہیم اوّل

ولادت : ۲۹ رمضان ۱۰۵۱ھ (یکم جنوری ۱۶۴۲ء)

خلافت : ۱۸ رجب ۱۰۵۸ھ (۸ اگست ۱۶۴۸ء)

معزولی : ۲ محرم ۱۰۹۹ھ (۸ نومبر ۱۶۸۷ء)

وفات : ۸ ربیع الثانی ۱۱۰۴ھ (۱۷ دسمبر ۱۶۹۲ء)

غازی سلطان محمد خان کے ہاتھ پر جب بیعت ہوئی تو ان کی عمر صرف ۷ سال تھی۔ اس لئے ان کی طرف سے نیابتہً مفتی اعظم اور صدر اعظم محمد کوپریلو اس وقت کاروبار خلافت اور فرائض بھادا انجام دیتے رہے اور اتنی بدنظمی کے دور میں بہت اچھی طرح انجام دیتے رہتے۔ اس کے بعد سلطان محمد خان رابع نے خود ہاتھ میں زمامِ اختیار لے لیا۔ ان کا سارا زمانہ اوسٹریا، ہنگری اور پولینڈ میں امن و امان قائم کرنے میں بسر ہوا۔

حکومت روس نے دولتِ عثمانیہ کے خلاف بڑی تیاریوں کے ساتھ کئی بار فوجی حرکتیں کیں اور کبھی کبھی حکومت روس کو کامیابی بھی حاصل ہوئی لیکن بحیثیت مجموعی روس کو ہزیمت زیادہ اٹھانی پڑی اور جانی و مالی نقصان بھی زیادہ اٹھانا پڑا۔ آسٹریا اور ہنگری بہت دنوں سے دولت عثمانیہ کے ماتحت امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے اور بہت ہلکا سا خراج ادا کر کے باج گزار ریاستوں کی حیثیت سے ترقی بھی کر رہے تھے۔ لیکن پاپائے اعظم نے بڑی دوڑ دھوپ کے بعد بہت سی عیسائی حکومتوں کے مابین ایک مقدس معاہدہ کرا دیا تھا، اسے تحالف مقدس کہا جاتا ہے۔ اس تحالف کا مقصد اسٹریا، ہنگری، اوکرینیا، یا دیگر علاقوں کی سیاسی آزادی نہیں قرار دیا گیا تھا بلکہ واضح طور پر اس تحالف کا اولین مقصد دولت عثمانیہ کو نیست و نابود کر دینا اور اس کے بعد بھی جب تک مسلمان دنیا میں کہیں ہیں ان کے خلاف مقدس جنگ جاری رکھنا، قرار دیا گیا تھا۔ یہ تحالف صرف کاغذی عہد نامہ نہ تھا بلکہ فوراً اس پر عمل شروع کر کے مختلف ممالک کی فوجوں کو ایک مشترک کمان کے ماتحت کر دیا گیا۔ دولتِ

Marfat.com

عثمانیہ میں واقع کلیساؤں اور گرجاؤں کے مذہبی پیشواؤں پر دولتِ عثمانیہ کے خلاف ظاہراً اور خفیہ ریشہ دوانیوں کو واجب قرار دیدیا گیا تھا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عیسائی حکومتوں اور عیسائی عوام نے اس تحالف مقدس کی ہدایات پر بڑے اخلاص اور بڑی تندہی سے عمل کیا، اور بعض معرکوں میں بڑی نمایاں کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں عثمانی فوجوں نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور عیسائیوں میں چونکہ قوتِ برداشت نہ تھی، اس لئے وہ نقصانات کو برداشت کرنے کی بجائے آپس میں لڑ پڑے۔ اور فرانس کی غیر معمولی کامیابیوں کے باوجود یہ تحالف دولت عثمانیہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانا تو دور رہا یورپ کی سرزمین سے قبضہ اٹھا لینے پر بھی مجبور نہ کر سکا بلکہ اس تحالف مقدس کی وجہ سے افواج عثمانی کا دباؤ یوروپی محاذ پر بڑھ گیا یہاں تک کہ ۲۵ رصفر ۱۰۷۴ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۶۳ء) کو چھ ہفتہ کے محاصرہ کے بعد قلعہ نیوٹازل بھی احمد پاشا کوپریلی کے ہاتھوں میں آ گیا۔

چیکوسلاویکیا کا یہ قلعہ اپنی استواری اور ناقابل فتح ہونے کے لئے مشہور تھا۔ قلعہ کے اندر کی فوج نے احمد پاشا کوپریلی سے درخواست کی کہ ہم کو اگر مامون طریقہ پر نیوٹازل سے نکل کر کہیں چلے جانے کی اجازت دیدی جائے تو ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کی جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا ذمہ لیا۔ اور عملاً یہ فوج اور قلعہ کے اندر کی آبادی ۲۵ رصفر ۱۰۷۴ھ کو قلعہ خالی کر کے چلی گئی۔

تحالف مقدس کی متفقہ افواج کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کئی بار نمایاں کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ لیکن خود عیسائیوں کے مابین فرقہ وارانہ تعصب نے ان کو فوجی کامیابیوں سے پوری طرح فائدہ نہ اٹھانے دیا۔

۱۳ رشوال ۱۰۹۷ھ (۲ ستمبر ۱۶۸۶ء) کو ہنگری کا ایک شہر بودا آسٹریا کے مشہور ڈیوک ڈی لورین نے فتح کر لیا اور عثمانی فوجیں ہنگری کی بروقت امداد نہ کر سکیں۔ اس

Marfat.com

کے بعد ۲ر شوال ۱۰۹۸ھ (۱۲ر اگست ۱۶۸۷ء) کو صدر اعظم سلیمان پاشا نے تحالف مقدس کی مشترک کمان کے مقابلہ میں شکست کھائی۔ اس کے بڑے بڑے اثرات استانہ میں موجود فوجوں پر پڑے۔ اور پیشہ ور فوجی (انکشاریہ) میں بڑی بد نظمی پیدا ہو گئی۔ اس وقت قائم مقام قرہ مصطفیٰ نے نظم و نسق قائم رکھنے کی مخلصانہ سعی کی اور خود سلطان محمد رابع بغیر کسی دباؤ کے دست بردار ہو گئے ۲ر محرم ۱۰۹۹ھ (۸ر نومبر ۱۶۸۷ء) سلطان محمد رابع تاج و تخت سے دست بردار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے اور اسی گوشہ نشینی کی حالت میں بتاریخ ۸ ربیع الآخر ۱۱۰۴ھ (۷ دسمبر ۱۶۹۲ء) وفات پائی۔ ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

شخصی کردار کے اعتبار سے سلطان محمد رابع ایک دیندار، پابند شریعت، بہادر اور مخلص مسلمان تھے۔ تدبیر و دانشمندی میں بھی ان کا شمار ممتاز مدبروں میں ہوتا ہے۔ باوجودیکہ ان کا سارا زمانہ محاذ یورپ پر جنگوں اور پاپائے اعظم کی تدبیروں سے بچنے میں گزرا۔ لیکن انہوں نے تعلیم کو بڑی ترقی دی۔ زراعت اور تجارت کو بھی ان کے عہد خلافت میں نمایاں فروغ حاصل ہوا۔

(۲۰) امیر المومنین غازی سلیمان خان ثانی بن ابراہیم الاوّل۔

ولادت : ۱۵ر محرم ۱۰۵۲ھ (۱۵ر اپریل ۱۶۴۲ء)۔

خلافت : ۲ر محرم ۱۰۹۹ھ (۸ر نومبر ۱۶۸۷ء)

وفات : ۲۶ر رمضان ۱۱۰۲ھ (۲۳ر جون ۱۶۹۱ء)

مدت خلافت : تین سال آٹھ مہینے

اپنے بھائی سلطان محمد رابع کی دست برداری کے بعد ۱۰۹۹ھ میں فرماں روا ہوئے۔ دولت عثمانیہ کے لئے پیشہ ور فوجیوں کا وجود ہمیشہ ہی عذاب الٰہی بنا رہا، ان کے زمانہ میں بھی فوجیوں نے سیاوش پاشا وزیر اعظم کے خلاف بغاوت کر دی اور بڑی بے دردی کے ساتھ سیاوش پاشا کے سارے گھرانے کو تباہ کر دیا۔ اندرونی بدنظمیوں سے یورپی دشمنوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور اسٹریا نے ہنگری پر بار بار حملہ کر کے بعض اہم قلعوں اور چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

دولت عثمانیہ کی طرف سے جو مذہبی آزادی عیسائیوں کو دی گئی تھی اسے دیکھ کر بعض علاقوں نے اپنے عیسائی حاکموں کے خلاف بغاوت کر دی اور بہ رضا و رغبت دولت عثمانیہ کے ماتحت آگئے۔ دولت عثمانیہ کی طرف سے عیسائیوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ وہ پوری آزادی بلکہ سرکاری اعزاز کے ساتھ اپنے مذہبی رسوم ادا کر سکتے تھے۔ اور جس عقیدہ و عمل پر چاہیں قائم رہ سکتے تھے۔ اس کے برخلاف عیسائی حاکموں کی طرف سے کہیں کیتھولک مسیحیوں کو پروٹسٹنٹ بن جانے پر مجبور کیا جاتا تھا، اور کہیں پروٹسٹنٹ کو کیتھولک عقیدہ پر لانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کہیں پاپائے اعظم کے حکم سے بدعقیدگی کے جرم میں لوگوں کو زندہ جلایا جاتا تھا اور کہیں تلوار کی دھار پر عقائد تبدیل کرائے جاتے تھے۔ اس کی ایک مثال موره رومی کے علاقہ کی ہے۔ یہ لوگ نہ پروٹسٹنٹ تھے اور نہ کیتھولک تھے۔ یہ لوگ قدیم عقیدہ آرتھوڈکس پر قائم تھے کہ پاپائے اعظم کی طرف سے انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ کیتھولک مذہب اختیار کر لیں انہوں نے وفد بھیج کر دولتِ عثمانیہ سے درخواست کی اور دولت عثمانیہ کے سایۂ عاطفت میں آگئے تاکہ اپنے آرتھوڈکسی عقائد پر قائم رہ سکیں۔

سلطان غازی سلیمان خان ثانی اور ان کے لائق صدر اعظم کوپریلی مصطفیٰ پاشا نے یورپی محاذ پر مسلسل کئی قلعے فتح کر کے اور مسیحی فوجوں کو شکست دیکر دولتِ عثمانیہ کی گرتی ہوئی ساکھ کو بڑی حد تک بحال کر دیا۔ ۲۶ رمضان ۱۱۰۲ھ (۲۳ جون ۱۶۹۱ء) کو سلطان سلیمان خان غازی کا صرف پچاس سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے ان کے بعد ان کے بھائی غازی احمد خان ثانی تخت نشین ہوئے۔ سلیمان خان ثانی صرف تین سال اور آٹھ مہینے تک خلیفہ رہے۔

(۲۱) امیر المؤمنین سلطان غازی احمد خان ثانی بن ابراہیم الاول

ولادت : ۶ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ (۲۵ فروری ۱۶۴۳ء)

خلافت : ۲۶ رمضان ۱۱۰۲ھ (۲۳ جون ۱۶۹۱ء)

Marfat.com

وفات : ۲۴ رجمادی الآخری ۱۱۰۶ھ (۷ر فروری ۱۶۹۵ء)

مدت خلافت : ۴ سال ۸ مہینے

یہ اپنے بھائی سلیمان ثانی کی وفات پر خلیفہ منتخب ہوئے۔ انہوں نے صدر اعظم سابق کوپریلی مصطفیٰ پاشا کو اپنے عہدہ پر قائم رکھا۔ لیکن وہ ۲۴ر ذی القعدہ ۱۱۰۲ھ (۱۹ر اگست ۱۶۹۱ء) کو آسٹریا کے خلاف جہاد کرتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہو گئے یہ دولت عالیہ عثمانیہ کے لیئے بہت بڑا صدمہ تھا۔ مرحوم صدر اعظم حرب اور سیاست دونوں میں غیر معمولی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ ان کی جگہ عربہ جی علی پاشا صدر اعظم ہوئے لیکن وہ اپنے پیش رو کوپریلی کے پورے جانشین ثابت نہ ہو سکے۔

ان کے عہد کا کوئی اہم واقعہ قابلِ ذکر نہیں ہے۔ غازی احمد خان ثانی نے ۴۵ سال کی عمر میں ۴ سال آٹھ مہینے کی خلافت کے بعد بتاریخ ۲۴ر جمادی الآخری ۱۱۰۶ھ (۷ فروری ۱۶۹۵ء) وفات پائی اور اپنے دادا سلیمان الاوّل کے مقبرہ میں دفن کیئے گئے۔

ذاتی عادات و اعمال کے اعتبار سے محمود السیرت اور صالح الاعمال خلیفہ تھے۔

(۲۲) امیر المؤمنین غازی سلطان مصطفیٰ خان ثانی ابن سلطان محمد رابع۔

ولادت : ۸ر ذی القعدہ ۱۰۷۴ھ (۲ر جون ۱۶۶۴ء)

خلافت : ۲۴ر جمادی الآخری ۱۱۰۶ھ (۸ر فروری ۱۶۹۵ء)

معزولی : ۲ر ربیع الآخر ۱۱۱۵ھ (۱۵ر اگست ۱۷۰۳ء)

وفات : ۲۲ر شعبان ۱۱۱۵ھ (۳۱ر دسمبر ۱۷۰۳ء)

مدت خلافت : آٹھ سال آٹھ مہینے۔ عمر ۴۰ سال

غازی مصطفیٰ خان ثانی جب خلیفہ ہوئے تھے تو ان کی عمر ۳۲ سال تھی۔

وہ نہایت بہادر اور جوشیلے آدمی تھے۔ ذاتی طور پر وہ صاحب علم، دیندار اور خوش اخلاق مسلمان تھے۔ بیعت کے تیسرے ہی دن انہوں نے ایک فرمان جاری کیا

Marfat.com

کہ وہ خود فوجوں کی قیادت کریں گے۔ اور اپنے ساتھ مجاہدین کا ایک دستہ لے کر پولینڈ کے محاذ پر جہاں مسلمان مجاہدین مصروف جہاد تھے، روانہ ہو گئے۔ اور پہنچ کر روسی شہنشاہ پیٹرس اعظم اور ان کے حلیفوں کے مقابلہ میں مسلسل کامیابی حاصل کی۔

اس وقت دولت عثمانیہ کو سب سے زیادہ خطرہ روس، آسٹریا اور تحالف مقدس سے تھا۔ اور غازی مصطفیٰ ثانی نے دونوں محاذوں پر کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن اہلِ یورپ نے جب میدان جنگ میں اپنی حالت بگڑتے دیکھی تو فرانس اور دوسری یورپی حکومتوں نے صلح صفائی کا جال بچھایا اور انسانیت کے واسطے دیدے کر دولت عثمانیہ سے معاہداتِ صلح کرائے۔ ان معاہدات سے فائدہ تو دولت عثمانیہ کو کوئی نہیں پہنچا۔ ہاں یورپ کی عیسائی حکومتوں کو فرصت مل گئی کہ دولتِ عثمانیہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا جو نقشہ انہوں نے بنا رکھا تھا اس پر عمل پیرا ہونے کی تدابیر کو روبعمل لا سکیں۔

اس زمانہ میں یورپی سیاست میں وہ مشہور مسئلہ پیدا ہوا جسے مسئلہ شرقیہ کہا جاتا ہے۔ سیاست کی پُرفریب زبان میں اس مسئلۂ شرقیہ کی مختلف تعبیریں دوسو سال تک ہوتی رہی ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کسی نہ کسی طرح دولت عثمانیہ کو ختم کر کے اس کے مقبوضہ ممالک کو اہل یورپ آپس میں بانٹ لیں۔ تاکہ یورپ میں دینِ مسیحی کی حفاظت کی جا سکے۔

اس کے بعد غازی مصطفیٰ ثانی نے دولتِ عثمانیہ کی مالی و اقتصادی ترقی و استحکام کی طرف توجہ کی اور اس سلسلہ میں بعض اہم ترین اصلاحات ہوئیں۔ پیشہ ور فوجیوں کا گروہ جسے ترکی میں انکشاریہ کہا جاتا تھا۔ اس کو داخلی اصلاحات اور تنظیم سے ہمیشہ اختلاف ہوتا تھا کیونکہ ہر اصلاح و تنظیم کا براہِ راست اثر ان مفسدہ پرداز وں کی بے راہ روی پر پڑتا تھا۔ اس لئے غازی مصطفیٰ ثانی کی اصلاحی مساعی سے وہ لوگ باغی ہو گئے۔ اور انہوں نے امرائے دربار کو ملا کر ۲ ربیع الثانی ۱۱۱۵ھ (۱۵ اگست ۱۷۰۳ء) کو غازی مصطفیٰ ثانی کو حکومت اور

Marfat.com

خلافت سے معزول کر دیا۔ وہ معزول ہونے کے بعد صرف چند ماہ زندہ رہے اور ۲۲ شعبان ۱۱۱۵ھ (۳۱ دسمبر ۱۷۰۳ء) کو چالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

غازی مصطفیٰ ثانی کے بعد ان کے بھائی غازی احمد ثالث بن محمد رابع کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔

(۲۳) غازی احمد خان ثالث بن محمد رابع

ولادت : ۳ رمضان ۱۰۸۳ھ (۲۳ دسمبر ۱۶۷۳ء)

خلافت : ۲ ربیع الثانی ۱۱۱۵ھ (۱۵ اگست ۱۷۰۳ء)

دست برداری : ۱۵ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ (۲۸ ستمبر ۱۷۳۰ء)

وفات : ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء)

مدت خلافت : ۲۷ سال ۱۱ مہینے

دولت عثمانیہ میں انکشاریہ یعنی پیشہ ور فوجیوں کی جماعت اندرونی فسادات اور بیرونی مصائب کا سبب بنی ہوئی تھی، جو خلیفہ ان کو دبا دیتا اسے کچھ مدت کام کرنے کے لئے فرصت مل جاتی اور جو ان پر عنایات کرتا اسے جلد ہی یہ لوگ یا معزول کر دیتے یا امراء وزراء سے مل کر شہید کر دیتے تھے۔ یہ واحد سبب ثابت ہوا ہے دولت عثمانیہ کے زوال کا۔ اگرچہ اور بہت سے اسباب تاریخ نویسوں نے بیان کئے ہیں، لیکن وہ سارے اسباب بھی پیشہ ور کرایہ کے فوجیوں کے حرص اور تمرد ہی کی پیداوار تھے۔

غازی احمد خان ثالث اگرچہ انکشاریہ کی امداد سے فرماں روا ہوئے تھے۔ لیکن اختیارات ہاتھ میں آنے کے بعد جرأت اور دانشمندی کا ایک بڑا کام یہ کیا کہ انکشاریہ کو سختی کے ساتھ ملکی قوانین اور شرعی احکام کا پابند کر دیا۔ ان کے شورش پسندوں پر عدالتوں میں مقدمات چلوائے اور انہیں شرعی سزائیں دیں۔ بہت سے انکشاری زعماء بے گناہ شہریوں کے ناحق قاتل ثابت ہوئے، ان سب کو قصاص میں قتل کروا دیا، بہت

Marfat.com

سے لوٹ مار کے مجرم ثابت ہوئے انہیں شرعی سزائیں دی گئیں اور کم از کم وقتی طور پر نظم و نسق کی صورت بحال ہو کر امن و امان کی صورت پیدا ہو گئی۔

دوسرا دانشمندانہ عمل غازی احمد ثالث نے یہ کیا کہ انکشارہ یہ کے پسندیدہ صدر اعظم نشانچی احمد پاشا کو صدارت عظمیٰ سے معزول کر کے داماد حسن پاشا کو صدر اعظم بنا دیا۔ داماد حسن پاشا غازی احمد ثالث کی بہن کے شوہر تھے۔ مخلص و دیندار ہونے کے علاوہ خوش تدبیر آدمی تھے۔ انہوں نے تعلیمات اور مالیات کے شعبوں میں نمایاں اصلاحات کیں۔ لیکن انہیں طویل مدت تک کام کرنے کا موقع شر پسندوں نے نہیں دیا اور داماد حسن پاشا جلد ہی مستعفی ہو گئے۔

یوروپی محاذوں پر جنگ جاری رہی جس میں روس کو کئی بار ہزیمت اٹھانی پڑی اور کئی بار دولتِ عثمانیہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن بحیثیت مجموعی اسٹریا کا فائدہ رہا اور دولتِ عثمانیہ کے وفادار ہنگری کو نقصان پہنچا۔

۱۱۳۰ھ میں جب داماد ابراہیم پاشا صدر اعظم ہوئے تو اس وقت ایران میں افغانوں کے دباؤ سے بدنظمی پیدا ہو گئی تھی، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر روس نے بحر خزر کے سواحل پر قبضہ کر لیا۔ اور سارے ایران کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے تیزی سے پیشقدمی شروع کر دی ابراہیم پاشا نے دولتِ عثمانیہ کی طرف سے پیش قدمی کر کے روس کو روکا۔ روس کے فرمانروا کو یہ معلوم تھا کہ وہ ابراہیم پاشا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے فرانس کے توسط سے ۲ شوال ۱۱۳۶ھ (۲۴ جون ۱۷۲۴ء) کو یہ معاہدہ کر لیا کہ وہ اب آگے ایران میں قدم نہیں بڑھائے گا۔

ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی فوجیوں نے بغاوت کر دی اور شور مچایا کہ صدر اعظم ایرانیوں سے مل گئے ہیں اس لئے وہ ایرانی علاقوں کو فتح نہیں کرنا چاہتے۔ اور ان شوریدہ سروں نے بے قصور وزیر جنگ اور امیر البحر کو قتل کر کے ان کی لاشیں دریا میں پھینک دیں۔

Marfat.com

حالات جب قابو سے باہر ہو گئے تو غازی احمد ثالث اپنے بھتیجے سلطان محمود اوّل کے حق میں ۱۵ ربیع الاوّل ۱۱۴۳ھ (۲۸ ستمبر ۱۷۳۰ء) خلافت و حکومت سے دستبردار ہو گئے۔ اس کے بعد گوشۂ گمنامی میں تقریباً ۶ سال زندہ رہنے کے بعد ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں اس دنیا سے راہیٔ عالم بقا ہوئے۔

غازی احمد ثالث ہی نے ترکی میں پہلا مطبع قائم کیا تھا۔ اس وقت کے مفتی نے بایں شرط اجازت دی تھی کہ اس مطبع میں کبھی قرآن مجید طبع نہ کیا جائے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ قرآن مجید میں بلا ارادہ تحریف کا ارتکاب ہو جائے گا۔

(۲۴) غازی محمود خان اوّل ابن غازی مصطفیٰ خان ثانی

ولادت : ۴ محرم ۱۱۰۸ھ (۳ اگست ۱۶۹۶ء)

خلافت : ۱۵ ربیع الاوّل ۱۱۴۳ھ (۲۸ ستمبر ۱۷۳۰ء)

وفات : جمعہ ۲۷ صفر ۱۱۶۸ھ (۱۳ ستمبر ۱۷۵۴ء)

مدت خلافت : ۲۵ سال

ابتداءً دو سال تک تو مملکت پر خلیل نامی ایک وزیر کا حکم چلتا رہا۔ اس کے بعد غازی محمود خان نے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے کر ۱۲ رجب ۱۱۴۴ھ کو حکومت ایران سے ایک معاہدہ صلح کر لیا۔ لیکن نادر خاں نے اس معاہدہ کی مخالفت کی اور شاہ طہماسپ ایران کو معزول کر کے اس کے شیر خوار بچہ عباس کو بادشاہ بنا دیا۔ اور عراق پر حملہ کر دیا۔ بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر ۱۸ جمادی الاوّل ۱۱۴۹ھ کو نادر خاں سے دولتِ عثمانیہ نے صلح کر لی۔ نادر خان کو ایران کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ عباس کا انتقال ہو چکا تھا اور اب نادر خان خود ایران کا بادشاہ بن چکا تھا۔ اس طرح دولتِ عثمانیہ اور ایران کے مابین صلح کا دور شروع ہو گیا۔

یورپی محاذ پر پولینڈ اور روس سے دولت عثمانیہ کی مسلسل جنگیں ہوتی رہیں۔

Marfat.com

اور یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ جمعہ ۲۴ صفر سنہ ۱۱۶۸ھ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۷۵۴ء) کو غازی محمود کا انتقال ہو گیا۔

یہ سلطان اپنی قوم میں بہت ہی مقبول تھے۔ لوگوں نے ان کا بڑا ماتم کیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ان کو علمی و اقتصادی ترقی کا بڑا خیال تھا۔ انصاف اور رعایا سے محبت کے لئے ان کا نام ضرب المثل تھا، انہوں نے قانون کی بہتری قائم رکھی بہت سے تعلیمی و علمی ادارے قائم کئے۔ اور متعدد عوامی کتب خانے قائم کر دیئے، جامع ایا صوفیا، جامع الفاتح اور غلطہ سرائے کے عظیم الشان کتب خانے ان کی علمی یادگاریں ہیں۔

(۲۵) غازی سلطان عثمان خان الثالث۔

ولادت : سنہ ۱۱۱۰ھ (سنہ ۱۶۹۶ء)

خلافت : ۲۷ صفر سنہ ۱۱۶۸ھ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۷۵۴ء)

وفات : ۱۶ صفر سنہ ۱۱۷۱ھ (۳۰ اکتوبر سنہ ۱۷۵۷ء)

مدتِ خلافت : ۳ سال ۱۱ ماہ

حسب رسم قدیم جامع ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں ان کی رسم بیعت ادا ہوئی۔ انہوں نے صدر اعظم اور دوسرے اہم عہدہ داروں کو علی حالہ قائم رکھا۔ امیر المؤمنین راتوں کو بھیس بدل کر نکلتے اور رعایا کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ انہیں جب اپنے ایک وزیر کے ظلم و تعدی کی اس طرح اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس وزیر کو سزا دی اور محمد راغب پاشا مشہور و معروف عالم و مدبر کو وزیر اعظم مقرر کیا، یہ وہی محمد راغب پاشا ہیں جو اپنی دانشمندی دینداری اور معدلت پروری کے لئے تاریخ کے عظیم ترین مدبروں میں شمار ہوتے ہیں، یہ کئی اہم ترین کتابوں کے مصنف بھی ہیں، اور ان کا علمی مرتبہ بھی بہت بلند ہے۔

غازی سلطان عثمان الثالث کے مختصر سے عہد خلافت میں بڑا سکون رہا، کوئی واقع قابل ذکر نہیں ہے۔ ان کے عہد میں علوم اور صنایع کے کئی ادارے قائم ہوئے۔

Marfat.com

تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ اور ایشیائی علاقہ میں زراعتی ترقی کے لئے بند باندھے گئے، باغ لگائے گئے اور مجموعی طور پر خوشحالی میں بڑا گرانقدر اضافہ ہوا۔

(۲۶) غازی سلطان مصطفیٰ خان الثالث ابن سلطان احمد ثالث

ولادت: ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ء)

خلافت: ۱۶ر صفر ۱۱۷۱ھ (۳۰ر اکتوبر ۱۷۵۷ء)

وفات: ۸ر ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ (۲۱ نومبر ۱۷۷۴ء)

مدت خلافت: ۱۶ سال ۸ مہینے

غازی مصطفیٰ خان ثالث بہت ہی دیندار، عبادت گزار اور معدلت پرور فرماں روا تھے۔ یہ بڑے جفاکش آدمی تھے، دن رات عوام کی خدمت میں سرگرداں رہتے تھے ان کے عہد میں بڑے بڑے تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ اسکدار کی عظیم الشان جامع ان ہی نے قائم کی تھی، اس کے علاوہ بہت سے رفاہی ادارے انہوں نے قائم کئے، کئی شفاخانے شہروں اور دیہاتوں میں انہوں نے مفت علاج معالجہ کے لئے تعمیر کرائے، سڑکیں تعمیر کیں، سرائیں بنوائیں، غرض یہ کہ ملک کی تعمیر اور عوام کی مرفہ حالی کے لئے اتنے کام کئے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

محبوب و مشہور وزیر اعظم محمد راغب پاشا کا ۲۴ر رمضان ۱۱۷۶ھ کو انتقال ہو گیا۔

امیر المؤمنین غازی مصطفیٰ ثالث کے عہد کا ایک قابلِ ذکر واقعہ علی بیگ کی شورش ہے۔

یہ واقعہ یوں ہوا کہ علی بیگ مصر میں قاہرہ کا امیر البلد (میئر) تھا۔ روس نے اس کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ دولت عثمانیہ کے خلاف بغاوت اور فوج کشی کے لئے تیار کیا۔ اور اپنے جہازوں کے ذریعہ اسلحہ اور تمام ضروریاتِ جنگ مہیا کیں۔ پھر اپنے خصوصی بحری بیڑے بھیج کر اور اپنے ماہرینِ جنگ کو مصر میں تعینات کر کے علی بیگ کی امداد کرتا رہا۔ مصر و شام میں دولت عثمانیہ کی کوئی قابلِ ذکر فوجی قوت اس وقت موجود نہ تھی۔ علی بیگ نے بڑی

Marfat.com

آسانی سے غزہ، نابلس، القدس یافا بلکہ دمشق تک فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء) کا ہے۔ روسی فوجی بیڑے نے علی بیگ کی حمایت سے شہر بیروت کو بالکلیہ تباہ کر دیا۔ مردوں عورتوں اور بچوں کو بغیر کسی امتیاز کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا حتیٰ کہ مرتاض اور تارک الدنیا عیسائی راہبوں کو خانقاہوں سے سڑکوں پہ کھینچ لائے اور قہقہوں میں انہیں جانوروں کی طرح ذبح کر دیا۔ روس کے سپاہی آرتھوڈکس تھے اور بیروت و لبنان میں زیادہ تر عیسائی کیتھولک تھے۔ اس لئے انہیں مسلمانوں سے اگر دشمنی تھی تو عیسائیوں سے بھی ذرا برابر ہمدردی نہ تھی۔ بلکہ وہ کیتھولک عیسائیوں کا قتل کرنا عبادت سمجھتے تھے۔

اس کے بعد علی بیگ نے روسی جنرلوں کے مشورہ سے ترکی صوبہ اناضول کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ ابھی دمشق سے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں مصر میں ابوالذہب محمد بیگ کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ مصر سے فلسطین کی طرف فاتحانہ حرکت کے وقت اس کو علی بیگ نے مصر میں اپنا قائم مقام مقرر کر دیا تھا۔ اس نائب نے علی بیگ سے بغاوت کر دی۔

اس اطلاع کے بعد علی بیگ بڑی تیزی کے ساتھ مصر کی طرف چل پڑا۔ محرم ۱۱۸۷ھ (اپریل ۱۷۷۳ء) میں وہ اپنی فوج لے کر محمد بیگ کی گوشمالی کے لئے مصر میں داخل ہو گیا محمد بیگ ابوالذہب نے مشرقی مصر کے مقام الصالحہ پر علی بیگ کو روکا، اس وقت علی بیگ کی فوج میں چار سو سے زیادہ روسی سپاہی و افسران شامل تھے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ ابوالذہب نے فتح پائی علی بیگ کی ساری فوج کٹ گئی اور روسی بھی مارے گئے۔ خود علی بیگ زخمی ہو گیا اور چار روسی جنرلوں کے ساتھ گرفتار ہو کر قاہرہ آیا۔ یہاں آکر علی بیگ تو مر گیا۔ مگر چاروں روسی جنرل زخمی ہو کر زندہ رہے۔ ابوالذہب نے علی بیگ کا سر اور ان چاروں روسیوں کو عثمانی گورنر حمص خلیل پاشا کے پاس بھیجدیا۔

Marfat.com

اور اپنے آپ کو خلافت کا وفادار ظاہر کیا۔

مصطفیٰ ثالث نے ۱۶ سال اور آٹھ مہینے کی حکمرانی کے بعد بتاریخ ۸ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ (۲۱ جنوری ۱۷۷۴ء) قسطنطنیہ میں وفات پائی۔ یہ ایک مقبول نیکوکار اور عوام سے دلی محبت رکھنے والے خلیفہ تھے۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ نماز تہجد تک کی ساری عمر پابندی کی، بہت خیرات کرتے تھے، حتیٰ کہ لوگ انہیں یتیم پرور کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

(۲۷) غازی عبدالحمید خان اوّل بن سلطان احمد ثالث۔

ولادت: ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ء)

خلافت: ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ (۲۴ جنوری ۱۷۷۴ء)

وفات: ۱۲ رجب ۱۲۰۳ھ (۸ اپریل ۱۷۸۹ء)۔

مدت خلافت: ۱۵ سال ۸ مہینے۔

بڑے بھائی غازی سلطان مصطفیٰ ثالث کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، روس اور بلغاریہ دولتِ عثمانیہ کے خلاف مسلسل جنگیں کرتے رہے۔ خصوصاً روس کہ اس نے دولتِ عثمانیہ کو ختم کر دینے کے لئے اپنے شدید مذہبی مخالف کیتھولک بلکہ خود پاپائے اعظم کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا۔ بلغاریہ کی طرف سے بھی دولتِ عثمانیہ سخت پریشانی میں گرفتار رہی۔ دولتِ عثمانیہ ان مسلسل جنگوں کی وجہ سے سخت مالی دشواریوں میں بھی گرفتار تھی۔ لیکن اس کے باوجود غازی عبدالحمید خان اوّل خلیفۂ وقت نے حسنِ تدبر اور فکرِ عمیق سے کام لے کر رفاہی کاموں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس میں وسعت پیدا کی۔

روس اور دولتِ عثمانیہ کے مابین ۲۱ جولائی ۱۷۷۴ء کا مشہور معاہدہ ہوا جو تاریخ میں معاہدہ قینارجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کا تفصیلی حال ودفعات جودت پاشا نے اپنی ترکی تاریخ کے حصہ اوّل میں کیا ہے۔ یہ معاہدہ امیر المؤمنین غازی عبدالحمید خان

Marfat.com

اوّل ہی کے عہد میں ہوا تھا۔ یہ معاہدہ صریحاً دولت عثمانیہ کے لئے مضر اور نقصان دہ تھا مگر روس نے اپنی روایات کے مطابق اس معاہدہ کی پابندی کبھی نہیں کی، جیسے ترکی کی یہ روایت ہے کہ اس نے کبھی کسی بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اسی طرح روس کی بھی یہ قدیم روایت ہے کہ اس نے کبھی کسی بین الاقوامی معاہدہ کی پابندی نہیں کی۔ اس معاہدہ میں یہ واضح طور پر مرقوم تھا کہ دونوں حکومتیں القرم، بسرابیا اور قویان کی آزادی اور استقلال کو تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن روس نے چند ہی دنوں کے بعد قرم اور بسرابیا پر حملہ کر دیا اور مجبوراً دولتِ عثمانیہ کو ان کی حمایت کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ روس نے بلغراد پر بھی ایک بڑا حملہ کر کے اس شہر پر قبضہ کرنے کی سعی کی مگر عثمانی فوجوں نے اسے ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء میں عبرتناک شکست دی اور روسی بُری طرح فرار ہوئے۔

اس کے بعد ہی ۱۲ رجب ۱۲۰۳ھ (۸ اپریل ۱۷۸۹ء) کو امیر المؤمنین سلطان عبدالحمید اوّل نے بعمر ۶۶ سال وفات پائی۔ ان کا عہد خلافت ۱۵ سال اور آٹھ مہینے رہا۔ ان کے بعد سلطان سلیم ثالث ابن سلطان مصطفیٰ ثالث خلیفہ ہوئے۔

مرحوم مغفور سلطان عبدالحمید اوّل طبعاً نیک سیرت اور پابند مذہب دیندار مسلمان تھے۔ یہ بہت ہی ہمدرد واقع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ لوگ انہیں غریبوں کا والی اور یتیم پرور کہا کرتے تھے۔ اور حق یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے اس لقب کے مستحق تھے۔

(۲۸) امیر المؤمنین سلطان غازی سلیم خان ثالث ابن سلطان مصطفیٰ ثالث۔

ولادت : ۱۱۷۵ھ (۱۷۶۲ء)

خلافت : رجب ۱۲۰۳ھ (اپریل ۱۷۸۹ء)

معزولی : ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۲۲ھ (۲۸ جون ۱۸۰۷ء)

مدت خلافت : ۱۹ سال، عمر ۴۸ سال تقریباً

Marfat.com

امیرالمؤمنین سلطان غازی سلیم خان ثالث خاندان عثمانی کے اٹھائیسویں سلطان اور اس خاندان کے بیسویں خلیفۃ المسلمین تھے۔ جس وقت یہ خلیفہ ہوئے اس وقت ان کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔ اور جن حالات میں یہ سلطان مقرر ہوئے تھے، حالات بہت ہی نازک تھے۔ ایک مدت سے یورپی محاذ پر مسلسل جنگیں ہو رہی تھیں، خزانہ اخراجاتِ جنگ کی وجہ سے تقریباً خالی تھا۔ انہوں نے زمامِ اختیار ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلی توجہ فوج کی طرف مبذول کی۔ جنگی کارخانوں کو وسعت دی اور محاذِ جنگ پر فوج کے لئے سامان ارسال کرنے کا کام بڑی تیزی، تندہی اور توجہ کے ساتھ شروع کیا۔ لیکن پیشہ ور فوجیوں پر اس قدر مایوسی طاری تھی کہ بہت سی فوج کیمپوں سے فرار ہو چکی تھی۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر روس نے آسٹریا سے اتحاد کر لیا اور آسٹریا کی فوجوں نے شہر بلغراد فتح کر لیا۔ لیکن عثمانی فوجوں نے جلد ہی جوابی حملہ کر کے آسٹریا اور روس دونوں کو شکست دی اور ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ / ۲۲ اگست ۱۷۹۱ء کو معاہدہ صلح ہو گیا۔ جس کے بموجب سرویا آسٹریا کا بڑا حصہ اور شہر بلغراد پر دولت عثمانیہ کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس وقت دولتِ عثمانیہ نے یورپی محاذ پر نمایاں کامیابی حاصل کی اور اپنا مفتوحہ علاقہ تقریباً سارے کا سارا واپس لے لیا۔

اس معاہدہ کے بعد دولتِ عثمانیہ کو ذرا اطمینان حاصل ہوا تو سلطان معظم داخلی انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بعض بہت ہی اہم اصلاحات عمل میں آئیں۔ کسانوں کی ترقی کے لئے تجاویز پر عمل ہوا، تجارت کی تنظیم نو ہوئی، تعلیمات کو وسعت دی گئی، اور متعدد نتیجہ خیز کام کئے گئے۔ اس زمانہ میں تبلیغ اسلامی کا دائرہ بھی وسیع ہوا، اور اسی سلسلہ میں ایک مشہور انگریز جنرل صدق دل سے مسلمان ہو گیا جس کا اسلامی نام مصطفیٰ رکھا گیا۔ زمانۂ بعد میں جنرل مصطفیٰ نے گرانقدر فوجی کارنامے انجام دیئے اور بارگاہ سلطانی سے انعامات، القاب اور تمغہ جات کے مستحق قرار پائے۔

Marfat.com

۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ء) میں فرانس کے مشہور فوجی قائد نپولین بوناپارٹ نے بغیر اعلانِ جنگ بلکہ خود اپنے حلیف انگریزوں کو بھی مطلع کئے پہلے جزیرہ مالٹا پر اور اس کے بعد شہر اسکندریہ (مصر) پر اپنی فوجیں اتار دیں اور اعلان کر دیا کہ وہ مصر کو فتح کرنے نہیں آیا ہے۔ بلکہ خلیفہ کے حکم سے تجارتی ریاستوں کی تنظیم کے لیئے مصر آیا ہے۔ اس کے بعد وہ کسی قابلِ ذکر مقاومت کے بغیر قاہرہ پہنچا اور شیخ عبداللہ شرقاوی کی خدمت میں جامع ازہر میں حاضر ہو کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ اور بار بار قسمیں کھا کر بیان کرتا رہا کہ وہ حضرت امیر المومنین کے حکم سے آیا ہے تاکہ ہندوستان سے انگریزوں کے رابطہ کو منقطع کر دے۔ اگرچہ نپولین کی تھوڑی بہت مقاومت، مالٹا میں قدیس حنا اور شلیمی کے مسلح راہبوں نے اور اسکندریہ میں مراد بیگ کی مٹھی بھر فوج نے کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نپولین بوناپارٹ کی اس مہم میں کوئی قابلِ ذکر مقاومت نہیں ہوئی۔ خلیفہ عثمانی کو جب ان سلسلہ حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے فوجی مہم مصر کو بھیجنے کا حکم دیا۔

انگریزوں کو نپولین کی فوجی کاروائیوں سے یہ خطرہ تھا کہ ہندوستان و انگلینڈ کے مابین تجارتی راہ پر فرانس کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور ایسٹ انڈیا کی انگریزی کمپنی تباہ ہو جائے گی اور یہ خطرہ واہمہ نہیں بلکہ حقیقی خطرہ تھا۔ اس لیئے انگلستان نے نپولین کو مصر سے باہر کرنے کی مہم میں دولتِ عثمانیہ کا ساتھ دیا۔ نپولین نے مصر پر قبضہ قائم رکھنے کے لیئے شام پر بھی پیش قدمی کی۔ اور کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی۔ لیکن ادھر ۱۷ صفر ۱۲۱۳ھ (یکم اگست ۱۷۹۸ء) کو برطانیہ کے مشہور امیر البحر نیلسن نے فرانسی بحریہ پر حملہ کر کے اسے تقریباً ملیا میٹ کر دیا۔ ادھر دولتِ عثمانیہ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ (۲ ستمبر ۱۷۹۸ء) کو فرانس کے خلاف باضابطہ اعلانِ جنگ کر کے ایک مضبوط فوج مصر کو آزاد کرانے کے لیئے بھیج دی۔ اس فوج نے نپولین کے نائب کو اور اس کی فوجوں کو پیاپے شکستیں دیں۔

Marfat.com

بالآخر ۲۲ر اگست ۱۷۹۹ء کو نپولین بونا پارٹ خفیہ طور پر اسکندریہ سے فرانس چلا گیا۔ اسے انگریزی بحریہ یا عثمانی بحریہ نے کچھ نہ کہا اور وہ فرانس صحیح سالم پہنچ گیا۔ نپولین نے مصر میں اپنا جو نائب مقرر کیا تھا۔ اس نے جو کچھ ممکن تھا کیا لیکن بالآخر نائب موسیو کلیبر کو قتل کر دیا گیا اور چند روز کے بعد مصر پر عثمانیوں کا پھر سے قبضہ ہو گیا۔

یورپی محاذ پر روس اور اسٹریا سے دولت عثمانیہ کی جنگ برابر جاری رہی اور مصر کے بعد ہی انگریزوں نے دولت عثمانیہ کے ساتھ دشمنی کا عمل شروع کر دیا اور عملاً وہ روس کے ہمدرد اور مددگار بن گئے۔ اور دولت عثمانیہ کے خلاف بحری بیڑا بھیج کر درۂ دانیال پر قبضہ کر لیا۔

فوج میں جو اصلاحات امیر المومنین سلطان سلیم ثالث نے جاری کی تھیں ان سے پیشہ ور فوجیوں کی جماعت (انکشاریہ) ناخوش تھی اس لیے کہ انہیں نظم و نسق کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اس صورتِ حال سے انگریز اور روس نے باہم سازش کر کے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور کچھ لوگوں کو لالچ دلا کر سلطان کے خلاف مسلح بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۱ر ربیع الآخر ۱۲۲۲ھ (۲۸ر جون ۱۸۰۷ء) کو سلطان سلیم ثالث کو معزول کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد تقریباً ایک سال محل میں خاموشی کے ساتھ زندہ رہے۔ اور ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۲۲۳ھ (۲۸ر جون ۱۸۰۸ء) بہ قضائے الٰہی وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۴۸ سال تھی۔ مشہور یہ کیا گیا کہ سلطان سلیم ثالث کو سلطان مصطفیٰ رابع کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے وہ ہنگامہ سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ یہ قصہ صرف سلطان مصطفیٰ رابع کے خلاف جذبۂ نفرت کو بڑھانے کے لئے مشہور کیا گیا تھا۔

(۲۹) غازی سلطان مصطفیٰ خان بن سلطان عبدالحمید اوّل۔

ولادت: ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء)

Marfat.com

خلافت : ۲۱ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ (جون ۱۸۰۷ء)

معزولی : ۴ جمادی الاولی ۱۲۲۳ھ (جون ۱۸۰۸ء)

وفات : اکتوبر ۱۸۰۸ء

مدت خلافت : تیرہ ماہ

عثمانی سلطان مصطفیٰ خان رابع ایک مرضی السیرۃ اور نیکوکار نوجوان تھے۔ جب ان کو اطلاع دی گئی کہ سلطان سلیم خان ثالث کو معزول کر کے انہیں سلطان اور خلیفہ مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے بہت افسوس کیا، سلطان سلیم کے لیے دعائے خیر کی۔ اور فوجیوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر بیعت خلافت لی اور تخت سلطانی پر جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے اپنی اولین توجہ یوروپی محاذ کی طرف مبذول فرمائی۔ اور بار بار فوجیوں کو اس محاذ پر بطور کمک روانہ ہونے کی تاکید کرتے رہے۔ لیکن پیشہ ور فوجی (انکشاریہ) فوجی اصلاحات اور نظام جدید سے اتنے برافروختہ تھے کہ ان فتنہ پروروں نے فوراً ایک دوسری سازش شروع کر دی کہ سلطان مصطفیٰ رابع کو معزول کر کے پھر سلطان سلیم ثالث کو برسراقتدار لایا جائے۔ اب یہ لوگ جنہوں نے سلطان سلیم ثالث کو معزول ہونے پر مجبور کیا تھا اور اس کی وجہ فوجی نظم و ضبط کی پابندیوں کو قرار دیا تھا، مصطفیٰ رابع کو اس لئے معزول کرنے بلکہ قتل کر دینے کی اس لئے سازش کر رہے تھے کہ نئے سلطان یعنی مصطفیٰ رابع ان تمام فوجی اصلاحات کو منسوخ کیوں نہیں کر دیتے۔ جو ان کے پیشرو سلطان سلیم ثالث نے نافذ کی تھیں۔

اس سازش کو مراحل تکمیل طے کرنے میں تیرہ ماہ کی مدت لگ گئی اور یہ سازش ۴ جمادی الاولی ۱۲۲۳ھ (۲۸ جون ۱۸۰۸ء) کی صبح کو کامیاب ہو سکی۔ اس دن باغی فوجیوں نے سرائے سلطانی کو گھیرے میں لے لیا، اور سلطان مصطفیٰ رابع کو محل سلطانی میں گھس کر تخت و تاج سے دست برداری پر مجبور کر دیا۔ پھر چند ماہ کے بعد یعنی اکتوبر ۱۸۰۸ء کی کسی تاریخ کو سلطان مصطفیٰ رابع کو خفیہ طور پر ان کی خواب گاہ میں شہید کر دیا گیا۔

Marfat.com

(۳۰) غازی سلطان محمود خان ثانی ابن سلطان عبدالحمید خان اول

ولادت : ۱۳ رمضان ۱۱۹۹ھ (۲۰ جولائی ۱۷۸۵ء)

خلافت : ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۳ھ (۲۸ جون ۱۸۰۸ء)

وفات : ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ (۲ جولائی ۱۸۳۹ء)

مدت خلافت : ۳۱ سال

جس دن سلطان مصطفیٰ رابع کو معزول کیا گیا اسی دن باغی فوجیوں نے سلطان محمود خان ثانی کو سلطان مقرر کیا۔ تیسرے دن نئے سلطان روایاتی جلوس کے ساتھ فصیل قسطنطنیہ سے باہر حضرت ابوایوب خالد انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر پر گئے ملحقہ مسجد میں نماز شکرانہ ادا کی اور خلافت کی بیعت لی۔ اور شیخ الاسلام نے ان کے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ دیا۔ وہاں سے واپس سرائے سلطانی پہنچ کر انہوں نے کاروبار مملکت کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ حالات کا تقاضا تھا کہ یہ فوری طور کوئی ایسی کاروائی نہ کریں جس سے فوجیوں کو پھر ایک جدید بغاوت کا موقع مل جائے۔ اس لئے سلطان محمود ثانی نے مختلف فوجی اور کشوری عہدیداروں سے ملاقاتوں میں تقریباً دو ہفتے صرف کئے۔ اور بالآخر بیرقدار مصطفیٰ پاشا کو صدر اعظم مقرر کر کے یہ حکم دیا کہ فوجیوں کو اسی قدیم نظم و نسق پر رکھا جائے جو سلیمان قانونی کے وقت سے رائج تھا۔

اگرچہ سلطان محمود ثانی نے سلطان مصطفیٰ رابع کی حکومت کا پورا زمانہ سلطانی محل میں سیاسیات و انقلابات سے بالکل الگ تھلگ گزارا تھا۔ لیکن فرمانروا بن جانے کے بعد انہوں نے قابل تعریف تدبر اور پوری جرأت کے ساتھ معاملات کو سلجھانے کی سعی کی اور زیادہ معاملات ان کے حسن تدبیر سے سلجھ بھی گئے۔ لیکن انکشاریوں اور خودغرض افسران مملکت کی وجہ سے وہ ہمیشہ پریشان ہی رہے۔ یہ پیشہ ور فوجی (انکشاریہ) کے ارکان دین، اخلاص اور تمام اچھی خصوصیات انسانی سے تقریباً خالی تھے۔ ابتداءً یہ

Marfat.com

بڑے فاتح اور بڑے اچھے ثابت ہو چکے تھے لیکن سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد اب یہ لوگ تمام صفاتِ حمیدہ سے محروم ہو گئے تھے، ایک ہی اعلیٰ صفت ان میں باقی رہ گئی تھی اور وہ تھی شجاعت جس نے حق و ناحق کے اعلیٰ معیار سے ہٹ کر درندگی اور بے رحمی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اب کسی سلطان کے لئے یہ بڑا مشکل کام تھا کہ ان وحشیوں کو قابو میں رکھ کر ان سے حق کی حمایت کا کام لیتا۔ یقیناً سلطان محمود ثانی کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے یورپی محاذ جنگ اور ایشیا میں بھی انکشاریوں سے بعض اچھے کام کرا لئے۔ اور متعدد مواقع پر ان کی وحشت اور درندگی سے عوام کو بچا لیا۔

عہد سلطان محمود ثانی کے مشہور واقعات میں نپولین کا مصر پر قبضہ، شام میں مظالم اور درندگی، اور پھر نپولین اور سارے فرانسیسیوں کا مصر سے نکالا جانا سب سے اہم ہے۔ مصریوں کا نجد کی وہابی تحریک سے مقابلہ، اور شام پر اپنا قبضہ قائم رکھنے پر اصرار اور خلیفہ کے خلاف مصر کی بغاوت، عثمانی فوجوں سے مقابلہ، عثمانیوں کا جنگ نصیبین میں بتاریخ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ (۲۴ جون ۱۸۳۹ء) مصریوں سے شکست کھانا داخل ہے۔ اس شکست کی اطلاع سلطان محمود ثانی تک نہ پہنچ سکی، اس لئے کہ بتاریخ ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ (۲ جولائی ۱۸۳۹ء) سلطان محمود ثانی ۵۵ سال کی عمر میں جنگ نصیبین کے صرف آٹھ دن بعد چند روز بیمار رہ کر وفات پا گئے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند غازی سلطان عبدالمجید اوّل ان کے جانشین ہوئے۔

غازی سلطان محمود ثانی کا عہد خلافت جملہ ۳۱ سال ۱۰ ماہ رہا۔ اس طویل مدت میں سلطان نے بیدار مغزی اور تدبر کے ساتھ فرائض منصبی انجام دیئے۔ یورپی محاذ پر غزوات کا سلسلہ تقریباً غیر منقطع صورت میں جاری رہا۔ روس کی حکومت نے حسبِ عادت مستمرہ بہت سے معاہدے کئے اور چند ہی روز کے بعد توڑ دیئے۔ دولتِ عثمانیہ

Marfat.com

نے ممالک محروسہ میں یورپی تاجروں کو آزاد تجارت کے حقوق عطا کئے۔

مصر پر محمد علی پاشا کو خاندانی حکمرانی کا فرمان بھی اسی دور میں حاصل ہوا۔ اور ان کے فرزند کو خدیو کا لقب بھی اسی عہد میں دیا گیا۔ لیکن اس خاندان نے تفرقہ پردازی اور خود غرضی میں کبھی کوئی کمی نہیں کی۔ بلکہ خدیو مصر کی امنگیں دولت عثمانیہ کے لئے مصائب بنی رہیں۔

(۳۱) سلطان غازی عبدالمجید خان اوّل بن سلطان محمود خان ثانی

ولادت : ۱۴ شعبان ۱۲۳۷ھ (۶ مئی ۱۸۲۲ء)

خلافت : ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ (۳ جولائی ۱۸۳۹ء)

وفات : ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ (۲۶ جون ۱۸۶۱ء)

مدت خلافت : ۲۲ سال ۶ ماہ

سلطان عبدالمجید خان اوّل کو جب ان کے والد سلطان محمود خان ثانی کی وفات پر مسند خلافت پر بٹھایا گیا، اس وقت ان کی عمر بمشکل تمام اٹھارہ سال تھی۔ وراثتی حکمرانی کی نامحمود روایات نے دنیا کی ساری اقوام کو محض اندھی اور ناعاقبت اندیش بنادیا ہے۔ شاید انسانی آبادی کو یہ مرض مہلک بہت ہی قدیم زمانہ سے لاحق ہے اور اب تک اس مرض کی شدت میں کمی نظر نہیں آرہی ہے۔

سلطان عبدالمجید خان اوّل کے ہاتھ پر جب بیعت ہوئی تھی۔ اس وقت دولت عثمانیہ انتہائی نازک حالت بدنظمی اور اضطراب میں مبتلا تھی۔ یورپی محاذ پر دولت عثمانیہ کو بار بار دب کر معاہدے کرنے پڑے تھے اور ہر بار نقصان اٹھائے تھے۔ دول یورپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس بیمار حکومت کے حصے بخرے کر کے اسے ختم کر دیا جائے۔ ادھر مصر کے خدیو اوّل کے مقابلہ میں نصیبین کا میدان جنگ عثمانیوں کی مکمل تباہی اور بربادی پر ختم ہو گیا۔ مصری کامیاب رہے اور عثمانی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے۔ اس پر

Marfat.com

مزید بربادی یہ ہوئی کہ عثمانی امیر البحر احمد پاشا سارے عثمانی بیڑے کو لے کر بغیر اجازت و اطلاع اسکندریہ چلے آئے اور یہاں آکر بحریہ کو محمد علی پاشا والئ مصر کے حوالہ کرنے کی تجویز پر عمل کیا۔ اور بیڑا مصر کے حوالہ کر دیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ امیر البحر احمد پاشا کو خسرو پاشا کے صدر اعظم مقرر کئے جانے سے اختلاف تھا اور ان کی محمد علی پاشا والئ مصر سے دوستی تھی۔ احمد پاشا نے ۲ جمادی الاولی ۱۲۵۵ھ (۱۴ جولائی ۱۸۳۹ء) کو محمد علی پاشا والئ مصر کے حوالہ کیا تھا۔

اس صورت حال سے دولت عثمانیہ تقریباً بے دست و پا ہو گئی۔

لیکن اس سے ایک نئی صورت یہ پیدا ہو گئی کہ انگریزوں کو ہندوستان تک اپنی راہ مسدود نظر آئی۔ اور فرانس کو ہندوستان سے انگریزوں کو بے دخل کر کے پورے برصغیر ہند پر اپنے قبضہ کے سنہرے خواب دکھائی دینے لگے۔ اس طرح فرانس اور انگلستان کے مابین شدید قسم کی محاذ آرائی پیدا ہو گئی۔ روس نے انگلستان کی ہمنوائی کی۔ تاکہ فرانس کے تسلط کی وجہ سے اس کی ہوس ملک گیری میں رکاوٹ نہ آئے۔ روس کے لئے بحر ابیض متوسط میں بے روک ٹوک ایک راستہ اتنا ضروری ہے کہ دولت روس نہ کل اسے نظر انداز کر سکتی تھی اور نہ آج۔ دولت عثمانیہ نے معاہدہ خونکار اسکلاسی میں دولت روس سے دب کر روسی جہازوں کو دردانیل اور باسفورس سے بے روک گزرنے کا حق دے چکی تھی۔ روس کو بجا طور پر خطرہ نظر آ رہا تھا کہ عثمانی بحریہ پر قبضہ کے بعد محمد علی پاشا والئ مصر کے فرزند اسی بحریہ کو لے کر ترکی پر حملہ آور ہوں گے اور روسی جہازوں کا باسفورس میں داخلہ روک دیں گے۔

اس لئے روس بھی انگلستان کا ہمنوا ہو کر حکومت فرانس کی بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کرنے لگا۔ حالانکہ روس کا مقصد نہ انگلستان کی امداد تھی اور نہ

Marfat.com

نہ دولت عثمانیہ کی طرف سے عداوت میں کوئی کمی ہوئی تھی۔

(۳۲) غازی سلطان عبدالعزیز خان بن سلطان محمود ثانی

ولادت: ۱۴ر شعبان ۱۲۴۵ھ (۸ر فروری ۱۸۳۰ء)

خلافت: ۸ر ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ (۷ر جون ۱۸۶۱ء)

معزولی: ۶ر جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ (۳۰ر مئی ۱۸۷۶ء)

وفات:

مدت خلافت: ۱۶ سال دو ماہ

فرانس کی فوجوں کے بیروت سے نکل جانے کے بعد مرحوم سلطان عبدالمجید خان وفات پاگئے۔ اور ان کے بھائی غازی سلطان عبدالعزیز کے ہاتھ پہ بیعت خلافت ہوئی۔ وہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ کو قدیم رواج کے بموجب ایک بہت بڑے شاندار جلوس میں شہر قسطنطنیہ کے باہر حضرت ابوایوب خالد الانصاری رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پہ حاضر ہوئے۔ ملحقہ مسجد میں نماز دوگانہ ادا کی، مزار پہ دعائے مغفرت پڑھی۔ اور واپس آکر صحن مسجد میں شیخ الاسلام نے ان سے حلف لینے کے بعد ان کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ اور خلافت کی تلوار ان کے حوالہ کر دی۔

یوروپی محاذ

یوروپی محاذ کی کیفیت یہ تھی کہ روس بہر قیمت پولینڈ اور اس سے ملحقہ ریاستوں پر قبضہ چاہتا تھا۔ اور آسٹریا و ہنگری کے مابین سخت کشمکش تھی۔ ہنگری دولت عثمانیہ کی باج گزار ریاست تھی۔ پاپائے اعظم کا قائم کردہ "تحالف مقدس" موجود تھا۔ اور اس حد تک ساری یوروپی ریاستوں میں فکری اتحاد بھی موجود تھا۔ کہ سب ملکر دولت عثمانیہ کو بالکلیہ ختم کر دیں تاکہ دین مسیح کا

Marfat.com

تحفظ ہو جائے اور یورپ میں دین اسلام نہ پھیل جائے۔ لیکن اس فکری اتحاد کے باوجود روس اپنی برتری اور توسیع پسندی کے ماتحت عمل کرتا تھا۔ اور مخالف کا صرف اسی قدر پابند تھا جتنا اس کے اقتدار و تسلط کے بڑھانے میں یہ اتحاد کارآمد ہو سکے۔

عیسائیوں میں اس وقت بھی بہت سے فرقے تھے جیسے کہ اس زمانہ میں بہت سے فرقے موجود ہیں۔ لیکن بڑے فرقے صرف تین تھے۔ اول رومن کیتھولک جس کی قیادت مطلقہ اطالیہ کے پاپائے اعظم کے ہاتھ میں تھی۔ اور وہ یہ چاہتا تھا کہ دولت عثمانیہ میں بسنے والے سارے کیتھولک عیسائیوں کا اسے امام اور سربراہ تسلیم کر لیا جائے۔ دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ تھا جس کی سربراہی کا دعویدار جرمنی کا فرمانروا تھا۔ اور تیسرا آرتھوڈکس جس کی نمائندگی اور نگرانی کا دعویدار روس تھا۔

روس کے عظیم شہنشاہ پطرس اعظم نے اپنی وفات کے وقت ایک وصیت نامہ لکھا تھا جس میں ۱۹ دفعات ہیں۔ اس میں دو دفعات یہ بھی ہیں کہ دولتِ عثمانیہ کے خلاف محاذ یورپ اور محاذ ایشیا میں جنگ جاری رکھی جائے۔ اور اسے کبھی ختم نہ ہونے دیا جائے۔ اور دوسری دفعہ یہ تھی کہ دولت عثمانیہ کو مجبور کیا جائے کہ اس کی رعایا میں جو آرتھوڈکس ہیں وہ سب کو روس کی سرداری کے ماتحت سمجھے، روس کو ان کی حمایت کرنے کا حق ہمیشہ حاصل رہے گا۔ اس نظریہ کے ماتحت ملکہ کیتھرائن نے پولینڈ پر اور دولت عثمانیہ کے مقبوضہ علاقوں پر کئی یلغار جنگیں کیں۔ ان ہی جنگوں میں سے ایک مشہور جنگ نہر الطونہ کے قریب شہر سلستر ا کی جنگ ہے۔ جس میں روسیوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ اور وہاں سے بھاگتے ہوئے روسیوں نے بازار حق جسے آجکل تو بولخین کہتے ہیں اس کی آبادی میں گھس

Marfat.com

کر ساری آبادی کو مردوں، عورتوں اور شیر خوار بچوں تک کو ذبح کر دیا۔ حتیٰ کہ اس میں انہوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا وہاں کی آبادی میں اکثریت کیتھولک عیسائیوں کی تھی، اور روس کا آرتھوڈکس بادشاہ ان کا شدید دشمن تھا۔ اس قتل عام کے بعد روسی وہاں سے تیزی سے بھاگ گئے۔ کیونکہ ترکی فوجیں ان کے عقب میں آ رہی تھیں۔ اس معرکہ میں ترکی سپہ سالار عثمان پاشا نے ایسی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا کہ خلافت کی طرف سے ان کو غازی کا لقب عطا ہوا تھا۔ روسی فوجیں غازی عثمان پاشا کی تعداد میں بہت ہی قلیل فوج کے مقابلہ میں بھی کہیں ٹھہر نہ سکیں۔ ہزارہا میدانِ جنگ میں مارے گئے باقی فرار ہو گئے۔

(۳۳) امیر المومنین سلطان مراد خامس بن سلطان عبد المجید خاں اول العثمانی

ولادت۔ سنہ

خلافت۔ ۲۴ جمادی اخریٰ ۱۲۹۳ھ (۳۱ اگست ۱۸۷۶ء)

معزول۔ ۱۷ شعبان ۱۲۹۳ھ (۷ ستمبر ۱۸۷۶ء)

مدت خلافت۔ ایک ماہ ۲۲ دن

یہ سلطان عبد المجید خاں اول کے فرزند اور سلطان عبد الحمید خاں ثانی کے بھائی تھے، ان کی صحت اچھی نہیں تھی۔ اس لئے بہت جلدی معزول ہو گئے۔ ان کے مختصر سے عہد خلافت کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔ ان کے بعد سلطان عبد الحمید خاں ثانی خلیفہ ہوئے:

Marfat.com

(۳۴) امیر المؤمنین غازی عبدالحمید خان ثانی بن عبدالمجید خان اول عثمانی۔

ولادت : ۱۵ شعبان ۱۲۵۸ھ (۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ء)

خلافت : ۱۶ شعبان ۱۲۹۳ھ (۷ ستمبر ۱۸۷۶ء)

دست برداری : ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ (اپریل ۱۹۰۹ء)

مدت خلافت : ۳۳ سال ۸ ماہ

وفات : ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء)

خلفائے بنو عثمان میں سلطان محمد الفاتح کے بعد دینداری، علم، تقویٰ دانشمندی اور اخلاصِ عمل میں کوئی فرماں روا سلطان عبدالحمید ثانی کے برابر نہیں ہوا۔ یہ حافظِ قرآن مجید تھے، بڑے عالم دین، مدبر اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ یہ حقیقی معنوں میں نہ صرف اپنی رعایا بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے ہمدرد تھے۔ انہوں نے اپنی ذاتی آمدنی سے حبشہ کے دارالسلطنت ادیس آبابا میں اور چین کے دارالحکومت پیکن میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے۔ اور جب تک وہ با اقتدار رہے ان مدارس کی کفالت کرتے رہے۔ علماء کی قدر کرتے تھے اُن کے لئے گرانقدر وظیفے جاری کرتے تھے۔ خصوصاً علمائے مکہ و مدینہ کی بڑی خدمت کرتے تھے۔

غازی عبدالحمید خان ثانی کا یہ واقعہ تاریخ خلافت میں ایک یادگار واقعہ ہے کہ جس وقت مسلسل یورپی جنگوں کی وجہ سے ترکی کی مالی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ اسی زمانہ میں دنیا جہان کے یہودیوں نے ایک بہت بڑی رقم جمع کی اور فرانس کے سفیر کی قیادت میں ایک وفد لے کر دربار میں پہنچے۔ یہ ساری رقم خلیفہ کو پیش کر کے درخواست کی کہ فلسطین میں یہودیوں کو زمین خریدنے کی اجازت دیدی جائے۔ خلیفہ نے ساری دولت کو پائے حقارت

Marfat.com

سے ٹھکرا دیا اور جواب دیا کہ خلیفہ کسی زمین کا مالک نہیں بلکہ صرف منتظم ہوتا ہے۔ مجھے نہ اس کا اختیار ہے اور نہ میرا ایمان اس کی اجازت دیتا ہے کہ ایسے مطالبہ کو قبول کروں۔ اس کی وجہ سے فرانس اور برطانیہ سے جو پہلے ہی سے دشمن تھے تعلقات اور بھی خراب ہو گئے۔ لیکن غازی عبدالحمید نے اسے گوارا نہ کیا کہ فلسطین میں یہودیوں کی برتری قائم ہو جائے۔

ہندوستانی مشاہیر میں سے مولانا شبلی نعمانی نے سلطان عبدالحمید سے ملاقات کی تھی اور سلطان نے مولانا کے علم و فضل کی بنا پر انہیں تمغۂ نشانِ مجیدی بھی عطا کیا تھا۔ دولت برطانیہ نے مولانا کو اس تمغہ کے لگانے کی اجازت نہیں دی مولانا شبلی کے سفرنامۂ روم و شام میں اس کا ذکر ہے۔

۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں یونان نے ترکی مقبوضات پر حملہ کیا اور شکست کھا کر ترکی کو چالیس کروڑ پونڈ تاوان جنگ ادا کیا۔

ان کے آخری زمانہ میں یورپی حکومتوں نے بڑی بڑی خطیر رقمیں صرف کر کے ترکی نوجوانوں کی انجمن ترقی و اتحاد کے ذریعہ جمہوریت کا نام لے کر بڑا فتنہ پیدا کر دیا۔ جب صورت حال بہت بگڑ گئی اور بڑے قتل و خون کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو غازی عبدالحمید نے بغیر قتل و خون کے خود ہی خلافت و سلطنت سے ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ (اپریل ۱۹۰۹ء) میں دست برداری کر لی۔ اور سالونیکا چلے گئے۔ مدتِ خلافت ۳۳ سال اور آٹھ ماہ ہوئی۔

دست برداری کے بعد وہ مزید نو سال زندہ رہے۔ اور ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں وفات پائی۔ یورپ والوں نے ان کو استبدادی اور جبروتی کہا اور اس شدت کے ساتھ ان کے قہرمان اور جابر ہونے کا پروپیگنڈا کیا کہ نادان مسلمانوں میں سے بھی بہت سے لوگ انہیں جابر و قہرمان کہنے لگے حالانکہ وہ نہ جابر تھے اور نہ قہرمان۔ ڈاکٹر

Marfat.com

احسان حقی مشہور شامی محقق نے تاریخ الدولۃ العلیہ کے ضمیمہ میں اس پر بڑی محققانہ اور سیر حاصل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اوائی دشمنوں نے اڑائی ہے۔

امیرالمؤمنین سلطان عبدالحمید خان غازی۔ بنو عثمان کے چونتیسویں[۳۴] سلطان اور اس خاندان کے پچیسویں[۲۵] خلیفہ تھے۔

(۳۵) سلطان محمد خامس رشاد بن سلطان عبدالمجید خان اول العثمانی۔

ولادت : ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء)

خلافت : ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ (اپریل ۱۹۰۹ء)

وفات : رمضان ۱۳۳۶ھ (جون ۱۹۱۸ء)

مدت خلافت : ۹ سال ۵ ماہ

ان کا اصل نام رشاد تھا۔ یہ غازی عبدالحمید ثانی سابق خلیفہ کے بھائی تھے۔ غازی عبدالحمید ثانی کی دست برداری اور سالونیکا چلے جانے کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ اور رمضان ۱۳۳۶ھ میں ۹ سال ۵ ماہ خلیفہ رہنے کے بعد ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ چونکہ ان کے زمانہ میں ترکی میں پارلیمانی نظام قائم ہوا تھا۔ اس لئے ان کو دستوری عہد کا پہلا سلطان کہا جاتا ہے۔

سلطان محمد خامس کے عہد کا سب سے اہم واقعہ بیسویں صدی عیسوی، چودھویں صدی ہجری کی پہلی عالمی جنگ ۱۳ شعبان ۱۳۳۲ھ تا صفر ۱۳۳۷ھ (۲۷ جولائی ۱۹۱۴ء تا نومبر ۱۹۱۸ء) ہے۔ اس جنگ میں ابتداءً جرمنی اور فرانس کے مابین شروع ہوئی تھی، تقریباً ساری دنیا الجھ گئی۔ اس وقت دولت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ جرمنی اور اس کے سارے حلیفوں کو شکست ہوئی

Marfat.com

دولتِ عثمانیہ نے بھی شکست کھائی۔ دولتِ عثمانیہ کو اس جنگ میں سب سے زیادہ نقصان عربوں کی غداری اور شریف حسین کی بغاوت سے پہنچا۔ اس نے جو مکہ مکرمہ کا شریف تھا انگریزوں کے بہکانے سے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ کو علامہ اقبالؒ نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ ؎

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ!
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

شریف حسین کو سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء) میں شکست دی اور وہ حجاز سے فرار ہو گیا۔ انگریزوں سے اسے امید تھی کہ وہ اس کو پھر بادشاہ بنا دیں گے۔ لیکن سیاسیات کی دنیا میں اور وہ بھی انگریزوں کے ہاتھوں کسی وعدہ کا ایفاء کسی دانشمند کی عقل میں آنے کی بات نہ تھی۔ انگریزوں نے اسے عرب دنیا سے دور کر دیا اور وہ نظر بندی ہی میں ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں وفات پا گیا۔

(۳۶) سلطان وحید الدین محمد السادس بن مراد الخامس العثمانی۔

ولادت : ـــھ
خلافت : ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء)
دست برداری : ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء)
وفات : ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء)

سلطان محمد خامس بن عبدالمجید کے بعد شہزادہ وحید الدین محمد سادس کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ اس وقت ترکی کو جنگ عظیم میں شکست ہو چکی تھی یورپ کی حکومتوں نے ترکی اور اس کی مقبوضات کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ یونان نے ترکی کے مختلف شہروں پر قبضہ کر لیا تھا، شام فرانس کے قبضہ میں تھا، عراق

Marfat.com

پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ترکی میں بدنظمی تھی اور حکومتی اقتدار مصطفیٰ کمال اور ان کے رفقاء کے ہاتھوں میں آ گیا تھا۔ یونان سے جنگ جاری تھی۔

سلطانِ ترکی عملاً تمام اختیارات سے خالی بادشاہ تھا۔ لیکن ترکی میں جو دستورِ حکومت ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) سے جاری ہوا تھا اس کے بموجب ابھی بھی سلطانِ ترکی کو کوئی قسم کے اختیارات حاصل تھے۔ جب ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) میں یونان کے مقابلہ میں ترکی کو واضح فتح حاصل ہو گئی تو مصطفیٰ کمال نے سلطان محمد سادس پر اصرار شروع کیا کہ کاروبارِ حکومت سے بالکلیہ دست بردار ہو کر صرف مذہبی پیشوا کی حیثیت سے خلیفہ رہیں۔ اور ترکی میں لادینی حکومت قائم کر دی جائے۔ سلطان محمد سادس اگرچہ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) کے دستور کے بموجب سلطان محمد خامس کے بعد دوسرے سلطان تھے اور حقیقتاً سارے اختیارات ترکی پارلیمان ہی کے قبضہ میں تھے۔ لیکن ترکی میں لادینی حکومت کے قیام پر راضی نہیں ہوئے۔ اس لئے مجبوراً وہ تختِ سلطانی اور مسندِ خلافت دونوں سے ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) میں دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد صرف چار سال وہ زندہ رہے اور ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں وفات پا گئے۔

(۳۷) امیر المؤمنین عبدالمجید خان ثانی بن عبدالعزیز الثانی العثمانی۔

ولادت : سنہ

خلافت : ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء)

معزولی : ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء)

وفات : ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء)

مدتِ خلافت : ایک سال چند ماہ

امیر المؤمنین عبدالمجید خان کو مصطفیٰ کمال نے سلطان محمد سادس

Marfat.com

کی دست برداری کے بعد خلیفہ بنایا لیکن اس طرح کہ خلیفہ کو کسی دنیاوی معاملہ میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اس کے چند دنوں کے بعد ہی ۱۹۲۴ء کو انہیں معزول کرکے جلاوطن کر دیا۔ یہ فرانس کے مقام نیس میں عسرت و افلاس کی زندگی بسر کرتے رہے اور ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء) میں نیس میں وفات پائی۔

عبدالمجید خان ثانی نہ صرف خانوادۂ عثمانی کے آخری اور انتیسویں[29] خلیفہ تھے بلکہ سلسلۂ خلافتِ اسلامیہ کی آخری کڑی بھی تھے، ان کی معزولی سے سلسلۂ خلافت ختم ہوگیا۔ اور آج ۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰ء) تک کوئی خلیفہ نہیں ہوسکا۔ مسلمانانِ عالم دل سے چاہتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ قائم ہوجائے۔ لیکن ہر جگہ سیاسی رہنما درپردہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ نام کا بھی کوئی خلیفہ نہ ہو۔ اس لئے کہ شاید وہ اپنے ذاتی مفادات کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں حسب ذیل علمائے کرام حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور ان لوگوں نے یہ سوچا کہ ہم اس وقت خلافت اسلامیہ کو زندہ کرنے کے لئے اور کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم ایک جمعیت اس کی جدوجہد کرنے کے لئے تو قائم کرسکتے ہیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے باب الجیاد کے سامنے ایک عمارت میں جمع ہوکر اور سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن خادم الحرمین و سلطان نجد و حجاز کی صدارت میں ایک جلسہ کیا۔ اور اس جلسہ میں موتمر العالم الاسلامی کے نام سے مسلمانوں کی ایک غیر وطنی جمعیت قائم ہوئی۔ جو اب تک قائم ہے اس کا مرکزی دفتر امانت عامہ آج کل کراچی میں ہے۔ اس تاسیس میں بہت سے اہل نظر شریک تھے۔ لیکن جو چند بزرگ جو حقیقتہً بانی کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ یہ تھے۔

(۱) سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود۔

Marfat.com

(۲) علامہ سید سلیمان ندوی صدر وفد حجاز

(۳) رئیس عمر حکپرو غیتو، شرکت الاسلام، انڈونیشیا

(۴) سید رشید رضا المصری

(۵) مفتی امین الحسینی، فلسطین

(۶) مولانا محمد علی جوہر (ہندوستان)

(۷) مفتی کفایت اللہ دہلوی (")

(۸) موسیٰ جاراللہ روسی

(۹) محمد علی علوبہ پاشا مصری

جزاھم اللہ خیراً

Marfat.com

انساب

قریب بہ صحت تخمینہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بمقام عُرتہ (عراق) اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بمقام مکہ مکرمہ کے مابین فاصلۂ زمانی بحساب سالہائے قمری (۲۵۸۷) سال ہے اس کو برائے حساب صحیح تسلیم کرکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پہلوٹے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی والدۂ محترمہ یعنی اپنی دوسری بیوی حضرت حاجرہ مصریہ کو بحکمِ الٰہی جبلِ فاران کی وادی شہر بکہ (مکہ) میں لاکر بسایا تھا وہ زمانہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً (۲۴۹۷) سال قبل کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر (۹۰) سال تھی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر چار سال کے قریب رہی ہوگی۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کیا تھا اُس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر بارہ سال ہوگی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۸ سال رہی ہوگی۔ کیونکہ عہد نامۂ عتیق کی پہلی کتاب میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر (۹۹) سال بیان کی گئی ہے اور قرآن مجید سے پتا چلتا ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی قبول فرمانے کے بعد ہی دی گئی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد یمن کا ایک خانہ بدوش قبیلہ بنو جُرہم یہاں آکر آباد ہوگیا حضرت اسمٰعیلؑ کا پہلا نکاح اسی قبیلہ کی ایک خاتون سے ہوا۔ اور دوسرا نکاح ایک مصری خاتون سے ہوا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے دس فرزند ہوئے جن میں سے دوسرے فرزند کا نام قیدار تھا۔ قیدار کی اولاد میں کئی پشتوں کے بعد ایک نامور سردار عدنان پیدا ہوا۔ عدنان اور قیدار کے مابین کتنی پشتیں گزریں اور اُن کے نام کیا تھے اس میں بہت اختلاف ہے ایک روایت تو خود رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے کہ عدنان کے روبرو نسب نامہ بیان کرنے میں نسابوں نے جھوٹ بیان کردیا ہے۔ البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عدنان قیدار بن اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے تھے، اور خود حضرت خاتم النبیینؐ نے بھی بروایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے کو عدنان ہی تک منسوب فرمایا ہے۔ سرزمین حجاز میں عموماً اور مکہ مکرمہ اور طائف میں خصوصاً عدنان کی اولاد میں سے بہت سے قبیلے آباد تھے جو عدنانی قبائل کہلاتے ہیں، ان ہی میں سے قریش اور بنی کنانہ بھی تھے۔ اس طرح بہت سے وہ قبائل جو سد مآرب کے ٹوٹنے اور سیلاب کی تباہی کے بعد یمن سے آکر حجاز، عسیر اور شمالی حصۂ حجاز میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ قحطانی قبائل کہلاتے ہیں۔ ان میں مشہور زمین انصاری قبیلے بنی اوس اور بنی خزرج بھی تھے جو مدینہ منورہ (اس وقت یثرب) میں آباد تھے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک متفق علیہ نسب نامہ یہ ہے:۔

محمد رسول اللہؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک ابن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ان میں سے فہر بن مالک کا لقب قریش تھا۔ قریش کے لفظی معنی ہیں، وہ بڑی مچھلی جو چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے۔ فہر کو یہ لقب عوام نے چھوٹے چھوٹے گھرانوں کو متحد کر دینے اور تنظیم میں پرو دینے کی وجہ سے دیا تھا۔ اسی فہر کی اولاد قریش کہلاتی ہے۔

۵۳ سال قبل الہجرۃ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی قریش تیرہ ذیلی قبیلوں میں منقسم تھے۔ اُن کے سرداروں نے قریش کی ایک تنظیم قائم کر رکھی تھی اور ایک دارالندوہ (مشورت گاہ) بھی قائم کرلی تھی۔ مکہ مکرمہ کی شہری حکومت اسی دارالندوہ کے ذریعہ چلائی جاتی تھی۔ دارالندوہ کا ایک صدر نشین ہوتا تھا جو اس کے فیصلے نافذ کرتا تھا

بکہ اور مکہ مکرمہ

شہر مکہ مکرمہ کے دو نام تھے بکہ اور مکہ، قرآن مجید میں دو جگہ یہ دونوں نام آئے ہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت ۹۶ میں بکہ اور سورہ فتح کی آیت ۲۴ میں مکہ بطور علم مذکور ہے۔

Marfat.com

بکہ اور بک قدیم سامی زبانوں کا کثیر الاستعمال لفظ تھا جس کے معنی تھے آبادی اور شہر لبنان کا مشہور شہر بعل بک یعنی بعل دیوتا کا شہر اب تک بعل بک ہی کہلاتا ہے۔ اور لفظ مکہ کے لفظی معنی ہیں چوس لینا۔ چونکہ وادی مکہ کی زمین میں کوئی ندی نہیں ہے۔ ساری بارش کو زمین چوس لیتی ہے اس لئے سلسلۂ جبالِ فاران کی اس طویل و عریض وادی کا نام مکہ پڑ گیا۔ اور زمانہ مابعد میں شہر بکہ کو بھی مکہ کہنے لگے۔ اور پھر بکہ کا لفظ چھوٹ گیا۔ مکہ شہر کا نام مکہ رہ گیا زادِ اللہ شرفاً و تعظیما۔

اولین خلفاء

ابتدائی تین خلفاء میں سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنی تیم سے تھا، حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی دوسری شاخ بنی عدی سے تھا، اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی تیسری شاخ بنی امیہ بن عبد الشمس سے تھا عبد الشمس اور ہاشم دونوں عبد مناف کے فرزند تھے۔

اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ان کے فرزند حضرت حسن بن علی یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے، ان دونوں بزرگوں کو بنی ابیطالب یا طالبین کہا جاتا ہے ان کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ان کے فرزند یزید بن معاویہ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اس لئے ان دونوں کو بنی ابی سفیان یا سفیانین کہا گیا۔ اس کے بعد مروان اول بن الحکم خلیفہ ہوئے اور پھر مروان ثانی تک تمام خلفاء مروان اول کی اولاد میں ہوئے ان کو مروانیون کہا جاتا ہے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے

شجرۂ نسب

(١) مروان الاول بن حکم بن ابو العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف۔

عبد العزیز — (٥) عمر بن عبد العزیز

(٢) عبد الملک

(٣) ولید اول — (١٠) ابراہیم

(٤) سلیمان

(٦) یزید ثانی — (٨) ولید ثانی

(٩) یزید ثالث

(٧) ہشام — معاویہ — عبد الرحمن الداخل (فی الاندلس)

محمد — (١١) مروان ثانی (آخر المروانین)

شجرۂ نسب خلفائے عباسیہ (بغداد)

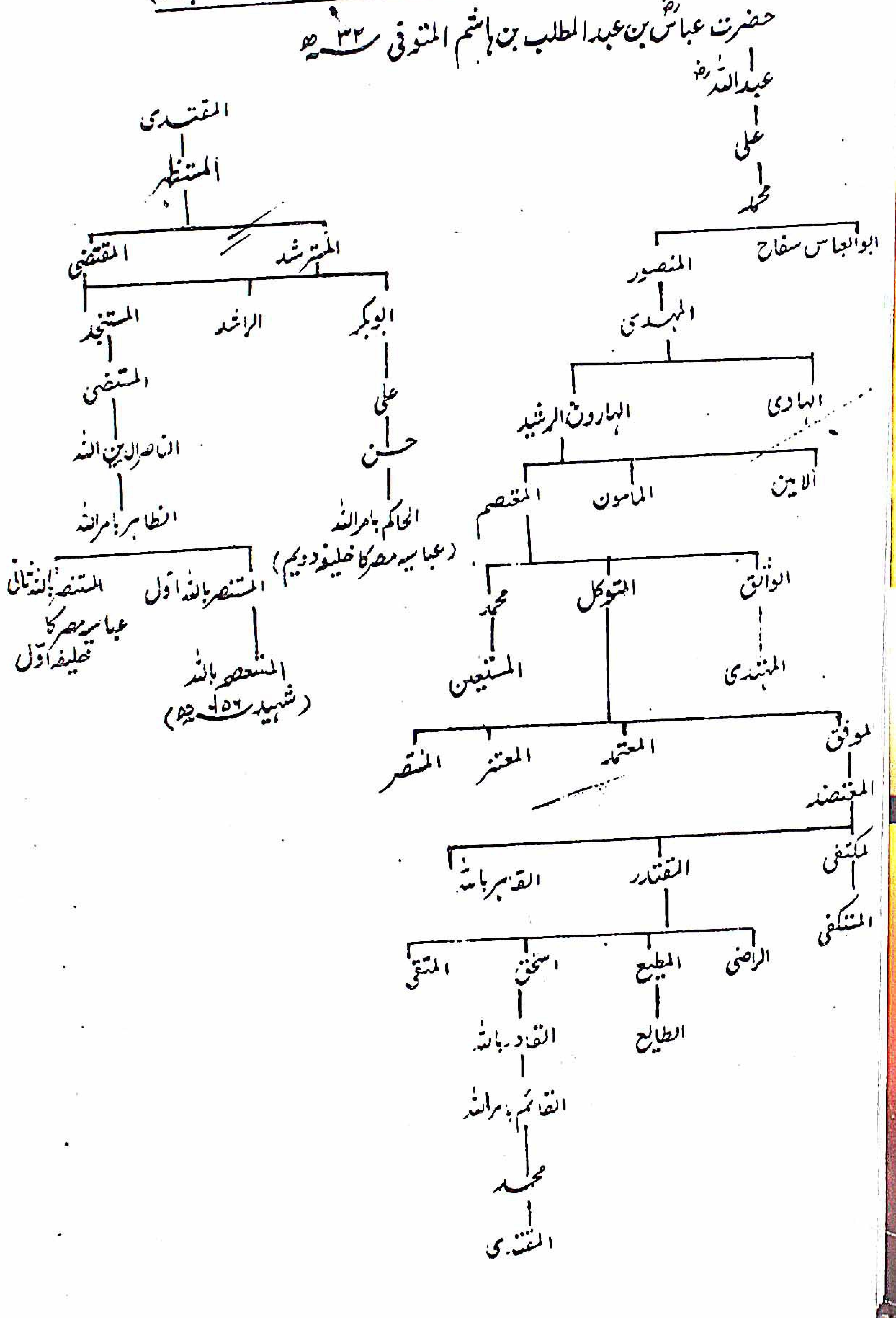

Marfat.com

شجرۂ نسب خلفائے عباسیہ (مصر)

المستنصر باللہ ثانی، ابوالقاسم محمد شہید بمقابلۂ تاتار ۶۵۹ھ

الحاکم بامر اللہ احمد بن حسن بن علی بن ابوبکر بن المسترشد العباسی

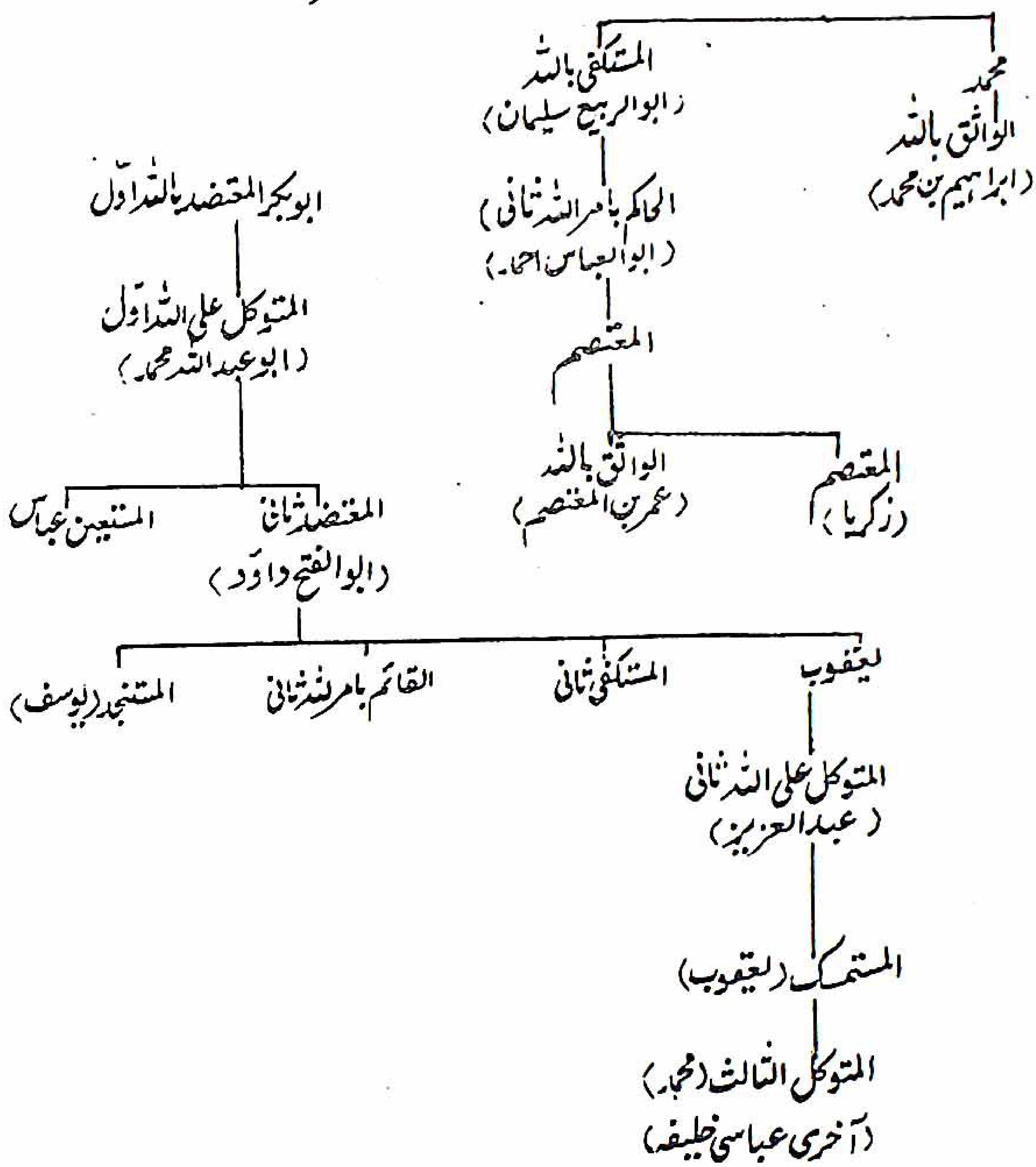

Marfat.com

شجرۂ نسب عثمانی خلفائے قسطنطنیہ

سلاطین بغیر خلافت

(۱) عثمان بن طغرل

(۲) اورخان

(۳) مراد اوّل

(۴) بایزید اوّل (یلدرم)

(۵) سلیمان اوّل

(۶) محمد اوّل جامع

(۷) مراد ثانی

(۸) محمد ثانی الفاتح

(۹) بایزید ثانی

سلاطین و خلفاء

(۱) سلیم اول (پہلا عثمانی خلیفہ)

(۲) سلیمان ثانی (القانونی)

(۳) سلیم ثانی

(۴) مراد ثالث

(۵) محمد ثالث

- (۶) احمد اوّل
  - (۹) مراد رابع
  - (۱۰) ابراہیم
    - (۱۱) محمد رابع
      - (۱۵) احمد ثالث
      - (۱۴) مصطفی ثانی
        - عثمان ثانی
        - (۱۶) محمود اوّل
    - (۱۲) سلیمان ثالث
    - (۱۳) احمد ثانی
      - احمد رابع عبدالحمید اوّل
        - (۲۳) عبدالحمید اوّل
          - (۲۸) عبدالمجید ثانی
          - (۲۵) مراد خامس
          - (۲۶) عبدالحمید ثانی
          - (۲۷) محمد سادس
        - (۱۷) عثمان ثالث
        - (۲۴) عبدالعزیز اول
      - (۱۸) مصطفی ثالث
        - (۱۹) سلیم ثالث
- (۷) مصطفی اوّل

Marfat.com